بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ ﴿۸۳﴾ [النساء:٤، آیت:٨٣]

اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

مجلسِ شرعی کے فیصلے

جلد دوم

"مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور" کی عظیم خدمات کا ایک زریں باب اور چھ فقہی سیمیناروں کی اعلیٰ تحقیقات و تنقیحات پر مشتمل عصر جدید کے چونتیس نو پید مسائل کے فیصلے، جوامتِ مسلمہ کے لیے تاریک راہوں میں مشعلِ راہ ہیں۔

ترتیب

محمد نظام الدین رضوی برکاتی

ناظم مجلس شرعی و صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ناشر: طلبۂ درجۂ فضیلت (سال اول) ۲۰۱۹ء --- ۲۰۲۰ء

باہتمام: مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ

مجلسِ شرعی کے فیصلے

جلد دوم

سلسلہ اشاعت : (۱۱)

مرتب	محمد نظام الدین رضوی برکاتی ناظم مجلس شرعی و صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور
تصحیح	مولانا نفیس احمد مصباحی ، مفتی محمد نسیم مصباحی مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی مولانا دستگیر عالم مصباحی ، مولانا محمد عرفان عالم مصباحی مولانا توفیق احسن برکاتی ، مولانا محمد ہارون مصباحی مولانا محمد ناصر حسین مصباحی [اساتذۂ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور]
کمپوزنگ	حافظ ملت انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹکنالوجی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
سنہ اشاعت	۱۴۴۱ھ/۲۰۲۰ء تعداد ۱۱۰۰
صفحات	۳۹۲ قیمت
باہتمام	مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

CONTACT

MAJLIS-E-SHARAEE

Al-Jamiatul Ashrafia

Mubarakpur, Azamgarh (U.P.) PIN-276404

مجلسِ شرعی کے فیصلے

جلد دوم

چونتیس (۳۴)

اہم مسائل کی شرعی تنقیح

۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۳ء تا ۱۴۴۱ھ / ۲۰۱۹ء

بسم الله الرحمن الرحيم

اَلحمدُ لِلّٰهِ العزيزِ الغفّار.
والصَّلاة وَالسَّلَام على نبيّهٖ
المُختار. وعَلىٰ آله وصَحبهٖ الأَخيار.
لا سيّما الشّيخَين الصّاحبَين.
الاٰخِذَين مِنَ الشريعة والحقيقة
بكلا الطرفَين. وعلىٰ مجتهدِي
ملّتهٖ. وَفُقَهَاءِ أُمَّتِهٖ. وعلىٰ
جميع مَن تمسّك بسنّتهٖ

مجلسِ شرعی کے سیمینار اور مدتِ کار
ایک نظر میں

مُدّتِ کار

۱۵؍ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ/ ۱۹؍ دسمبر ۲۰۱۳ء، پنج شنبہ، صبح

—تا—

۱۳؍ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ/ ۱۳؍ اکتوبر ۲۰۱۹ء، یک شنبہ، صبح

مشمولات۔ایک نظر میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

چوبیسواں فقہی سیمینار —— ۲۷۳

پچیسواں فقہی سیمینار —— ۳۰۹

چھبیسواں فقہی سیمینار ——— ۳۴۷

عرض حال

ازہر ہند جامعہ اشرفیہ، مبارک پور برصغیر کی عظیم ترین درس گاہ، مستند مرکزی دانش کدہ اور تعلیم و تربیت کی ایسی پاکیزہ و مقدّس روحانی بارگاہ ہے جس کی دینی خدمات، تعلیمی پیش رفت، تبلیغی سرگرمیاں اور فقہی و تحقیقی کارنامے محتاج تعارف نہیں۔

اس چمنستانِ علم و فن کا سنگ بنیاد شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کے مقدّس ہاتھوں ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں رکھا گیا۔ اس کی نشو و نما جلالۃ العلم، ابوالفیض علامہ شاہ عبد العزیز محدّث مبارک پوری علیہ الرحمہ کے خون اور پسینے سے ہوئی، آپ کے خلوص و للّٰہیت، "زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام" اور "ہر مخالفت کا جواب کام"، جیسے پاکیزہ جذبات اور بلند خیالات نے اس جامعہ کو ایسا حصن حصین بنا دیا کہ ہزار مخالفتوں، مخاصمتوں اور عداوتوں کے باوجود آج بھی عروج و ارتقا اور صلاح و فلاح کی شاہ راہ پر نہایت برق رفتاری کے ساتھ گامزن ہے۔

عرس عزیزی کے بعد جامعہ میں سب سے بڑے پیمانے پر منعقد ہونے والی محفل "جشن یوم مفتی اعظم ہند" علیہ الرحمہ ہے جو طلبۂ جماعتِ سابعہ کی جانب سے تمام اساتذۂ کرام کی موجودگی میں ہر سال منعقد ہوتی ہے۔ اس کی ابتدا ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء سے ہوئی ہے۔

اس محفل کے ضمن میں طلبہ کو تحریری و تقریری مسابقہ میں رغبت دلانے اور مختلف موضوعات پر تحریر و تقریر کے ذریعہ ان کی حوصلہ افزائی کرنے کے ساتھ ساتھ کسی اہم دینی و عصری موضوع پر "توسیعی خطاب" کے لیے ملک کی عظیم شخصیت اور ماہر علم و فن کو مدعو کیا جاتا ہے۔ مزید برآں کتاب و سنت کو عام کرنے اور عصری ضرورتوں کے پیش نظر کوئی اہم کتاب بھی منظر عام پر لائی جاتی ہے، لہٰذا اس کاروانِ شوق کو آگے بڑھاتے ہوئے امسال بھی طلبۂ جماعت سابعہ نے شیخ الجامعہ سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی اور صدر العلما، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی

ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے حکم سے دو اہم عظیم کتابیں " میزان الشریعۃ الکبری"
(از امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمہ) اور "مجلس شرعی کے فیصلے" (جلد دوم) طبع کرانے کا بیڑا
اٹھایا اور اس کار خیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، بفضلہٖ تعالیٰ یہ مستند کتاب اور فقہی دستاویز تمام مراحل
سے گزر کر آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے اساتذۂ کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے کتاب کو عمدہ
اور مقبول بنانے میں مفید مشوروں سے نوازا۔ بالخصوص سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین
رضوی اور صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی جنھوں نے تحقیق و تصویب سے لے کر طبع و نشر
ہر موقع پر تعاون فرمایا، اور اپنے ان تمام معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس موقع پر کسی بھی
طرح ہماری مدد کی ہے۔

رب قدیر سے دعا ہے کہ تمام اساتذۂ کرام اور معاونین پر اپنا خاص فضل فرمائے اور اس
علمی کارنامے کو ہمارے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔

ربّنا اغفر لنا و لوالدینا و لأساتذتنا و لسائر المسلمین و المسلمات
بجاہ النبي الأمي الکریم.

من جانب :

طلبۂ درجۂ فضیلت (سال اول)

۱۴۴۱ھ/۱۹ — ۲۰۲۰ء — ۴۰

تبرکات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ.

(التوبة: ١٢٢)

اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی فقاہت حاصل کرے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَضَّرَ اللّٰہُ امۡرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِیۡثًا فَحَفِظَہٗ حَتّٰی یُبَلِّغَہٗ غَیۡرَہٗ ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقۡہٍ إِلٰی مَنۡ ھُوَ اَفۡقَہُ مِنۡہُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقۡہٍ لَیۡسَ بِفَقِیۡہٍ.

(ترمذی ، کتاب العلم،
باب فی الحثّ علیٰ تبلیغ السماع، ج:۲، ص:۹۰)

رسولِ کریم ﷺ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اس کو یاد رکھا، یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچایا کہ بہت سے صاحبِ فقہ ایسے لوگوں کے پاس فقہ پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔ اور بہت سے حاملِ فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ، فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ.
(مشكاة المصابيح ، كتاب العلم، الفصل الثالث ، ص: ٣٦)

جو طلب علم میں رہے اور اسے اچھی طرح حاصل بھی کر لے، اس کے لیے اجر کے دو حصے ہیں اور اگر علم حاصل نہ کر سکے تو اس کے لیے اجر کا ایک حصہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

اے عزیز! وہ مسائل جنھیں حوادثِ جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے، جیسے تار برقی وغیرہ، لوگ سمجھتے ہیں کہ کتبِ ائمۂ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا۔ مگر نہ جانا کہ علماے دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیھم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اُٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحًا، تلویحًا، تفریعاً، تاصیلًا، سب کچھ فرمادیا ہے، زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور اِن شاء اللہ العزیز زمانہ اُن بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل کے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذنِ اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔

"لا خلا الکونُ عن أفضالھم و کثّر اللہ فی بلادنا من أمثالھم اٰمین اٰمین برحمتك یا أرحم الراحمین." ملتقطًا

(فتاویٰ رضویہ ص:۵۲۶، ۵۲۷، ج:۴، رضا اکیڈمی ممبئی)

ابتدائیہ

☆ کلماتِ بابرکات........ سرپرستِ مجلسِ شرعی حضرت امینِ ملت دام ظلہ العالی

☆ کلماتِ طیبات......... سرپرست مجلس شرعی حضرت عزیز ملت دام ظلہ العالی

خطبات

☆ خطباتِ صدارت............................صدر مجلس شرعی دام ظلہ العالی

☆ خطبۂ استقبالیہ............ سرپرست مجلس شرعی حضرت عزیز ملت دام ظلہ العالی

نوازشات اور دعائیں

سرپرستِ مجلس شرعی حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری دام ظلہ العالی
زیب سجادۂ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف

اہلِ سنت و جماعت کی مایۂ ناز درس گاہ **جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ** اپنی علمی و دینی، ملی و سماجی خدمات کے حوالے سے ہند و بیرونِ ہند امتیاز و انفرادیت کی حامل ہے اور مستقبل میں اس ادارے سے مثبت توقعات ہیں۔

اس عظیم مذہبی ادارے نے جماعتِ اہلِ سنت کو جلیل القدر فقہا، شان دار خطبا، معروف صاحبانِ قلم، باصلاحیت اساتذہ، قادر الکلام مناظر اور ماہرینِ فن عطا کیے۔ آج پوری دنیا میں فرزندان اشرفیہ پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف انداز میں اپنی اپنی بساط کے مطابق خدمتِ علم و دین اور خدمتِ خلق میں مصروفِ عمل ہیں۔

مجلسِ شرعی کا قیام بھی انھیں گراں قدر خدمات کی ایک کڑی ہے جس کی داغ بیل اب سے ستائیس سال قبل اس فقیر برکاتی کی شمولیت کے ساتھ ڈالی گئی۔ اس مجلسِ شرعی کے سرپرست سربراہِ اعلیٰ حضرت عزیز ملت صاحب، صدر حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب اور ناظم حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب ہیں۔

مجلسِ شرعی کے زیرِ اہتمام اب تک ستائیس فقہی سیمینار ملک کے مختلف شہروں اور صوبوں میں فقہی مسائل کے تحت منعقد ہوئے، بیسویں فقہی سیمینار کی میزبانی کا شرف خود فقیر قادری برکاتی کے حصہ میں آیا جو **جامعہ البرکات علی گڑھ** میں منعقد ہوا۔

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ بائیس سال گزرنے کے بعد **ساٹھ اہم جدید فیصلوں** پر مشتمل فقہی ریسرچ کا انسائیکلوپیڈیا بنام "مجلس شرعی کے فیصلے" منصۂ شہود پر آیا، اور اب چونتیس

فیصلوں پر مشتمل فقہی ریسرچ کا گراں بہا سرمایہ ستائیسویں سال منصۂ شہود پر آرہا ہے۔

اس کتاب میں دورِ جدید میں پیدا ہونے والے کثیر مسائل کا تسلی بخش جواب قرآن و حدیث، اجماعِ امت، قیاس اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں دیا گیا ہے۔ حالاتِ زمانہ کے تغیر سے شریعت کے فروعی مسائل میں کس قدر تبدیلی آتی ہے، اس کا تفصیلی ذکر حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے اپنی کتاب ”فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت“ اور فیصلے کی جلد اول میں فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مفتی صاحب نے بڑی جاں فشانی کے ساتھ ان فیصلوں کو مرتب کرکے منظرِ عام پر لانے کی قابلِ قدر کوشش فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی کوشش کو قبول فرمائے اور جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم سب اس کتاب کی اشاعت پر اراکینِ مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ کے ارکان و اساتذہ و مفتیانِ عظام اور جملہ شرکائے کرام کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مبارک باد پیش کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے اور مزید خدمتِ دین و علم و خلق کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

(سید محمد امین)

صدر البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ

کلمات طیبات

سرپرست مجلس شرعی حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی دام ظلہ العالی
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

"مجلس شرعی" ملک کی عظیم دانش گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا ایک اہم شعبہ ہے جو ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء میں قائم کیا گیا۔ اس کے قیام کے اصل محرک و منصوبہ ساز ناظم مجلس شرعی حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب ہیں۔ انھوں نے ہی فقہی سیمینار کے طریقۂ کار کی نشان دہی کی، لائحہ عمل تیار کیا اور ہم سب نے کوشش کر کے شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کو مجلس کے قیام کے لیے راضی کیا، پھر حضرت نے اس کی سرپرستی ونگرانی قبول فرمائی۔ ہمیں یقین ہے کہ آج بھی ان کا روحانی فیض جاری ہے۔ اس طرح یہ کاروان علم وتحقیق آگے بڑھا اور آج اس کے نتائج ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مجلس شرعی کے زیر اہتمام اب تک ۲۶؍ کامیاب فقہی سیمینار ہو چکے ہیں اور نوّے [۹۰] سے زائد مسائل باتفاق رائے حل ہوئے ہیں جو مجلس شرعی کے ارکان، رفقا اور مندوبین علما و محققین کی بہت بڑی کامیابی اور سببِ شادمانی ہے۔

مجلس شرعی کے فقہی سیمیناروں کے فیصلے ماہ نامہ اشرفیہ کے متعلقہ شماروں میں شائع ہوتے رہے ہیں لیکن وہ متفرق شمارے محفوظ رکھنا ایک دقت طلب کام ہے اس لیے چھ سال پہلے ہی بیس سیمیناروں کے ساٹھ [۶۰] فیصلے یکجا کتابی شکل میں "مجلس شرعی کے فیصلے" جلد اول کے نام سے شائع کیے گئے جن کی ترتیب وتحقیق کا کام ناظم مجلس شرعی حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب نے انجام دیا اور اس کتاب پر ایک تفصیلی مقدمہ بھی تحریر کیا جو مجلس شرعی کی تاریخ اور کارکردگی، وغیرہ سے متعلق ایک دستاویزی نوعیت کی تحریر ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بڑی وسعت نظر اور دقّتِ فکر اور آزادی گفتار کے ساتھ مسائل کے تمام گوشوں پر بحثیں ہوتی ہیں، پھر اتفاق رائے کے بعد اسے فیصلے کی شکل دی جاتی ہے۔ فیصلہ

تحریر کرنے کا کام زیادہ تر صدر مجلس شرعی و ناظم تعلیمات حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب انجام دیتے ہیں جس میں حذف و ترمیم کی بہت کم گنجائش رہتی ہے۔ ان کی صدارت قابل اعتماد اور لائق تحسین ہے۔

ہمیں شروع سے ہی ایسے رفقا ملے جو انتہائی امانت داری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیتے ہیں۔ پوری اسلامی دنیا ان کی علمی لیاقت اور تحقیقی مزاج سے آشنا ہے اور ان کی صدارت و سربراہی کو تسلیم کرتی ہے۔ ان میں دو نام بڑے اہم ہیں: ایک مصباحی صاحب اور دوسرے مفتی صاحب۔ جامعہ اشرفیہ کے دیگر اساتذہ بھی لائق ستائش ہیں کہ وہ بھی مجلس شرعی اور فقہی سیمینار کے کاموں میں بڑی تندہی کے ساتھ حصہ داری نبھاتے ہیں اور دارالعلوم کی تدریسی ذمہ داریاں بھی ادا کرتے ہیں۔ اللہ انھیں سلامت رکھے، آمین۔

مجلس شرعی کے پہلے سرپرست و نگراں حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ تھے۔ اب اس کے سرپرست امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف اور راقم الحروف [حضرت عزیز ملت دام ظلہ العالی] ہیں۔ مجلس کے نو [۹] فقہی سیمیناروں کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہو گیا، یہ وقفہ ساڑھے چار سال کا تھا۔ اس دوران حضرت امین ملت کو مجلس شرعی کی یاد آئی اور انھوں نے کہا کہ فقہی سیمیناروں کا انعقاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، اس لیے یہ سلسلہ جاری کیا جائے۔ چناں چہ یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوا اور الحمد للہ آج تک جاری ہے۔

زیر نظر "مجلس شرعی کے فیصلے" جلد دوم میں چھ سیمیناروں کے چونتیس فیصلے شامل ہیں، یہ کتاب بھی مفتی صاحب نے مرتب کی ہے۔ اس سے قبل: صحیفہ مجلس شرعی [جلد اول و دوم]، مجلس شرعی کے فیصلے [جلد اول]، جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے [تین جلدیں] جیسی اہم فقہی و علمی کتابیں ان کی ترتیب و تحقیق کے ساتھ طبع ہو کر منظر عام پر آئی ہیں۔ یہ کتابیں انڈیا کے علاوہ پڑوسی ملک پاکستان سے بھی شائع ہوئی ہیں، جو ان کی مقبولیت اور ضرورت کی علامت ہے۔

مجھے امید ہے کہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی دیگر مطبوعات کی طرح یہ کتاب بھی کافی مقبول ہوگی اور عوام و خواص اس سے استفادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مرتب اور دیگر معاونین کو مزید دینی کاموں کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

عبد الحفیظ عفی عنہ
[سرپرست مجلس شرعی و سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور]
۲۹ر صفر المظفر ۱۴۴۱ھ/ ۲۹ر اکتوبر ۲۰۱۹ء، چہار شنبہ

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بائیسویں فقہی سیمینار کا

خطبۂ استقبالیہ

از: عزیز ملت حضرت علامہ شاہ **عبدالحفیظ** مصباحی
سرپرست مجلس شرعی، وسربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَ الْكَرَمِ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ.

آج ہم اور آپ مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ کے بائیسویں فقہی سیمینار میں شرکت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور اس کی رحمتوں اور برکتوں سے شاد کام ہو رہے ہیں۔

حضرات مندوبینِ کرام! سب سے پہلے تو میں صمیم قلب سے آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس کڑاکے کی سردی میں آپ نے مجلسِ شرعی جامعہ اشرفیہ کے ارکان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور ہماری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے دور دراز کا سفر کیا، صعوبتیں اور تکلیفیں اٹھائیں اور ناموافق حالات سے دو چار ہوتے ہوئے آپ یہاں تشریف لائے۔ یہ آپ کی ملی اور مذہبی ضرورت کے تعلق سے بیداری کی دلیل ہے۔ جب تک ہمارے اور آپ کے اندر یہ امنگ، یہ جذبہ کارفرما رہے گا اس وقت تک سخت سے سخت رکاوٹ بھی ہمارے بڑھتے ہوئے قدم کو روک نہیں سکتی۔

آج سے تقریباً بائیس سال قبل میں نے شارحِ بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا تھا کہ جدید مسائل کے حل کے لیے ایک مجلس قائم کی جائے، لیکن آپ نے اس وقت میری بات پر کوئی خاص توجہ نہ دی تو میں نے حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت مفتی صاحب سے آپ فرمائیں تو شاید تیار ہو جائیں۔ علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قوم و ملت کی ضرورتوں کو سمجھتے تھے اور شدت کے ساتھ اس کی ضرورت بھی محسوس کرتے تھے، اس دور کے تقاضوں سے کما حقہ واقف

تھے، انھوں نے مذہبِ حق اہلِ سنت و جماعت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

بہر حال انھوں نے شارحِ بخاری علیہ الرحمہ کے سامنے یہ تجویز رکھی تو حضرت نے فرمایا کہ اس سلسلے کو آگے کیسے بڑھایا جائے گا، آپ کو تو تجربہ ہے، آج سے کئی سال پیش تر آپ نے یہ کام شروع کیا تھا، کتنے لوگوں نے آپ کا ساتھ دیا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت آپ کام شروع کیجیے، آپ کا اسٹاف بہت بڑا ہے، ان شاء اللہ کام ہوگا، ان کے اصرار پر حضرت مفتی صاحب نے منظور فرما لیا۔ اسی موقع پر میں نے حضرت سے عرض کیا تھا کہ حضور اب تو آپ عمر کے آخری حصے میں پہنچ چکے ہیں، آپ کے بعد کیا ہوگا؟ کون اس ذمہ داری کو سنبھالے گا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے مفتی محمد نظام الدین کو تیار کر دیا ہے، مجھے پوری امید اور مکمل اعتماد ہے کہ وہ میرے بعد اس جگہ کو پُر کر دیں گے اور میری کمی محسوس نہیں ہونے دیں گے۔ آج آپ کے سامنے اسے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شارحِ بخاری علیہ الرحمہ نے انھیں (حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کو) تیار کر کے امانت کے طور پر ہمارے حوالے کیا ہے، آپ ان سے مطمئن تھے اور ان پر آپ کو مکمل اعتماد تھا۔

حضرات! اللہ رب العزت کا بے پایاں کرم و احسان ہے کہ اب تک اس سیمینار سے ساٹھ سے زائد جدید مسائل حل ہو چکے ہیں اور آپ حضرات کی محنتیں رنگ لائیں کہ بیس سیمیناروں کے فیصلے شائع بھی ہو گئے۔ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی نے بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی کے ساتھ تمام فیصلے مرتب کیے، فیصلے کے اصل الفاظ کو باقی رکھتے ہوئے جہاں ضرورت محسوس کی اور جہاں کسی قسم کی دشواری سمجھی، حاشیہ میں اس کی وضاحت اور تفصیل کر دی ہے، اس کے لیے وہ ہم سب کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

امسال جو عنوانات رکھے گئے ہیں، ان کی اہمیت بتانے کی ضرورت نہیں، سوالات اور ان سے متعلق گوشوں کو دیکھنے اور مراحلِ تحقیق سے گزرنے کے بعد آپ کو بخوبی اندازہ ہے کہ دورِ حاضر میں اِن مسائل کی کس قدر ضرورت ہے۔ ● ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنت کی تعیین و تفصیل ● فقہی فروعی اختلاف کی شرعی حیثیت ● اور انٹرنیٹ سے قبلِ قبضہ سلسلہ وار اشیا کی خرید و فروخت کا شرعی حکم وغیرہ مسائل میں کتنی دشواریاں پیش آتی ہیں، یہ تمام چیزیں آپ سے مخفی نہیں، لیکن آج الحمد للہ وہ تمام امور منقح ہو کر آپ کی کوششوں سے سامنے آ چکے ہیں۔ مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر علمائے کرام کی تحقیقاتِ نادرہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ حضرات نے جو فیصلے کیے ہیں وہ تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

بس انھیں جملوں کے ساتھ پھر میں آپ تمام حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات یہاں تشریف لائے، ہم آپ کے شایانِ شان نہ آپ کا استقبال کر سکے اور نہ خاطر مدارات کر سکے، اگر کوئی کمی ہماری طرف سے رہ گئی ہو تو یہ سمجھیے کہ ہم دین کی خدمت کے لیے آئے تھے، اگر یہ جذبہ آپ کے اندر رہے گا تو اس کمی کا احساس نہیں ہوگا، ویسے ہم اس کے لیے معذرت خواہ ہیں، ہم سے جو کچھ بھی ہو سکا ہم نے کیا، کوشش کرتے ہیں اور ان شاء اللہ کوئی مشورہ ہمارے سامنے آئے گا تو ہم اس پر بھی غور کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایک گزارش ہماری آپ سے یہ بھی ہے کہ ان حضرات کو بھی آپ ذہن و فکر دیں جو دعوت دینے کے باوجود مجلسِ شرعی کے فقہی سیمینار میں شریک نہیں ہوتے۔ انھیں بتائیں کہ یہ کسی ایک فرد کا کام نہیں، بلکہ پوری ملت کی ضرورت ہے اور اس میں شرکت ہمارا دینی و ملی فریضہ ہے۔ ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت" جب تک جسم سے روح کا تعلق باقی ہے اس وقت تک زندگی ہے اور جب یہ تعلق ختم ہو جاتا ہے تو آدمی مر جاتا ہے، اس لیے ہمیں متحد رہنا چاہیے، وہی لوگ ترقی کرتے ہیں جو متحد ہوتے ہیں، ہماری خواہش یہی ہے کہ تمام لوگ متحد ہو کر کام کو آگے بڑھائیں۔

ہم اپنے ان تمام احباب کے شکر گزار ہیں جنھوں نے کسی بھی طرح اس کارواں کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کیا، دعوتِ اسلامی کے افراد نے ہمارے مندوبین کی ضیافت کا معقول بندوبست کیا، ہم ان کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مفتی بدر عالم مصباحی اور مولانا صدر الوریٰ قادری نے جو کاوشیں کی ہیں اس پر وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔

محترم حضرات ہم اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے ایک بار پھر آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اپنی آمد سے سیمینار کو زینت بخشی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کا سچا خادم بنائے اور مسائل کے حل میں فکرِ صائب کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ اگر ان چند جملوں میں کوئی بات ناگوارِ خاطر ہو تو درگزر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی کوشش قبول فرمائے اور آپ کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.

عبد الحفیظ عفی عنہ

۱۵/ صفر ۱۴۳۶ھ / ۹/ دسمبر ۲۰۱۴ء

خطبات صدارت

از : صدرِ مجلس شرعی حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی
ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

۲۲ویں، ۲۳ویں، ۲۴ویں سیمینار سے متعلق
خطبۂ صدارت کے خاص اقتباسات

بائیسویں سیمینار سے متعلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — حَامِدًا وَّ مُصَلِّيًا وَ مُسَلِّمًا

ہماری خوش قسمتی ہے کہ کئی برسوں کے بعد مجلس شرعی کا سیمینار مبارک پور کی سرزمین پر اور جامعہ اشرفیہ کے احاطے میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے آپ کو پونے، علی گڑھ، بھیونڈی، ممبئی وغیرہ کے اسفار کی زحمت دی جا چکی ہے۔ بعَونہٖ تعالیٰ آپ حضرات کی محنتوں سے ہمارا علمی وفقہی کارواں کامیابیوں سے ہم کنار ہوتا رہا ہے، جس پر تمام شرکاے سفر بجا طور سے تحسین ومبارک باد کے مستحق ہیں، خواہ وہ آج ہم میں موجود ہوں یا دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں۔ جزاهم الله تعالى خير ما يجزى به العلماء المخلصين العاملين فى سبيل الدين والعلم.

بڑی مسرت ہے کہ اکیسویں سیمینار کے علاوہ باقی بیس سیمیناروں کے فیصلوں کا مجموعہ چند ماہ پہلے منظر عام پر آچکا ہے۔ بلا شبہہ یہ علما و مفتیان کرام اور طالبان احکام شرعیہ کے لیے ایک بیش بہا ذخیرہ اور مجلس شرعی کے مندوبین کرام کی بیس سالہ کاوشوں کا خوش نما گل دستہ ہے جس سے إن شاء المولىٰ تعالىٰ دین داروں اور علم دوستوں کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوں گی۔ اس اہم علمی وفقہی پیش کش پر میں حضرت مرتب مفتی محمد نظام الدین رضوی اور ان کے تمام رفقا و معاونین نیز جملہ شُرکا و مندوبین کو دل کی اتھاہ

★ بائیسواں فقہی سیمینار، منعقدہ ۱۶/ ۱۷/ ۱۸/ صفر ۱۴۳۶ھ/ ۹/ ۱۰/ ۱۱/ دسمبر ۲۰۱۴ء

گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ان سبھی کرم فرماؤں کی کاوشیں مقبول و مشکور فرمائے۔ امید ہے کہ باقی ماندہ سابقہ اور آئندہ فیصلوں کا مجموعہ بھی اسی طرح یا اس سے زیادہ شان و شوکت کے ساتھ فردوسِ نظر ہوتا رہے گا۔ واللہ الموفّق و بیدہ الخیر.

حضرات مندوبین کرام! بائیسویں فقہی سیمینار میں آپ کی شرکت پر میں آپ کا پُر جوش خیر مقدم کرتا ہوں۔ تشریف آوری سے قبل آپ نے مجلس کو اپنی علمی و فقہی نگارشات سے نوازا، اس پر میں سبھی اہل قلم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مقالات کی تلخیصیں ہو چکی ہیں جو پروگرام کے مطابق پیش ہوتی رہیں گی۔ اب آپ کا اہم کام تنقیح طلب امور کو حل کی منزل تک پہنچانا اور واضح فیصلوں کا روپ دینا ہے۔ اس کے لیے آپ کو اپنی علمی و فکری توانائیوں کے ساتھ اخلاص قلب، انابت الی اللہ، رجوع الی الرسول اور ائمہ دین کے ساتھ ربط باطن کی قوّتوں کو بھی بروے کار لانا ہے۔ اس کے بعد ان شاء اللہ الرحمٰن میدان آپ کے ہاتھوں، اور حق و صواب کا روے روشن آپ کے سامنے ہوگا۔ بعونہ جلّ جلالہ و بکرم رسولہ علیہ الصلاۃ و السلام و بفیوض الأئمّۃ الأجلّۃ الکرام.

ہم اور آپ دیکھتے آئے ہیں کہ مقالات میں اختلافِ آرا نمایاں رہتا ہے۔ ابتداءً گمان ہوتا ہے کہ کسی ایک حتمی راے پر شاید سب کا اتفاق نہ ہو سکے مگر بیشتر مسائل میں یہی ہوا ہے کہ ایک راے پر بڑی نیک نیتی اور صاف دلی کے ساتھ مندوبین کرام کا اتفاق ہو گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے علماے کرام کا مطمحِ نظر یہ نہیں ہوتا کہ ہم نے جو لکھ دیا یا جو کہہ دیا وہی تسلیم کیا جائے بلکہ ان کا نیک مقصد یہ ہوتا ہے کہ دلائل کی روشنی میں جو حق ہو اسے قبول کیا جائے، پہلے سے ہماری فکر اور ہماری راے جو بھی رہی ہو۔ مشہور مقولہ ہے کہ ”انسان سے خطا ہو جانا عیب نہیں بلکہ حق واضح ہو جانے کے بعد خطا پر قائم رہنا یہ عیب ہے“ اور سنگین جرم بھی۔ رب کریم ہم سب کا سینہ جستجوے حق اور قبول حق کے لیے کشادہ فرمائے، آمین یا أکرم الأکرمین، بجاہ حبیبک سید المرسلین، صلّ علیہ و علیہم و علی آلہ و صحبہ أجمعین .

حضرات! آج کی مناسبت سے میرا ضروری خطبہ تو سطور بالا پر ختم ہو جاتا ہے مگر آج کے حالات اور آپ کی چارہ گر شخصیات کو دیکھتے ہوئے دل درد مند چند باتیں عرض کرنے کے لیے مضطرب ہے۔ نہ معلوم آپ سے ملاقات اور گفتگو کی باری پھر کب آئے ؎

امیرؔ جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے — پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے، نہ رہے

حضرات! مجھے تلخ نوائی سے معاف رکھیں گے۔ ہمارے سروں پر رب العالمین احکم الحاکمین کی جانب

سے ایک اہم ذمہ داری یہ رکھی گئی ہے کہ ہم اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں اور جو اسلام کا نام لینے کے باوجود راہ حق سے دور ہیں انھیں حق آشنا کر کے قریب لائیں اور جو حق سے آگاہ ہیں مگر عمل سے دور ہیں انھیں عمل خیر کی دعوت دیں اور شریعت کا پابند بنائیں مگر ہم اس ذمہ داری کو کس حد تک انجام دے رہیں ؟ یہ آج کا اہم سوال ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ غیروں میں اپنے باطل کو بڑھانے اور پھیلانے کے جذبات بُری طرح موج زن ہیں۔ ان کی نت نئی تدبیروں اور ضلالت خیز حربوں کے نتیجے میں ہماری بڑی بڑی آبادیاں اور اچھے اچھے شہر ہمارے ہاتھ سے نکل چکے ہیں اور ہمیں بازیافت کی کوئی فکر نہیں۔

ہمارے یہاں نہ خطبا و مقررین کی کمی ہے، نہ گراں بار جلسوں اور لاکھوں لاکھ روپے میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں کی کمی ہے۔ مگر دعوت حق کے مخلصانہ جذبات اور بے لوث داعیانِ دین کی بڑی کمی ہے۔ آج کے خطیب اور درد مند داعی حق میں بڑا فرق ہے۔

یہ خطیب وہاں جاتا ہے جہاں زمین پہلے سے ہموار ہے۔ اسے چاہنے والے اور زوردار نعرے لگانے والے پہلے سے موجود ہیں۔ اس کے لیے وہ لاکھوں لاکھ خرچ کر چکے ہیں اور مزید نذر و نیاز کے لیے ہمہ تن تیار ہیں۔

داعیِ حق وہاں جاتا ہے جہاں نہ اُس سے کوئی آشنا، نہ اس کے مذہب اور مشن کا کوئی شیدا، وہ اپنے خرچ سے لوگوں کو جمع کرتا ہے اور اپنی بات سنا کر ناآشناؤں کو آشنا بناتا ہے اور بے راہوں کو راہ پر لاتا ہے۔ مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ جب کسی بندر گاہ پر اتر کر کسی شہر میں جاتے تو انھیں کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا، اور ماہ دو ماہ کی تبلیغ کے بعد واپسی کے لیے جب بندر گاہ پر آتے تو ایک جم غفیر ان کے پیچھے ہوتا، آنکھیں جدائی کے غم سے اشک بار اور دل فرقت کے احساس سے بے تاب ہوتے۔ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ بندر گاہ اور جہاز کا عملہ محوِ حیرت بنا ہوتا۔ کیا کسی پیشہ ور خطیب کی آنکھوں نے بھی اپنے لیے یہ منظر کبھی دیکھا ہے ؟ درد مند مبلغ ور ہنما بھیگی پلکوں کے سایے میں واپس آ گیا۔ مگر اس شہر اور اس ملک میں کئی ادارے، انجمنیں اور تنظیمیں چھوڑ آیا جو آج بھی کسی نہ کسی شکل میں برسر کار ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ آج غیروں کے پھیلنے اور اپنوں کے سمٹنے کی سب سے بڑی وجہ داعیانہ جذبات اور مخلصانہ خدمات کا فقدان ہے۔ ہمارے گرد چند سَو یا چند ہزار جوشیلے نعرے لگانے والے جمع ہو گئے تو ہم نے سمجھ لیا کہ ساری دنیا میں ہم ہی ہم ہیں۔ جب کہ روزانہ ہمارے کارآمد اور بیش قیمت افراد ہمارے کیمپ سے نکل کر دوسروں کے کیمپ میں داخل ہو رہے ہیں۔ ان پر ہم نے ضلالت و گمراہی یا کفر و ارتداد کا حکم لگا کر سمجھ لیا کہ ہماری ذمہ داری پوری ہو گئی۔ وہ کیوں ہم سے کٹے اور دوسروں سے جڑے ؟ ہم نے ان کو بچانے یا واپس

لانے کے لیے انتھک کوشش کیوں نہیں کی؟ اس بارے میں احکم الحاکمین کے یہاں نہ ہم سے کوئی سوال ہوگا نہ ہمیں کوئی جواب دینا پڑے گا۔

میں نہیں سمجھتا کہ یہ سوچ کبھی درست ہو سکتی ہے اور اتنی آسانی کے ساتھ کوئی اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اگر غفلت کا یہی حال رہا تو خسارے اور زیاں کی وہ شکل بھی دیکھنی پڑے گی جس کے بعد کسی تدارک کی امید نہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ دعوت اور داعیان حق یکسر معدوم ہیں مگر جس طرح غیروں کے یہاں سرگرمیاں ہیں اور ان کے اندر اپنے کو بڑھانے پھیلانے کے لیے جو محنت اور تگ ودَو ہے وہ ہمارے یہاں معدوم نہیں تو اس سے قریب ضرور ہے۔ پھر مقابلہ کیسے ہو؟ اور اپنوں کا تحفظ کیسے ہو؟

دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی کی سرگرمیاں یقیناً قابل تحسین اور لائق تائید ہیں۔ مگر المیہ یہ ہے کہ ان کی بھی ناقدری ہو رہی ہے، نہ خود آگے بڑھ کر کام کرنے کا جذبہ، نہ دوسرے کو کام کرتا ہوا دیکھنا گوارا۔ آخر ملت اور جماعت کا فروغ کیسے ہو؟ اور بدمذہبی و بے دینی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند کون باندھے؟

ہمیں خود داعیانہ فکر پیدا کرنی ہوگی اور دوسرے داعیوں کی بھی حوصلہ افزائی کرنی ہوگی، تاکہ ہر محاذ پر کام ہو سکے۔ آج درس گاہوں سے نکتہ رس مدرِّس اور زبان آور خطیب تو بہت پیدا ہو جاتے ہیں مگر مخلص مبلغین کی پیداوار افسوس ناک حد تک کم ہے۔ حالات کا مقابلہ کرنا ہے تو دانش مندی اور منصوبہ بندی کے ساتھ قدم آگے بڑھانا ہوگا۔ ہر میدان کے افراد تیار کرنا اور انھیں کام سے لگانا ہوگا۔

حکومتی اور ملکی پیمانے پر بھی ہمیں اپنی شناخت بنانے کی ضرورت ہے۔ صحافت کے میدان میں بھی نمایاں حصہ لینا ہوگا۔ کیا وجہ ہے کہ اس ملک میں اور دوسرے ممالک میں دینی قائدین کے عنوان سے جب نام لیا جاتا ہے تو دوسروں کا۔ ہم نے سارے میدان غیروں کے لیے خالی چھوڑ دیے، اسی کا انجام مختلف شکلوں میں سامنے آتا رہتا ہے۔

عربی اور انگریزی زبان میں بھی ہمیں قرآن وحدیث، سیرت رسول اور دوسرے دینی عنوانات پر تیزی سے کام کرنے کی ضرورت ہے جس کے لیے اچھے اہل قلم کے کئی گروپ بنا کر کام سپرد کرنا ہوگا۔ بعض تنظیموں اور اداروں کی جانب سے کچھ کام ہوا ہے جو قابل تحسین و آفریں ہے مگر اسے مزید بڑھانے اور منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ عرب دنیا سے ہندوستان کی اسلامی شخصیات کو پوچھیے تو غیروں کے درجنوں نام سننے کو مل جائیں گے اور اہل سنت کے دو چار نام بھی شاید ہی سننے میں آئیں۔

یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ ہمارے پاس وسائل نہیں، فلاں کے پاس وسائل ہیں اسے یہ کام کرنا چاہیے، اور فلاں جب کام شروع کردے تو وہ بھی برداشت نہ ہو، اس کی غیر واقعی خامیوں کی فہرست بڑی باریک بینی اور پیچ در پیچ منطقی ترکیبوں سے تیار کی جائے اور اسے رسوا کرنے کے لیے وسائل کی ساری فراوانی منظر عام پر آ جائے۔ وہی فراوانی جو سچے دینی کام کے لیے مفقود تھی، اب موجود ہے۔

میں کہتا ہوں وسائل پیدا کرنا اور انھیں خیر کے لیے استعمال کرنا بھی ذمہ داری میں داخل ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ آدمی کا دل اگر تیار ہو تو وہ بڑے بڑے کام کی راہیں پیدا کر لیتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

آج کا وقت ایک دوسرے پر الزام اور ذمہ داری ڈالنے کا نہیں متحد ہو کر یا الگ الگ خود آگے بڑھنے اور ہر محاذ پر کام سنبھالنے کا ہے۔

ہاں اگر اپنے فرض کا نہ احساس ہو، نہ قوم کے زیاں کا درد ہو، نہ قیامت میں جواب کی فکر ہو، صرف زبان عوام سے چھٹکارا حاصل کرنا پیشِ نظر ہو تو ایک نہیں، ہزار بہانے بنائے جاسکتے ہیں۔

آپ ملت کا دل و دماغ ہیں، آپ سے قوم کی امیدیں وابستہ ہیں، آپ کو خود بھی کام کرنا ہے اور دوسروں کو بھی کام سے لگانا ہے اور جو کسی محاذ پر کسی پیمانے پر کام کر رہے ہیں ان کی قدر شناسی اور عزت افزائی بھی کرنی ہے۔ مولاے کریم ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔ وهو المستعان و عليه التُكلان، والصلاة و السلام على حبيبه سيد الإنس و الجانّ و على آله و صحبه ما تعاقب الملوان .

باتیں بہت تھیں مگر میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں:

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

فقہی سیمینار کی افادیت

تیئیسویں سیمینار کے خطبے سے اقتباس

ان فقہی علمی مذاکرات کا ایک عام فائدہ ہے جو پوری قوم کو ملتا ہے، وہ یہ کہ پیچیدہ مسائل اور معاملات میں صحیح راہ عمل کا علم ہوتا ہے اور غیر مشروع طریقوں سے بچ کر شرعی طریقوں پر کاربند ہونے کی ہدایت ملتی ہے۔ دوسرا خاص فائدہ ہے جو اہل علم اور ارباب تحقیق کو حاصل ہوتا ہے:

جو حضرات مقالات لکھتے ہیں انھیں اپنے موضوع کو سر کرنے کے لیے کافی فکر و تدبر اور غور و خوض سے کام لینا پڑتا ہے۔ کتابوں کی مراجعت اور تلاش مطلوب کے دوران بہت سے احکام و مسائل نظر سے گزرتے ہیں اور ذخیرۂ معلومات میں گراں بہا اضافہ ہوتا ہے۔ اگر تحقیق و نگارش کی یہ تقریب نہ پیدا ہوتی تو ان مسائل کو دیکھنے یا تازہ کرنے کی طرف توجہ شاید مدتوں نہ ہوتی۔

جو حضرات مقالات کا مطالعہ کرتے اور مذاکرات میں حصہ لیتے ہیں ان کا سابقہ بھی کثیر جزئیات اور پیچیدہ مبادی سے پڑتا ہے جنھیں عبور کیے بغیر منزل تک رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ اس طرح انھیں بھی خاصی فکری محنت اور ذہنی ورزش سے گزرنا پڑتا ہے۔

عام ذی علم سامعین کو بھی بہت سے مسائل جاننے اور طریقۂ بحث و استدلال اخذ کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

الغرض مجلس شرعی کی فقہی تحریک اور علماے کرام و مفتیانِ عظام کی علمی و قلمی کاوشوں سے ہمہ جہت، دور رس اور دیرپا فوائد حاصل ہو رہے ہیں جس پر یہ سبھی حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مولا تعالیٰ ان کی علمی کاوشیں اور ان کے بیش بہا ثمرات ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔

اس سلسلے میں جن شخصیات اور اداروں نے مجلس شرعی کا کسی طرح کا کوئی تعاون کیا ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں۔ ربّ کریم سب کو اپنی جزاے فراواں سے شاد کام فرمائے۔

اخیر میں اپنے معزز مہمانوں سے عرض گزار ہوں کہ آپ کی خدمت و ضیافت میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی ہو تو معاف فرمائیں اور انتظام میں بہتری لانے کے سلسلے میں ہماری بساط کو دیکھتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ آج بہت سے سیمینار حکومتوں کے زیر سایہ یا ان کے خطیر مالی تعاون سے

★ تیئیسواں فقہی سیمینار: ۱۶/ ۱۷/ ۱۸/ صفر ۱۴۳۷ھ / ۲۸/ ۲۹/ ۳۰/ نومبر ۲۰۱۵ء

انعقاد پذیر ہوتے ہیں اور مندوبین کی خدمت و ضیافت بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوتی ہے۔ یقیناً ظاہری آرائش و زیبائش اور راحت و آسائش میں ان کی برابری مشکل ہے مگر دینی کاوشوں کی جو عظمت اور مخلصانہ سرگرمیوں کا جو عظیم اجر ہے کوئی دنیاوی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مولا تعالیٰ ہمارے تمام معاونین و مخلصین کو اپنی رضا و خوشنودی کی دولت سے نوازے اور انھیں دارین کی آفتوں سے محفوظ و مامون رکھے۔

چوبیسویں سیمینار کے خطبے سے اقتباس

مقالات اور تلخیصات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ بہت سے معاملات میں رایوں کا اختلاف ہے اور کسی بھی نئے علمی و فکری سفر میں یہ ناگزیر ہے۔ ہر اشہبِ فکر ایک ہی سمت میں رواں ہو اور ہر طائرِ نظر ایک ہی رخ پر محوِ پرواز ہو ایسا بہت ہی نادر و نایاب ہے۔

مگر امید ہے کہ جب آپ حضرات پوری فکری توانائی اور اخلاصِ قلب کے ساتھ غور و خوض کریں گے اور مباحثہ و مذاکرہ میں سرگرم حصّہ لیں گے تو اِن شاءاللہ الرحمٰن مشکلات کی گرہیں کھلتی ہوئی اور اختلافِ آرا کے بادل چھٹتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہر باب میں ایک محقّق اور منقّح فیصلہ سامنے آئے گا جس سے بے تاب دلوں کو قرار اور مشتاق روحوں کو سکون نصیب ہوگا جیسا کہ اس سے پہلے کے سیمیناروں میں مشاہدہ ہوتا رہا ہے۔ والحمد لله ، و هو وليُّ كلِّ نعمة و إنّه ذو الفضل العظيم.

اس سیمینار میں بینک گارنٹی لیٹر، ای کامرس اور آن لائن بین الاقوامی تجارت جیسے نئے موضوعات زیرِ بحث ہیں اور اس سے قبل بھی تجارتی و اقتصادی میدان کے بہت سے مسائل زیرِ بحث آ چکے ہیں۔ در اصل مغربی تاجرین کو کسی طریقۂ تجارت کے جواز و عدم جواز سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، صرف عاجلانہ منفعت اور کثیر سے کثیر مالی فوائد پر ان کی نظر ہوتی ہے، اسی بنیاد پر وہ کوئی بھی طریقہ ایجاد کرتے ہیں اور اسے اس قدر عام کرتے ہیں اور اتنا دل کش بناتے ہیں کہ پوری دنیا اُس میں گرفتار ہو جاتی ہے پھر جب وہ طریقے علمائے شریعت کے سامنے آتے ہیں تو انھیں سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جواز کا حکم دیں تو اس کے لیے کوئی واضح اور ٹھوس بنیاد ہونی ضروری ہے اور اگر حکم جواز کی کوئی صورت نہیں نکلتی تو ایک دل کش اور منفعت بخش معصیت کی دلدل سے اپنی قوم کو باہر نکالنا بڑا زبردست چیلنج ہوتا ہے۔

حضرات! اہلِ مغرب کی کارستانیاں اتنے ہی پر بس نہیں، ان کا اقتصادی حلقہ اگر ایک طرف تجارتی میدان میں نت نئے منفعتی اختراعات سامنے لاتا ہے تو دوسری طرف ان کا اعتقادی اور سیاسی

★ چوبیسواں فقہی سیمینار: ۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ صفر ۱۴۳۹ھ/ ۷/ ۸/ ۹/ نومبر ۲۰۱۷ء

طبقہ طرح طرح سے مسلمانوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے اور انھیں نئے نئے حربوں کے ذریعہ اسلام سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حرکت استشراق اور مستشرقین کا وجود اسی فکر کے تحت عمل میں آیا جس کا تعاقب مسلم اہل قلم نے کیا اور ان کی خیانتوں کا پردہ اچھی طرح چاک کیا، اس سے گھبرا کر مغربی دماغ نے مال و دولت کے ذریعہ اچھے اچھے فتنہ خیز دماغوں کی خریداری کی تدبیر سوچی اور ایسی تنظیموں کو وجود بخشا جن سے وابستہ ہونے والے افراد کو دل کش انعامات سے نوازا جاتا ہے، دنیا بھر میں ان کی عبقریت کا اعلان کیا جاتا ہے، انھیں دلکش منصوبے بنا کر سرگرم عمل کیا جاتا ہے اور ان پر مال و دولت کی برسات کی جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ تنظیم کے سانچے میں ڈھل کر اطاعت و فرماں برداری کو اس کی آخری حد تک پہنچائیں، رب کی بندگی اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی غلامی سے زیادہ انھیں تنظیم کی غلامی و بندگی عزیز ہو، اس کی کافرانہ دفعات سے ظاہراً باطناً کسی طرح سر مو انحراف گوارا نہ ہو۔

ایسی تنظیمیں وجود میں آچکی ہیں جن کا فارمولا یہ ہے کہ یہودی، نصرانی، قادیانی، ہندو، سکھ، بدھشٹ وغیرہ سب اہل جنت ہیں، انسانوں کے کسی طبقے کو بھی کافر کہنے کی اجازت نہیں، شاتمانِ خدا و رسول اور اسلام کے بنیادی اصول و مبادی کو توڑنے والوں کی بھی تکفیر جائز نہیں۔ جو اس فارمولے کا پابند ہے اسی کے لیے تنظیم کے خزانوں کا دہانہ کھلا ہوا ہے اور جو اس سے منحرف ہو وہ کسی طرح کی داد و دہش کا مستحق نہیں۔

یہ تنظیمیں اپنے شیطانی مقاصد کی تکمیل کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کرتی ہیں اور خود مسلمانوں سے بھی ایسے عُقَلا کو خریدتی ہیں جو اپنی علمی یا سیاسی یا سماجی کارکردگی کی وجہ سے شہرت یافتہ ہوں،، جن کے پیچھے حامیوں اور معتقدوں کا ایک زبردست حلقہ ہو، جو اپنی دماغی قوت، تنظیمی لیاقت اور تقریری و تحریری صلاحیت کے باعث اچھے اچھے اذہان کو متاثر کرسکتے ہوں اور انھیں اپنے دامِ خوش نما کا پوری طرح اسیر بنا سکتے ہوں۔ مطمحِ نظر یہ ہے کہ اس طرح جب ایک شخص خرید لیا جائے گا تو اس کے ذریعہ ایک بہت بڑی جماعت تنظیم کے دامن میں آجائے گی اور مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ خود اسلامی اصولوں کو تاراج کرنے کے لیے میدان میں اتر پڑے گا اور قدیم مسلمانوں سے علمی و فکری جنگ کے لیے وہی کافی ہوگا، ملت اسلامیہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گی، اس کی اجتماعی قوت کے پرزے بکھر جائیں گے اور الزام بھی تنظیم کے سر نہ آئے گا بلکہ اس کا ذمہ دار مسلمان کہلانے والا کوئی مشہور قائد یا دانشور قرار پائے گا۔

بر صغیر پر انگریز سامراج نے اپنا پرچم نصب کیا تو مسلمانوں کی دفاعی اور اجتماعی قوت کو توڑنے

اور انھیں فرقوں میں تقسیم کرنے کے لیے افراد انگریزوں اور یہودیوں سے نہیں بلکہ مسلمان کہلانے والوں کے درمیان سے چُنے جس کا نتیجہ برٹش حکومت کے زوال کے بعد بھی ہمارے سامنے ہے۔

لیکن ہمارا مکّار و عیار دشمن ابھی اتنی ساری تفریق پر قانع نہیں بلکہ عالمی پیمانے پر ملتِ اسلامیہ کو بالکل ہی بے دست وپا اور ناتواں بنانے کے لیے مزید تدبیروں میں لگا ہوا ہے جن کی تفصیل کی اس مختصر خطبے میں گنجائش نہیں مگر ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

آپ جانتے ہیں کہ ائمۂ دین نے تکفیر کا حکم لگانے میں سخت احتیاط برتی ہے مگر بدلی ہوئی یہودیت، نصرانیت اور دیگر غیر اسلامی مذاہب پر اسلام کا لیبل لگانے یا ان کے ماننے والوں کو جنتی بتانے کی حرکت کبھی نہیں کی ہے۔ اسی طرح کسی نئی نبوت کا دعویٰ کرنے والے یا ختمِ نبوت کا انکار کرنے والے یا خدا و رسول اور اسلام کی کھلی گستاخی کرنے والوں کی تکفیر صریح سے کبھی انحراف بھی نہیں کیا ہے مگر اب بڑے دانشورانہ انداز، داعیانہ لباس اور مغالطہ آفریں اسلوب میں عدم تکفیر کے ایک نئے فتنے کو جگانے کی سازش رچی جا رہی ہے جس کا سِرا نہ ائمۂ دین سے ملتا ہے نہ صحابہ و تابعین سے بلکہ سراغ لگایا جاتا ہے تو اس کا سِرا سرکش شیاطین اور کھلے دشمنان دین سے ملتا ہے۔

پھر کچھ فروعی عقائد اور مسائل کو چھیڑنے کی بھی کوشش ہو رہی ہے جن میں سے بعض کفر تک نہیں تو ضلال تک ضرور پہنچتے ہیں اور بعض اس سے فروتر ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جمہور مسلمین جن فرعی عقائد و مسائل میں متحد نظر آ رہے ہیں ان میں بھی رخنہ اندازی کر کے کسی طرح انتشار و افتراق کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے اور اپنی قابلیت کا لوہا بھی منوایا جائے۔ اس طرح اگر چھوٹے فتنے مسلمانوں میں باریاب ہو جاتے ہیں تو کسی دن بڑا فتنہ بھی اپنی جگہ بنا لے گا اور دشمن کا خواب کسی طرح شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا۔

ماضی قریب میں امام احمد رضا قادری بریلوی قدّس سرہ (۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ) نے اصول دین اور حدود تکفیر و عدم تکفیر کو اپنی تحریروں میں اچھی طرح واضح و مبرہن کر دیا ہے اور ایک زمانے سے ان کے علم و تحقیق کا سکّہ رواں ہے، ان کا اخلاص و تقویٰ، عشق خدا و رسول، محبت اسلام و مسلمین اور علمی و قلمی دیانت و امانت کا سونا بھی جانچا پرکھا ہوا ہے، ان کی امامت و پیشوائی مسلَّم ہے اس لیے آج ان کے فتوائے تکفیر کو بھی خاص طور سے نشانہ بنایا جا رہا ہے اور ان کی امامت و دیانت پر بھی ہرزہ سرائی کی جا رہی ہے تاکہ اپنے باطل افکار کو امت میں اعتبار دے سکیں اور کہیں ان کی عبارتوں کی غلط تعبیر و تشریح یا بے جا استعمال کی بھی کوشش ہو رہی ہے تاکہ ان کا نام لے کر اپنے خود ساختہ فتنوں

کو فروغ دے سکیں۔ و العیاذ باللہ تعالیٰ۔

حضرات علماے کرام! آپ کے ہاتھوں میں کشتی ملت کی نگہبانی ہے اس لیے ہر طرح کے فتنوں سے ہمہ دم ہوشیار رہنے اور ان سے اپنی قوم کو بچانے کی بے دریغ کوشش آپ پر فرض ہے۔

فتنے ہماری اولاد میں اپنی جگہ بنا رہے ہیں، ہمارے مدارس کی چہار دیواریاں محفوظ نہیں، ہمارے گھروں کے بند کمروں میں لگے ہوئے بستر ہلاکت خیز ہتھیاروں کی زد میں ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی فراوانی نے ہر طرح کا حصار توڑ رکھا ہے، اب آپ کو تنہائیوں میں اور یک جا ہو کر مخصوص نشستوں میں سیلاب بلا پر بند باندھنے کی ہر ممکن تدبیر کرنی ہے اور اپنی سعی محکم سے فتنوں کا سینہ چاک کرنا ہے تاکہ آپ اپنے فرض سے سبک دوش بھی ہوں اور امت کو تحفظ بھی نصیب ہو۔ السعي منّا و الإتمام من الله.

حضرات! فی الحال ہم سیمینار کے مقررہ سوالات حل کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اور فوری طور پر ہمیں انہی کی طرف توجہ دینی ہے مگر میں نے مذکورہ فتنوں کا ذکر مؤخر کرنا، مناسب نہ سمجھا تاکہ آپ غور کریں، مؤثر تدابیر کی فکر کریں اور جلد ہی کوئی لائحۂ عمل تیار کر کے مقابلے کے لیے مردانہ وار تیار ہوں۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ [1]

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: «إذا ظهرت الفِتَن ـ أو قال: البِدَعُ ـ و سُبّ أصحابي فليظهر العالم علمه، فمن لم يفعل فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس أجمعين، لا يقبل الله له صرفًا و لا عدلًا». [2]

(رواه الخطيب في الجامع وغيره)

وفقنا الله و إيّاكم لما يُحِبّ و يَرضىٰ، و أيّدنا و إيّاكم بالأيد المتين، و هو ذو الفضل العظيم و النصر المبين.

محمد احمد مصباحی
صدر مجلس شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ
مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

---

(۱) القرآن الكريم، سورة الصف: ٦١، آيت: ٨.
(۲) مرقاة المفاتيح، ج: ١١، ص: ١٥٣، كتاب المناقب/ باب مناقب الصحابة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

مقدمہ

تجھے ہو سیرِ چمن مبارک، مگر یہ رازِ چمن بھی سن لے

از : ناظمِ مجلسِ شرعی

☆ اظہارِ احکام کے مختلف اَدوار اور مجلس شرعی کی ضرورت
☆ نوپید مسائل کے احکام دریافت کرنے کے اکتالیس اصول
☆ دلائل اور عِلَل حکم شرعی کے معرّفات وعلامات ہیں
☆ شاہ راہِ تحقیق
☆ کچھ اپنے بارے میں
☆ یادِ رفتگاں
☆ شکرِ احباب ومشائخ

مقدمہ

تجھے ہو سیرِ چمن مبارک، مگر یہ رازِ چمن بھی سن لے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمدُ للهِ الّذِی أناط بالمصالحِ شرائع الإسلام ○ و الصّلاة و السّلام علی من بیّن للنّاس ما نُزِّل إلیهم من الأحکام ○ و علیٰ اٰلهٖ و أصحابهٖ نجوم الهدایة إلیٰ قویم الطریق ○ و الفُقهاء الذّین أسّسوا أصول الفقه و التحقیق ○ اللّٰهُمَّ اجعلْ لَنَا التوفیق خیر رفیق.○

مجلس شرعی کو قائم ہوئے ستائیس سال سے زیادہ کا طویل عرصہ گزر گیا مگر اس کا کارواں آج بھی سرگرم عمل ہے، نہ جمود، نہ تکان، وہی جذبۂ شوق جو کل تھا آج بھی ہے، کتنے علما ہیں جن کی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوئیں اور کتنے ہیں جو بحث و تحقیق کے میدان میں کافی آگے نکل گئے، اور اب علما کی ایک جماعت، جدید مسائل کا چیلنج قبول کرنے کے لیے تیار ہو چکی ہے۔

اب تک چورانوے (۹۴) مسائل کے فیصلے ہو چکے ہیں جن میں سے ساٹھ فیصلے پانچ سال پہلے طبع ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں، اور اب چونتیس (۳۴) فیصلوں کی فقہی دستاویز آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ذٰلک فضلُ الله یؤتیه مَن یشاء.

مجلس شرعی کے قیام کی ضرورت کیوں پیش آئی، اور نو پیدا مسائل کے احکام دریافت کرنے کی راہیں کہاں سے کھلتی ہیں؟ اب ہم ان امور پر روشنی ڈالیں گے۔

اِظہارِ احکام کے مختلف اَدوار اور مجلس شرعی کی ضرورت:

اللہ عزّ و جلّ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے مختلف ادوار میں انبیا و مرسلین ــ علیهم الصَّلاة و السَّلام ــ بھیجے جو اللہ کی وحی اور کتابِ ہدایت سے لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت فرماتے رہے، مگر وحی کی آمد اور کتابِ ہدایت کے نزول کا یہ سلسلہ حضور سید المرسلین، خاتم النبیین ــ صلی الله تعالیٰ علیه و سلم ــ کے وصال کے ساتھ ہی ہمیشہ کے لیے موقوف ہو گیا۔

سرکار کے بعد ان کے وارثانِ علوم "**فقہا و مجتہدین**" اللہ کی ذات پر بھروسا کر کے اجتہاد میں

مشغول ہو گئے، اور کتاب و سنت کے نصوص کو سامنے رکھ کر فقہ و اجتہاد کے اصول اور نو پیدا مسائل کے احکام مرتب فرمائے، بلکہ ایسے بے شمار مسائل کے احکام بھی بیان فرمائے جو آیندہ کبھی پیدا ہو سکتے تھے، اجتہادی نتائج میں اختلاف کی بنا پر فقہاے مجتہدین کے چار مشہور مذاہب وجود میں آئے: ⊙ حنفی ⊙ مالکی ⊙ شافعی ⊙ حنبلی۔ پھر عالم اسلام انھی چار مذاہب میں منحصر ہو گیا۔

بعد کے ادوار میں جب اجتہاد کی حاجت نہ رہی، اللہ تعالیٰ نے **"علماے محققین"** پیدا فرمائے جو اپنے اپنے دور کے نو پیدا مسائل کے احکام اپنے اپنے مذہب کے اصول و فروع کی روشنی میں تحقیق کر کے بیان فرمانے لگے اور امت کا یہ کارواں شاہراہِ ہدایت پر چلتا رہا، اس طرح احکام و شرائع کے علم کے تین ذرائع سامنے آئے:

● وحی ● اجتہاد ● تحقیق۔

نزول وحی کا امکان تو ختم ہو چکا، اجتہاد کا امکان باقی ہے مگر موجودہ ادوار میں اس کی حاجت نہیں، نہ ہی اس کے اہل پائے جاتے ہیں؛ اس لیے آج کا یہ دور، **دورِ تحقیق** ہے۔ دورِ اجتہاد کے بعد جو نت نئے مسائل ظہور میں آئے فقہاے محققین نے اپنے مذہب کے کلیات اور فروع کو پیش نظر رکھ کر ان کے احکام بیان فرمائے، اور آج بھی یہ عمل جاری ہے۔

انفرادی تحقیق میں خطا کا امکان زیادہ ہوتا ہے، اس لیے مجالسِ مذاکرہ کے ذریعہ بحث و تحقیق کا راستہ اپنایا گیا کہ جماعت پر اللہ کا دست کرم ہوتا ہے، اور اس لیے وہ بڑی حد تک خطا سے محفوظ ہوتی ہے، ان مجالس کے انعقاد کے لیے **"مجلس شرعی"** کا قیام ناگزیر ہوا۔

آج ہمارے پاس کتاب و سنت کی شکل میں وحیِ الٰہی کے مجموعے موجود ہیں، اور کتب اصول و فروع کی شکل میں مذہبِ حنفی کے اجتہادی مجموعے بھی مہیّا ہیں، بس ان مجموعوں کو سامنے رکھ کر کامل مطالعہ، غور و فکر، اور باریک بینی سے نئے نئے مسائل کے احکام کی تلاش اور تحقیق کی ضرورت ہے، یہی فریضہ **"مجلس شرعی"** انجام دے رہی ہے۔ ہم نہ مجتہد ہیں، نہ آج اجتہاد کی ضرورت، صرف تحقیق کافی ہے اور اس پر بھی حضور سیدِ عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اجر کی بشارت دی ہے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - : «مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ، فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ» . رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ.(۱)

---

(۱) مشكاة المصابيح ، ص:۳٦، كتاب العلم، الفصل الثالث، عن الدارمي. مجلس البركات.

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا: جو طلبِ علم میں رہے اور اسے اچھی طرح حاصل بھی کر لے اس کے لیے اجر کے دو حصے ہیں۔ اور اگر علم حاصل نہ کر سکے تو اس کے لیے اجر کا ایک حصہ ہے۔ یہ حدیث دارمی نے روایت کی ہے۔

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث پاک کی جو شرح فرمائی ہے اس سے بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ یہاں طالبِ علم سے مراد "**فقیہ غیر مجتہد**" ہے، اور ادراک سے مراد "**تحقیق کامل**"۔[1]

نوپیدا مسائل کے احکام دریافت کرنے کے اصول:

نوپیدا مسائل کے احکام دریافت کرنے کے کچھ واضح اور معین راستے ہیں، بلفظ دیگر اجتہاد کی طرح تحقیق کے لیے بھی کچھ اصول و ضوابط ہیں جن سے ہر دور میں نوپیدا مسائل کے احکام نکلتے رہے اور بندگانِ خدا کی شرعی رہنمائی میں کبھی جمود و تعطل نہیں پیدا ہوا، وہ اصول یا راستے یہ ہیں:

(۱، ۲) کتاب و سنت کے اجتہادی نصوص سے استدلال۔

(۳) کتاب و سنت کے اطلاق سے استدلال۔

(۴) کتاب و سنت کے عموم سے استدلال۔

(۵) کتاب و سنت کے دلالۃ النص سے استدلال۔

(۶) کتاب اللہ کے قواعد و ضوابط سے استدلال۔

(۷) سنت رسول اللہ کے قواعد و ضوابط سے استدلال۔

(۸) آثارِ صحابہ سے استدلال۔

(۹) کتاب و سنت کے عِلَل منصوصہ، غیر مخصوصہ سے استدلال۔

(۱۰) مناطِ الحاق سے استدلال۔

(۱۱) کتاب و سنت کی نصوص متعلقہ بعقوبات کے مفہوم مخالف سے استدلال۔

(۱۲، ۱۳، ۱۴) علما و مشائخِ مذہب کے کلمات کے ● اطلاق ● و عموم ● اور دلالۃ النص سے استدلال۔

---

(۱) عبارت یہ ہے: قيل: "اَدرَكَه" أَبْلَغُ مِن "حصَّلَه" لأنّ الإدراك بلوغُ أقصى الشَّيء. (كان له كفلان) نصيبان (من الأجر) أجرِ الطّلبِ و أجرِ الإدراك كالمجتهد المصيب، (فإن لم يُدركه كان له كفلٌ من الأجرِ) كالمُخطيء. (مرقاة المفاتيح، ج: ۱، ص: ٤٦٨، كتاب العلم / دار الكتب العلمية، بيروت) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تحقیق صحیح ہو تو اس پر مجتہد مصیب کی طرح دو اجر ملیں گے اور تحقیق میں خطا ہو تو مجتہد خاطی کی طرح ایک اجر ملے گا۔

یہاں طالب تحقیق کی مجتہد سے تشبیہ دلیل ہے کہ یہ حدیث مجتہد کے بارے میں نہیں، محقق کے بارے میں ہے۔ ۱۲ منہ

(۱۵) فقہی قواعد و ضوابط سے استدلال۔

(۱۶) مذہب کے عِلَلِ منصوصہ، غیر مخصوصہ سے استدلال۔

(۱۷) صحابہ، تابعین، ائمۂ مذہب اور مشائخ کے کلمات کے مفہوم مخالف سے استدلال۔

(۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲) ● اجماعِ صحابہ ● اجماع تابعین ● اجماعِ تبع تابعین ● اجماع سکوتی ● اور اجماع علماے مذہب سے استدلال۔

(۲۳) اصول فقہ کے ضوابطِ غیر مخصوصہ بہ مجتہد سے استدلال۔

(۲۴) محسوسات سے استدلال۔

(۲۵، ۲۶) شہرت و تواتر سے استدلال۔

(۲۷) عقل سلیم سے استدلال۔

(۲۸) کلمات کے حقیقی معانی سے استدلال۔

(۲۹) مبادی لغویہ سے استدلال۔

(۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶) ● عرف ● تعامل ● ضرورت ● حاجت ● عموم بلویٰ ● جلب مصلحت ● اور دفعِ مفسدہ سے استدلال۔

(۳۷، ۳۸) ● شعارِ مذہبی ● اور شعار قومی سے استدلال۔

(۳۹) قرائنِ قویہ سے استدلال۔

(۴۰) ماضی قریب کے فقہاے متبحرین سے استدلال۔

(۴۱) تحرّی سے استدلال۔

یہ وہ اصول ہیں جو فقہاے مجتہدین کے ساتھ خاص نہیں اور آج کے دور انحطاط میں بھی یہ کشفِ احکام و ایضاحِ مرام کے لیے فقہا کا مضبوط سہارا ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے فقہ میں کمال، جودتِ ذہن، دقّتِ نظر اور دولتِ استحضار سے نوازا ہے وہ ان راستوں سے تحقیق کا سفر کر کے منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے، اور اللہ کے فضل سے گمان غالب ہے کہ غلطی سے محفوظ رہے گا؛ کیوں کہ یہی وہ اصول ہیں جن کی روشنی منصوص اور غیر منصوص احکام کے حقائق کو اجاگر کرتی ہے، پھر منصوص کا حکم غیر منصوص میں وثوق کے ساتھ جاری کیا جاتا ہے، تعبیر کی آسانی کے لیے انھیں "**اصولِ تحقیق**" کا نام دیا جاسکتا ہے کہ فقیہ محقق انھی اصولوں کی بنیاد پر نئے نئے مسائل میں احکامِ منصوص کا اِجرا کرتا ہے۔

تحقیق کیا ہے؟: اردو زبان میں تحقیق کا معنیٰ ہے:

دریافت، چھان بین، صحیح تلاش و جستجو، حقیقت، حالات و واقعات کا معلوم کرنا۔

اور یہاں مراد ہے: در پیش مسئلے کی حقیقتِ وضعی و شرعی کی صحیح چھان، بین ـــــ اور دلائل و قرائن کے پیش نظر پوری تلاش و جستجو کے بعد ـــــ گمانِ غالب کی حد تک اس کے صحیح حکم شرعی کی دریافت۔

ہر مسئلے کی حقیقتِ وضعی کی چھان بین اس کے ماہرین اور واقف کاروں سے ہو سکتی ہے، تاہم اس کے لیے مفتی کو بیدار مغز ہونا چاہیے تاکہ تنقیحی سوال کرکے اس کی شرعی حقیقت بھی متعیّن کر سکے۔

"دلائل و قرائن" میں وہ تمام اصول آتے ہیں جو ابھی اجمالاً مذکور ہوئے۔ "پوری تلاش و جستجو" کے لیے مثبت، منفی اور قوی و ضعیف دلائل اور اقوال و روایات اور وجوہ و احتمالات پر وسیع اور گہری نظر، پھر دلیل مُعرِّف کا انتخاب ضروری ہے، ان امور کی پوری رعایت کے ساتھ حکمِ شرعی کی دریافت کو تحقیق کہہ سکتے ہیں، یہی وہ تحقیق ہے جس میں خطا پر ایک، اور صواب پر دو اجر کی بشارت ہے۔

اسی کی جامع اور وجیز تعبیر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ میں کی ہے: التحقیق إثبات الحکم بالدّلیل. تحقیق نام ہے دلیل سے حکم کے اثبات کا۔[۱]

اب ہم اصول تحقیق وطُرُق تعدیہ کی مختصراً وضاحت کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کے اجتہادی نصوص سے استدلال:

ایسے نصوص (جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے) سے استدلال مجتہد کا حق ہے لیکن مجتہد کے استدلال کے بعد یہ متعیّن ہو جاتا ہے کہ یہ نصوص منسوخ اور مؤول اور دلیل مخالف سے منقوض نہیں، بلکہ ان کمزوریوں سے محفوظ اور اپنی جہتِ استدلال میں قوی و محکم ہیں، اس تعیین کے بعد ان سے استدلال فقیہِ محقق کے لیے بھی جائز ہے۔ خاص کر جہتِ استدلال کی نئی صورتوں میں تو اجازت واضح ہے۔ مثلاً:

(ا) کوئی شخص تین دن، تین رات یا اس سے زیادہ کے ارادے سے باہر گیا تو وہ شرعاً مسافر ہے یہ مذہب حدیث نبوی سے مویّد ہے لیکن اب تین دن، تین رات کی مسافت بسوں سے تقریباً دو گھنٹے میں، تیز گام ٹرینوں سے ایک گھنٹہ میں اور ہوائی جہاز سے بیس منٹ میں مثلاً طے کر لی جاتی ہے تو اسی حدیث نبوی سے یہ لوگ بھی مسافر قرار دیے جاتے ہیں کیوں کہ حدیث نبوی میں مقصود تین دن اور تین رات کا سفر نہیں ہے، بلکہ مسافت ہے جو ۹۲ر کلو میٹر سے کچھ زائد ہے لہٰذا بس ٹرین اور ہوائی جہاز کے ایسے مسافروں کو بھی سفر کی شرعی سہولتیں ملیں گی۔

در اصل سفرِ شرعی کا یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے نزدیک تین دن، تین رات کی مسافت کے قصد سے نکلنے پر سفر شرعی کے احکام جاری ہوتے ہیں اور امام ابو یوسف۔ رحمۃ اللہ

---

(۱) رسائل ابن عابدین۔

تعالیٰ علیہ - کے نزدیک سفر شرعی کے لیے یہ کافی ہے کہ نکلتے وقت دو دن اور تیسرے دن کے بیش تر حصہ تک کا سفر مقصود ہو اور امام شافعی - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - کے نزدیک ایک دن، ایک رات کا قصد سفر بھی کافی ہے۔

پھر ہر ایک کے پاس اپنے اپنے موقف پر دلائل ہیں اور ان تمام دلائل کو سامنے رکھ کر محاکمہ کے بعد کوئی ایک موقف اپنانا مشکل امر تھا، لیکن جب امام اعظم - علیہ الرحمہ - نے محاکمہ فرما کر ایک موقف اپنا لیا تو ہمیں ظن غالب ہو گیا کہ وہی حق ہے اور اس کی دلیل سے سفر شرعی سے جڑے تمام احکامِ صوم و صلاۃ و اُضحیہ وغیرہا کی قدیم و جدید صورتوں میں استدلال ہمارے لیے روا ہو گیا، شرح و بسط ہدایہ و شروحِ ہدایہ کے "باب صلاۃ المسافر" وغیرہ میں ہے۔

(۲) شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی عدت امام اعظم ابو حنیفہ - علیہ الرحمہ - کے نزدیک تین حیض ہے اور امام شافعی - علیہ الرحمہ - کے نزدیک تین طُہر۔ دونوں کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیتِ کریمہ ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (۱)

ترجمہ: طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین "قروء" تک (نکاح سے) روکے رہیں۔

اس آیت میں "قُروء" کا لفظ مشترک ہے جو **حیض** کے معنی میں بھی ہے اور **طُہر** کے معنی میں بھی، اور دوسرے نصوص شرع میں ہر معنی کے مراد ہونے پر قرائن و شواہد بھی موجود ہیں، اس لیے ہم مقلدین یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیتِ کریمہ میں "قروء" سے کون سا معنی مراد لیا جائے، لیکن جب ہمارے امام مجتہد نے اپنے اجتہاد سے اس کے ایک معنیٰ "حیض" کی تعیین کر دی تو اس معنیٰ میں اس آیت کریمہ سے استدلال ہمارے لیے روا ہوا۔ تو اب ہم اس سے استناد کر کے یہ حکم جاری کر سکتے ہیں:

- طلاقِ احسن، اور طلاق سنت کی طرح طلاقِ بدعت میں بھی عدّت تین حیض ہے۔
- حرمتِ مُصاہرت کی وجہ سے تفریق ہوئی۔
- یا لِعان کی وجہ سے۔
- یا قاضی نے تعسّر نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح کیا۔

تو تمام صورتوں میں عدت تین حیض ہوگی، اگر امام اعظم - علیہ الرحمہ - نے اس آیت کا معنیٰ مراد متعیّن نہ کیا ہوتا تو ہمارے لیے اس سے استناد کی گنجائش نہ ہوتی۔

(۳) عامۂ فقہاے امت کے نزدیک خُفّین پر مسح کی مدت، مقیم کے لیے ایک دن، ایک رات ہے اور مسافر کے لیے تین دن، تین رات۔ اس کے بر خلاف امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ یہ موقف اختیار

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲، الآیۃ: ۲۲۸.

کرتے ہیں کہ مسافر جب تک چاہے مسح کر سکتا ہے، سراج الامہ، امام اعظم ابو حنیفہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- نے پہلا موقف حدیث نبوی کی روشنی میں اپنا کر ہمارے لیے آسانیاں فراہم کر دیں۔

در اصل اس مسئلے میں مقلدین کے لیے کئی دقتیں تھیں:

پہلی دقت : یہ کہ احادیث نبویہ سے خُفّین پر مسح کا جواز ثابت ہوتا ہے جب کہ قرآن حکیم نے وضو میں پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ قطعی ہے تو ہم کیا کریں۔

دوسری دقت: یہ کہ خُفّین پہننے کے بعد مسح کتنے دنوں تک کیا جا سکتا ہے، اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اور آثار صحابہ سے کسی ایک نوع کی احادیث کو اختیار کرنا بھی مشکل تھا کیوں کہ آثار میں بھی تعارض پایا جاتا ہے۔

مگر امام اعظم علیہ الرحمہ نے اپنی قوتِ اجتہاد سے یہ تمام دقتیں حل کر کے ہمارے لیے آسانی کی راہ ہموار کر دی، اس کی ایک مختصر سیر آپ بھی کریں:

بدائع الصنائع میں اس مسئلے کے دلائل مع بحث ونظر اس طرح مرقوم ہیں:

وأما بيان مدة المسح : فقد اختلف العلماء في أن المسح على الخفين هل هو مقدر بمدة ؟ قال عامتهم: "إنه مقدر بمدة في حق المقيم يوما وليلة، وفي حق المسافر ثلاثة أيام، ولياليها". وقال مالك : "إنه غير مقدر، وله أن يمسح كم شاء"، والمسألة مختلفة بين الصحابة رضي الله عنهم روي عن عمر، وعلي، وابن مسعود، وابن عباس ، وابن عمر ، وسعد بن أبي وقاص ، وجابر بن سمرة ، وأبي موسى الأشعري ، والمغيرة بن شعبة رضي الله عنهم أنه مؤقت.

وعن أبي الدرداء، وزيد بن ثابت ، وسعيد رضي الله عنهم أنه غير مؤقت.

واحتج مالك بما روي عن «النبي صلى الله عليه وسلم أنه بلغ بالمسح سبعا».

و رُوي أن عمر رضي الله عنه سأل عقبة بن عامر وقد قدم من الشام : متى عهدك بالمسح ؟ قال : سبعا ، فقال عمر رضي الله عنه : أصبتَ السنة.

و لنا : الحديث المشهور ، و ما روي أنه مسح و بلغ بالمسح سبعًا فهو غريب، فلا يترك به المشهور مع أن الرواية المتفق عليها أنه بلغ بالمسح ثلاثا، ثم تأويله أنه احتاج إلى المسح سبعا في مدة المسح.

وأما الحديث الآخر : فقد روى جابر الجعفي عن عمر أنه قال: للمسافر

ثلاثة أيام، وللمقيم يوم، وليلة، وهو موافق للخبر المشهور، فكان الأخذ به أولى.[۱]

ترجمہ: خُفّین پر مسح کی کوئی مدت مقرر ہے، یا نہیں، اس بارے میں اختلاف ہے۔ عامۂ فقہا فرماتے ہیں کہ مدت مقرر ہے، مقیم کے حق میں ایک دن، ایک رات اور مسافر کے حق میں تین دن، رات۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ کوئی مدت مقرر نہیں ہے، مسافر جب تک چاہے مسح کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ صحابۂ کرام - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - کے درمیان بھی اختلافی رہا، چناں چہ حضرت عمر، علی، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، سعد بن ابو وقاص، جابر بن سمرہ، ابو موسیٰ اشعری اور مغیرہ بن شعبہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - سے مروی ہے کہ اس کی مدت مقرر ہے۔

اور حضرت ابو درداء، زید بن ثابت اور سعید - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - سے مروی ہے کہ اس کی کوئی مدت مقرر نہیں۔

امام مالک - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - نے سات دن تک مسح کی اجازت دی۔

اور حضرت عمر - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - سے روایت ہے کہ عقبہ بن عامر شام سے آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کتنے دنوں سے مسح کر رہے ہو تو انھوں نے عرض کی، سات دنوں سے، حضرت عمر نے فرمایا: تم سنت پر عمل پیرا ہو۔

ہماری دلیل حدیث مشہور ہے [کہ مقیم خُفّین پر ایک دن، ایک رات اور مسافر تین دن، تین رات مسح کرے۔[۲]]

اور سات دن تک مسح کی اجازت والی حدیث غریب ہے، اس کی وجہ سے حدیث مشہور کو ترک نہیں کیا جائے گا، علاوہ ازیں جس روایت پر اتفاق ہے اس میں تین دن تک مسح کی اجازت منقول ہے، پھر اس میں یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آپ کو مدت مسح (تین دن) میں سات بار مسح کی حاجت پیش آئی۔ [یعنی آپ کو سات بار وضو کی حاجت پیش آئی، اس لیے سات بار مسح بھی کیا]

---

(۱) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۷۸، ۷۹، كتاب الطهارة، بيان مدة المسح، بيروت

(۲) مصنف ابن أبي شيبه ج: ۱، ص: ۱۷۷، مسند أحمد ج: ۱، ص: ۱۱۳. ● الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۳۵، كتاب الطهارة/ باب التوقيت في المسح على الخفين، مجلس البركات، مبارك فور. ● سنن النسائى، ج: ۱، ص: ۸۳، كتاب الطهارة/ باب التوقيت في المسح، دار إحياء التراث العربي، بيروت. ● سنن ابن ماجه ج: ۱، ص: ۱۸۳، كتاب الطهارة و سننها/ باب ما جاء في التوقيت في المسح، دار الكتب العلمية، بيروت.

اور جابر جعفی نے حضرت عمر-رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے ان کی حدیث مذکور کے برخلاف یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسح مسافر کے لیے تین دن ہے اور مقیم کے لیے ایک دن، ایک رات۔ یہ اثر حدیث مشہور کے موافق ہے لہٰذا اسے اختیار کرنا اولیٰ وراجح ہوا۔ (ترجمہ ختم)

اس مباحثے سے یہ معلوم ہوا کہ جس حدیث اور اثر سے غیر معینہ مدت تک مسح کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ مرجوح اور مؤول ہیں اس لیے وہ حجت نہیں ہیں، اور جس حدیث واثر سے مسح کی مدت کا تعین ثابت ہوتا ہے وہ مشہور اور محکم ہے لہٰذا وہی راجح و قابل حجت ہے۔

لہٰذا اس نوع کے مسائل کی قدیم وجدید صورتوں میں اس حدیث مشہور سے استدلال ہمارے لیے بجا ہوا۔

یہ اور اس نوع کے دوسرے اجتہادی نصوص سے شارع کی مراد اور مصلحت متعیّن کرنا ہمارے بس کا کام نہ تھا، مگر ہمارے امام نے اپنی خداداد اجتہادی بصیرت سے مُرادِ شارع کی تعیین کر دی لہٰذا علماے مقلدین کے لیے ان سے استناد کی گنجائش نکل آئی۔

اطلاق سے استدلال :

مطلق اور عام سے استدلال سلف وخلف میں برابر شائع وذائع رہا ہے، ہدایہ وغیرہ میں اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں، ہم یہاں چند پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) ارشاد باری ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ط[۱]

ترجمہ: حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔

"حمل والی عورت" کا لفظ مطلق ہے اس کے اطلاق میں وہ عورت بھی شامل ہے جو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ اپنے شوہر کے نطفے سے حاملہ ہوئی، یا چار ماہ کے بعد اس کے ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا۔ لہٰذا ان عورتوں کی عدت بھی وضع حمل ہوگی، اور استناد اسی آیت کریمہ سے ہوگا۔

(۲) اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ج. ترجمہ: روزے پورے کرو رات تک۔[۲]

" لیل -یا- رات" کا لفظ مطلق ہے جس کے اطلاق میں وہ شخص بھی شامل ہے جس نے غروبِ آفتاب کے قریب مغرب کی طرف ہوائی جہاز سے پرواز کیا اور گھنٹوں تک سورج اس کی نگاہوں کے سامنے رہا۔ لہٰذا اسے حکم ہوگا کہ جب تک رات نہ آجائے افطار نہ کرے۔

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الطلاق، ٦٥، الآیۃ: ٤.

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ ۲، الآیۃ: ۱۸۷.

(۳) قرآن حکیم میں محرّمات کے سلسلۂ بیان میں ہے: وَ اُمَّھٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ .[۱]
ترجمہ: اور تم پر حرام ہیں تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا۔

(۴) حدیث نبوی میں دودھ کے رشتے کا حکم ان الفاظ میں ہے:

يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب.[۲]
دودھ پینے سے وہ تمام افراد حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

اِن نصوص میں اِرضاع (دودھ پلانا) اور رضاع (دودھ پینا) دونوں مطلق ہیں، ان میں عورت کے شادی شدہ اور کنواری ہونے اور دودھ کم یا زیادہ پینے، پلانے کی کوئی قید نہیں ہے؛ اس لیے ائمۂ حنفیہ فرماتے ہیں کہ کنواری کو دودھ آ جائے تو اسے پینے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ یوں ہی پانچ چُسکی پیے یا کم و بیش، اس سے بھی یہ حرمت ثابت ہوگی، یہاں تک کہ کوئی عورت فوت ہو گئی اور کسی بچے نے اس کا دودھ پی لیا تو یہ بھی اس کا رضاعی بیٹا ہو جائے گا جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔

(۵) حضور سید عالم - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - نے فرمایا:

الولدُ للفراش و للعاهر الحجرُ[۳]. بچہ صاحبِ فراش کا ہے اور زانی کے لیے پتھر۔
اس حدیث میں فِراش کا لفظ مطلق ہے جو

- حُرّہ (آزاد عورت) اور باندی دونوں کو شامل ہے۔
- یوں ہی نکاح کے بعد جس عورت کی رخصتی ہوئی ہو اسے بھی شامل ہے اور جس کی رخصتی نہ ہوئی اسے بھی شامل ہے۔
- یہاں تک کہ عادۃً جس سے ملاقات ممکن ہو اسے بھی شامل ہے اور جس سے عادۃً ملاقات ممکن نہیں ہو اسے بھی شامل ہے، بس یہ ضروری ہے کہ وقتِ نکاح سے ٹھیک چھ ماہ پر یا اس کے بعد بچہ پیدا ہوا ہو۔

لہٰذا باندی یا حُرّہ جس کی فراش ہے بچہ اسی کا قرار پائے گا، وہ آقا کی فراش ہے تو بچہ آقا کا ہوگا اور شوہر کی فراش ہے تو بچہ شوہر کا ٹھہرے گا، خواہ نکاح کے بعد میاں، بیوی کی ملاقات عادۃً ممکن ہو، یا کرامت وغیرہ کے طور پر ممکن ہو۔

فقہ کے یہ جزئیات علماے اصول کے ضابطہ: "المطلق يجري على إطلاقه" کا روشن ثبوت ہیں۔

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة النساء ٤، الآية: ٢٣.
(۲) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ٣٦٠، كتاب الشهادة على الأنساب و الرضاع، مجلس البركات، مبارك فور
(۳) صحيح البخارى، ج: ٢، ص: ٦١٦، كتاب المغازي/ قبل باب مقام النبي ﷺ بمكة زمن الفتح، مجلس البركات، مبارك فور

(٦ ، ٧) عمرو بن ابو سلمہ کہتے ہیں کہ فتح مکّہ کے موقع سے ان کے والد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور واپس آکر سرکار کا یہ فرمان سنایا:

فإذا حضرتِ الصَّلاة فليُؤذّنْ أحدُكم وَ ليَؤُمَّكُمْ أكثركم قرآناً.

جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور جسے قرآن زیادہ یاد ہو وہ امامت کرے۔

انھوں نے حفاظ قرآن پر نظر ڈالی تو سب سے زیادہ قرآن مجھے یاد تھا کیوں کہ میں مدینۂ منوّرہ سے آنے والے سواروں سے سیکھ کر یاد کر لیتا تھا، اس لیے انھوں نے مجھے امامت کے لیے آگے بڑھا دیا، میری عمر اُس وقت چھ، یا سات سال کی تھی اور میں ایک چادر لپیٹے ہوئے تھا، جب سجدے میں جاتا تو چادر سمٹ کر اوپر آجاتی، محلہ کی ایک عورت نے کہا کہ آپ لوگ اپنے امام صاحب کی شرم گاہ چھپا کیوں نہیں دیتے، تو انھوں نے ایک قمیص تیار کر کے مجھے دی، میں اس پر بے پناہ خوش ہوا۔[1]

اس حدیث میں دو کلمات مطلق ہیں:

ایک "فليُؤذّن أحدُكم." اور دوسرا "وَ لْيَؤُمَّكُمْ أكثرُكم قرآناً."

اذان کے لیے بالغ یا نابالغ کی قید نہیں ہے اور نہ ہی زیادہ یا کم حافظ قرآن ہونے کی۔ لہٰذا صاحب شعور نابالغ اذان دے یا چند آیات کا حافظ قرآن، اس کی اذان کافی ہے۔

اور امامت کے لیے زیادہ قرآن یاد ہونے کی قید لگائی گئی ہے تاکہ حاضرین پر امام کی افضلیت عیاں ہوجائے، مگر امام بالغ ہو یا نابالغ اس کی قید یہاں مذکور نہیں ہے اس حیثیت سے یہ کلمہ بھی مطلق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ راوی حدیث عمرو بن سلمہ کے والد فقیہ مجتہد نہیں تھے تاہم انھوں نے ارشاد نبوی کے اطلاق سے یہی سمجھا کہ نابالغ بھی امام ہو سکتا ہے بس قرآن زیادہ یاد ہونا چاہیے، اس بنیاد پر انھوں نے چھ، سات سال کے بچے کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا، اس حدیث سے اطلاق کے حجت ہونے کے ساتھ اصولی ضابطہ "اَلمُطلقُ يجري على إطلاقه" کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اطلاق سے استدلال مجتہد کے ساتھ خاص نہیں۔

یہاں یہ امر واضح رہے کہ بعد میں یہ حدیث ارشاد نبوت: "الإمام ضامِنٌ" کی وجہ سے منسوخ ہوگئی جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ بالغوں کا امام نہیں ہو سکتا، مگر حکم کے منسوخ ہونے سے اطلاق کی حجیت نہیں منسوخ ہوتی۔

---

(١) صحيح البخاری، ج: ٢، ص: ٦١٦، كتاب المغازی / باب فتح مكة، مجلس البركات، مبارك فور.

عموم سے استدلال :

(الف) ارشاد باری ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ [۱]

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے وہ اس کا روزہ رکھے۔

اس آیت کریمہ میں "فَمَنْ شَهِدَ" کا لفظ عام ہے، اس لیے اس کے عموم میں وہ شخص بھی شامل ہے جو فارن سے تیس روزے رکھ کر ہندوستان آیا اور یہاں ابھی رمضان کی تیسویں تاریخ ہے تو اس پر اس دن کا روزہ فرض ہے؛ کیوں کہ اس نے رمضان کا مہینہ پالیا۔

(ب) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ - ترجمہ: اور تمھاری عورتوں میں جو حیض سے ناامید ہوگئیں اگر تم کو کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنھیں ابھی حیض نہیں آیا ہے۔ [۲]

"جو عورتیں حیض سے ناامید ہوں" ان کے عموم میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جن کے رحم آپریشن کے ذریعہ نکال دیے گئے ہوں اور وہ حیض آنے سے پورے طور پر مایوس ہو چکی ہوں۔

مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت میں ہے:

شاع و ذاع احتجاجُهم سلفًا و خلفًا بالعمومات على الأحكام من غير نكير مِن أحد، و نقل إلينا متواتراً بحيث لا مساغ للتشكيك. [۳]

ترجمہ: سلف و خلف میں کلمات عام کے عموم سے احکام پر استدلال شائع و ذائع ہے، اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور یہ تواتر کے ساتھ منقول ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔

نیز اسی میں ہے:

الإطلاقات اللغوية مبناها على ما يفهمهُ الكافّة في ظاهر الأمر. [٤]

ترجمہ: اطلاقات لغوی کی بنیاد ان معانی پر ہے جو عوام و خواص سبھی الفاظ کے بولتے وقت کھلے طور پر سمجھتے ہیں۔

---

(١) القرآن الحكيم، سورة البقرة : ٢، الآية : ١٨٥

(٢) القرآن الحكيم، سورة الطلاق: ٦٥، الآية : ٤

(٣) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ٢٥٤، مسألة: للعموم صيغ. دار النفائس، الرياض

(٤) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٦١، مسألة: إطلاق المشتق، دار النفائس، الرياض

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے، نہ مجتہد سے خاص کما بیّنه خاتم المحققین في أصول الرشاد. (جیسا کہ خاتم المحققین علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے اصول الرشاد میں بیان فرمایا)۔[1]

دلالۃ النص سے استدلال:

یہ طریقۂ تعدیہ زیادہ کام آتا ہے، اس میں عمومًا ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف استدلال ہوتا ہے اور بسا اوقات دونوں مساوی ہوتے ہیں، ہاں یہ ضروری ہے کہ غیر منصوص مسئلہ منصوص کا ہم معنیٰ ہو اور "معنیٰ" سے مراد وہ مفہوم ہے جو لفظ کے اطلاق کے وقت عرف ناس میں سمجھا جاتا ہے، اجتہادی مفہوم نہیں جس کی بنیاد مجتہد کی فکر و نظر ہوتی ہے۔[2]

(۱) اس کی مشہور مثال آیت کریمہ: " لَا تَقُلْ لَّهُمَآ أُفٍّ "[3] ہے یعنی "ماں، باپ کو اُف نہ کہو۔" اُف کا معنیٰ لازمی ہے: "ایذا رسانی"، اور یہ ایذا کی سب سے ادنیٰ صورت ہے جو حرام ہے تو انھیں بڑھاپے میں بے سہارا چھوڑ دینا جیسا کہ آج کل کچھ مغربی ممالک کا معمول ہے بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا کہ یہ انھیں اُف سے زیادہ بڑے آزار میں، وہ بھی مسلسل مبتلا رکھنا ہے۔

(۲) عن أبي موسىٰ قال: ... ثمَّ دَعا بقَدَحٍ فيه ماء، فغَسَل يدَيْهِ وَ وجهَه فيه، و مَجَّ فيه. ثمّ قال: اشربا منه و اَفْرِغَا عَلىٰ وُجوهكما وَ نُحُورِكما و اَبْشِرا، فَاخذا الْقَدَح، فَفَعَلَا، فنادتْ أُمُّ سَلَمَة مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا، فَأَفضَلَا لها منه طائفةً.[4]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - کا بیان ہے کہ... نبی کریم - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا تو آپ نے اس میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوے اور اس میں کلی بھی کی،

---

(۱) فتاوى رضويه، ج: ۳، ص: ٤٩٣، كتاب الصلاة، رساله: اجتناب العمال، رضا اكيڈمي، ممبئي.

(۲) مسلم الثبوت فواتح الرحموت میں ہے: (و منها [أي من دلالة اللفظ ـ ن] الدّلالة و الفحوىٰ و هو ثبوت حكم المنطوق للمسكوت لفهم المناط) للحكم (لغةً) بأن يفهم كلّ من يعرف اللغة على ما صرّح به صاحبُ الكشف و صدر الشريعة ... (و لا يجب) في الدّلالة (أَولوِيّةُ المسكوت) في تحقّق المناط فيه (كما نقل عن الشافعي، فإنّا نعلم قطعا أنّه ربّما يفهم الحكم في المسكوت مع عدم الأولويّة، لفهم المناط لغة، و إهدارُ هذا النحو من الدّلالة غير لائقٍ ـ (فواتح الرحموت ج: ۱، ص: ٤٥٤، ٤٥٥، فصل: دلالةُ اللفظ أربعة، دار النفائس، الرياض)۱۲ منه.

(۳) القرآن الحكيم، سورة بني إسرائيل ۱۷، الآية: ۲۳.

(٤) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ٦۲، كتاب المغازي/ ذكر فتح مكة، مجلس البركات، مبارك فور

پھر (حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت بلال -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے) فرمایا کہ اس پانی میں سے تم دونوں کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہرے اور سینے پر ڈال لو، تمھیں بشارت ہو۔ ان حضرات نے کچھ پانی پیا اور کچھ چہرے اور سینے پر ڈالنے لگے، اتنے میں حضرت اُمّ سَلَمہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- نے پردے کے پیچھے سے پکارا کہ کچھ پانی اپنی ماں کے لیے بھی بچادو، تو ان حضرات نے کچھ پانی ام المؤمنین کے لیے بھی بچادیا۔ (ترجمہ ختم)

پیالے کا یہ پانی خالص جسم اقدس کا غُسالہ تھا، وضو کا غُسالہ ہوتا تو اس میں عبادت کا بھی کچھ فضل و شرف شامل ہوتا، لیکن سرکار -علیہ الصلاۃ والسلام- نے یہاں وضو نہیں فرمایا، بلکہ صرف کلی فرمائی اور چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اس لیے غُسالے کی ساری عظمت جسم نبوی سے پانی کے مَس ہونے کی بدولت ہے۔

اور جب آپ کے جسم اقدس سے مَس ہونے کی وجہ سے غُسالہ کی تعظیم کا یہ حکم ہے تو آپ کی ذات پاک کی تعظیم کا حکم یقیناً بدرجہا زیادہ ہوگا۔

(۳) عن عبد الله (بن مسعود) قال: ... قال النبيُّ ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ: رحم الله موسىٰ قَد أُوذِيَ بِأكثر من هٰذا ، فصبَرَ .[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - کا بیان ہے کہ... نبی کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے، انھیں اس سے زیادہ ایذا دی گئی، پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔

حضور رحمتِ عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ یہ ذہن دیا ہے کہ میں رحمت عالم ہوں، افضل المرسلین ہوں اور مجھے جو ایذا دی گئی وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی ایذا سے کم ہے تو میں بدرجۂ اولیٰ صبر کا حق دار ہوں۔

(۴) فقال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ: ... والذى نفسى بيده ، إن الشَّملة التي أصابَها يومَ خيبر مِن المغانِمِ لم تُصبها المَقاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عليه نارًا. فجاءَ رجلٌ حين سَمِع ذلك من النّبي ـ صلّى الله عليه وسلم ـ بِشِراكٍ أو شِراكين فقال: هذا شيءٌ كنت أصبته، فقال رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلم- : شراك أو شراكين من نارٍ.[2]

ترجمہ: رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا: ...قسم اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے فتح خیبر کے موقع سے (میرے غلام) مِدعَم نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے جو چادر لے لی تھی وہ اس کے جسم پر آگ کی طرح بھڑک رہی ہے، یہ سن کر ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر آیا اور عرض

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ٦٢١، كتاب المغازي / غزوة الطائف، مجلس البركات، مبارك فور
(۲) صحيح البخاري ، ج: ۲، ص: ٦٠٨، كتاب المغازي/ باب غزوة خيبر، مجلس البركات، مبارك فور

کی: حضور! میں نے یہ تقسیم سے پہلے لے لیا تھا تو رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا: یہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا دو تسمے ہیں۔

اس حدیث میں حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے ایک چادر، بلکہ ایک، دو تسمے پر آگ کی وعید سناکر یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ جو مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے کوئی بیش قیمت چیز مثلاً باندی یا غلام لے لے گا وہ بدرجۂ اولیٰ نارِ جہنم کا سزاوار ہوگا۔

(۵) عن الأَغَرِّ بنِ يسار المزنِيِّ رضي الله تعالى عنه قال: قال رسولُ الله - ـصلى الله تعالى عليه وسلمـ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، تُوبُوا إِلى اللهِ واسْتَغْفِرُوهُ ، فإنِّي أَتُوبُ في اليَومِ مئةَ مَرَّةٍ .(۱)

ترجمہ: اَغرّ بن یسار مُزنی - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - کا بیان ہے کہ رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے ارشاد فرمایا: اے لوگو، اللہ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرو، کیوں کہ میں دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

اور بخاری شریف کی حدیث میں سرکار -علیہ الصلاۃ والسلام- نے ستّر بار سے زیادہ توبہ و استغفار کا ذکر کیا ہے۔(۲) اس حدیث کے ذریعہ حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اپنی امت کو آگاہ کیا ہے کہ میں گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود ستر بار، یا سو بار توبہ و استغفار کرتا ہوں تو تمھیں تو بدرجۂ اولیٰ توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرکار -علیہ الصلاۃ والسلام- نے عامۂ امت کو دلالۃ النص سے استدلال کی اجازت دی ہے۔

(۶، ۷، ۸، ۹) پہلے مصنَّف عبد الرزاق اور حاکم و بیہقی کی ایک طویل حدیث سنیے:

حضرت ابن عباس - رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کا بیان ہے کہ جب خارجیوں کا گروہ حضرت علی - رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے الگ ہوکر ایک میدان میں جمع ہوا تو میں نے حضرت علی سے عرض کیا کہ آپ نماز ٹھنڈے وقت میں (تاخیر سے) پڑھیں، میں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

پھر میں نے اچھے لباس زیب تن کیے اور ان کے پاس آیا، توانھوں نے خوش آمدید کہا،

● اور (طنزیہ لہجے میں) پوچھا، آپ نے یہ کیسا لباس پہن رکھا ہے؟

میں نے کہا: تم لوگ مجھ پر عیب لگاتے ہو، میں نے رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کو عمدہ لباس

---

(۱) رياض الصالحين ، ص: ۱۲ ، باب التوبة.

(۲) دیکھیے ر ياض الصالحين ص: ۱۱ ، باب التو به عن أبي هر يرة رضی اللہ تعالیٰ عنه.

پہنے دیکھا ہے۔ اور قرآن پاک میں ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ[1]

ترجمہ: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔

- خوارج نے پوچھا: آپ کس مقصد سے تشریف لائے ہیں؟

تو میں نے کہا کہ رسول اللہ کے چچازاد بھائی، آپ کے داماد اور آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی کَرَّم الله تعالى وجهه الكريم پر تمھارے کیا اعتراضات ہیں، جب کہ اصحابِ رسول اللہ ان کے ساتھ ہیں؟

تو انھوں نے کہا: ہمارے ان پر تین اعتراضات ہیں:

پہلا اعتراض یہ کہ انھوں نے اللہ کے دین میں رجال کو حَکم بنایا حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[2]۔ حکم محض اللہ کا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کہ انھوں نے امیر معاویہ کے لشکر سے قتال کیا اور ان میں سے کسی کو باندی یا غلام نہ بنایا، اور نہ ہی ان کے مال غنیمت بنائے۔ اگر وہ کفار ہیں تو ان کے لیے ان کے اموال حلال تھے، اور اگر وہ مومن ہیں تو ان پر ان کے خون حرام تھے۔

تیسرا اعتراض یہ کہ انھوں نے اپنے نام سے أمير المؤمنين کا لفظ مٹا دیا۔ اگر وہ أميرُ المؤمنين نہیں تھے تو کیا أميرُ الكافرين تھے۔

میں نے پوچھا کہ اگر اللہ کی کتاب محکم اور نبی -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کی سنت اجماعی، قطعی سناؤں تو کیا تم لوگ رجوع کر لوگے، خوارج نے کہا: ہاں ہم رجوع کر لیں گے، تو میں نے یہ **جوابات** دیے:

پہلے اعتراض کا جواب: تمھارا اعتراض ہے کہ حضرت علی كرّم الله تعالىٰ وجهه الكريم نے اللہ کے دین میں رجال کو حَکم بنالیا، تو سنو!

اللہ عزّ و جلّ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ[3]

ترجمہ: اے ایمان والو! شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس

(۱) القرآن الحكيم، الأعراف: ۷، الآية: ۳۳

(۲) القرآن الحكيم، سورة الأنعام :٦، الآية: ۵۷

(۳) القرآن الحكيم، سورة المائدة : ۵، الآية: ۹۵

کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی سے دے، تم میں سے دو ثقہ آدمی اس کا حکم کریں۔

اور سنو! اللہ تعالیٰ بیوی اور شوہر کے بارے میں فرماتا ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (۱)

ترجمہ: اور اگر تمھیں دونوں کے درمیان چپقلش کا اندیشہ ہو تو ایک حَکَم شوہر کے گھر والوں میں سے بھیجو اور ایک حَکَم عورت کے گھر والوں میں سے۔

میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا لوگوں کے خون کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح کے لیے حکم بنانا بہتر ہے یا ایک خرگوش کے خون کی حفاظت کے لیے۔ جس کا دام چار آنے ہے، حکم بنانا بہتر ہے ؟ تو خوارج نے کہا کہ لوگوں کے خون کی حفاظت اور ان کے درمیان صلح کے لیے حَکَم بنانا بہتر ہے۔ آپ نے پوچھا کیا: میں تمھارے اعتراض سے سبک دوش ہو گیا، انھوں نے کہا: ہاں۔

دوسرے اعتراض کا جواب: تم کہتے ہو" حضرت علی نے قتال کیا اور مخالفین میں سے کسی کو لونڈی غلام نہ بنایا، نہ ان کے مال کو غنیمت قرار دیا"۔

تو بتاؤ! کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ صدیقہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہا - کو باندی بناؤ گے اور ان کے ساتھ استمتاع کو حلال سمجھو گے جیسا کہ دوسری باندیوں سے استمتاع کو حلال سمجھتے ہو، تم ایسا اعتقاد رکھو گے تو کافر ہو جاؤ گے، اور اگر تمھارا اعتقاد یہ ہو کہ وہ تمھاری ماں نہیں ہیں تو بھی کافر اور اسلام سے خاج ہو جاؤ گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (۲)

ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے، اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

تم لوگ دو گمراہیوں کے درمیان بھٹک رہے ہو، اب تمھاری مرضی، دونوں میں سے جسے چاہو اختیار کرو۔ کیا میں نے تمھاری تسلی کر دی، تو خوارج نے کہا: ہاں۔

تیسرے اور آخری اعتراض کا جواب: تمھارا آخری اعتراض یہ ہے کہ "حضرت علی نے اپنے نام سے أمیر المؤمنین کا لفظ مٹا دیا" تو سنو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حُدَیبیہ کے زمانے میں قریش کو صلح نامہ لکھنے کے لیے بلایا، اور فرمایا: لکھو، " هٰذا ما قاضیٰ علیه محمدٌ رّسولُ الله"

"محمد رسول اللہ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - کا صلح نامہ"

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة النساء: ٤، الآية: ٣٥

(٢) القرآن الحكيم، سورة الأحزاب : ٣٣، الآية: ٦

قریش نے کہا: اللہ کی قسم، اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیتُ اللہ سے نہ روکتے، نہ آپ سے جنگ کرتے، آپ وہاں " محمّد بنُ عبد الله" لکھیے، تو نبی کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا: اللہ کی قسم، میں بے شک، یقیناً اللہ کا رسول ہوں اگر چہ تم لوگ مجھے جھٹلاتے ہو، اے علی لکھو: "محمّد بن عبد الله"۔

اور رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- حضرت علی سے افضل تھے، کیا میں نے اس اعتراض کا بھی تشفی بخش جواب دے دیا، تو خوارج نے کہا: ہاں۔

اس مکالمہ سے متاثر ہو کر بیس ہزار خارجی تائب ہو کر واپس آ گئے، باقی چار ہزار اپنے انجام کو پہنچے۔[1]

اس حدیث میں **دلالۃ النص سے استدلال کی چار مثالیں** ہیں:

● حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے عمدہ لباس زیب تن فرمائے حالاں کہ آپ بے مثال صاحب حسن و جمال تھے اور لباس سے زینت کی آپ کو حاجت نہ تھی تو امت کو بدرجۂ اولیٰ عمدہ لباس زیب تن کرنے کی اجازت ہوگی کہ امت کو لباس سے زینت حاصل کرنے کی یک گونہ حاجت ہے۔

● یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور سید الانبیا -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اظہارِ نعمتِ الٰہیہ کے لیے عمدہ لباس زیبِ تن فرمائے تو امت کو بھی اظہارِ نعمتِ الٰہیہ کے لیے عمدہ لباس پہننے کی اجازت ہوگی۔

● چار آنے کے خرگوش کا مسئلہ نمٹانے کے لیے حَکَم مقرر کرنا جائز ہے، اور میاں بیوی کی ناچاقی دور کرنے کے لیے حَکَم بھی مقرر کرنا جائز ہے تو دو بڑے لشکروں کو خوں ریزی سے بچانے اور ان کے درمیان مصالحت کے لیے حَکَم مقرر کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔

● اس جنگ میں دونوں فریق اپنے اپنے اجتہاد کی بنا پر اپنے کو برحق اعتقاد کرتے تھے اس لیے دونوں باہم جنگ کے باوجود مومن رہے، لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- "اُم المؤمنین" رہیں اور اصحاب رسول "اصحابِ رسول" رہے، اور جب ایمان کی بنا پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کو باندی بنانا جائز نہ ہوا تو اسی بنیاد پر سیکڑوں اصحابِ رسول کو بھی غلام بنانا جائز نہ ہوگا۔

● حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- اللہ تعالیٰ کے محبوب اور سارے رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں پھر بھی بربنائے مصلحت صلح حدیبیہ کے موقع سے آپ نے "رسول اللہ" کا لفظ مٹانے کی اجازت دی تو اسی طرح کی مصلحت کی بنا پر حضرت علی -كرّم الله تعالىٰ وجهه الكريم-

(۱) فواتح الرحموت ، ج: ۲، ص: ٤٣٤، ٤٣٥ / الاجتهاد، بحواله الدرر المنثورة بروايت عبد الرزاق، و حاكم و بيهقي.

کے لیے ”امیر المؤمنین“ کا لفظ مٹانے کی بھی اجازت ہوگی، اور وہ بھی بدرجۂ اولیٰ ہوگی۔

(۱۰) رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے مدینہ شریف تشریف لانے کے بعد عاشوراء کا روزہ فرض قرار دیا، بعد میں جب رمضان کے روزے کا حکم آگیا تو عاشوراء کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی تاہم اس کا استحباب آج بھی باقی ہے۔ بخاری شریف میں ہے:

عن ابن عباس - رضى الله عنهما- قال:قدم النبي - صلى الله عليه وسلم- المدينة، فرأى اليهود تصوم يوم عاشوراء، فقال:«ما هذا». قالوا: هذا يوم صالح، هذا يوم نجّى الله بنى إسرائيل من عدوّهم، فصامه موسى. قال:«فأنا أحق بموسى منكم». فصامه وأمر بصيامه.(۱)

حضرت ابن عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- سے روایت ہے کہ نبی -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- مدینہ شریف تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورا کے دن روزے سے پایا، تو فرمایا: یہ کیسا روزہ ہے؟ یہودیوں نے کہا: یہ مبارک دن ہے، آج ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی، تو حضرت موسیٰ -علیہ السلام- نے یہ روزہ رکھا، تو حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا: ہم موسیٰ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں۔ پھر آپ نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور سب کو رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔

یہ دلالۃ النص کی بہت ہی صریح اور واضح مثال ہے کہ

- ”یوم نجات“ میں یہود روزہ رکھ کر اللہ کا شکر کرتے ہیں تو ان سے زیادہ شکرِ الٰہی کے حق دار ہم ہیں کہ ہم ان سے افضل ہیں۔
- یا ہم صوم موسیٰ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں کہ تمھارا صوم نامقبول ہے اور ہمارا صوم مقبول۔
- یا ہم اتباع موسیٰ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں کہ تم ان کا اتباع تحریف کے ساتھ کرتے ہو اور ہم بغیر تحریف کے ان کی شریعت کو حق سمجھتے اور ارشاد باری: فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ پر عمل کرتے ہیں۔

نور الانوار میں ہے:

و القياس ظني لا يقف عليه إلّا المجتهد ، والدلالةُ قطعية يعرفها كلّ من كان من أهل اللسان.

ترجمہ: قیاس ظنی ہے، اس سے صرف مجتہد واقف ہو سکتا ہے۔ اور دلالۃ النص قطعی ہے، اور اس

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲۶۸، كتاب الصوم/ باب صيام يوم عاشوراء، أيضًا: ج: ۲، ص: ٦٧٧، كتاب التفسير/ باب تفسير سورة يونس، مجلس البركات، مبارك فور

سے ہر صاحبِ زبان آگاہ ہے (صرف مجتہد کی ہی کوئی خصوصیت نہیں)۔[۱]

قمر الاقمار میں ہے:

و الثاني : أن القياس لا يقف عليه إلّا المجتهد فيحتاج القياس إلى النظر، و الدّلالةُ يعرفها كل من كان من أهل اللسان بغير ترتيب المقدمات و النظر.[۲]

ترجمہ: قیاس اور دلالۃُ النص میں دوسرا فرق یہ ہے کہ قیاس پر صرف مجتہد آگاہ ہوتا ہے کہ قیاس نظر کا محتاج ہے، اور دلالۃُ النص کو تمام اہل لسان بغیر مقدمات کی ترتیب اور نظر کے جانتے ہیں۔

کتاب اللہ کے قواعد و ضوابط سے استدلال:

قرآن حکیم آخری کتاب ہدایت ہے؛ اس لیے اس میں قیامت تک کے مسائل و حوادث کے احکام دریافت کرنے کے لیے قواعد و ضوابط بیان کر دیے گئے ہیں جس کے باعث وہ تمام احکام کی جامع بھی ہے اور بہت مختصر بھی۔ یہ قواعد و ضوابط کثیر ہیں، چند ملاحظہ ہوں:

(۱) مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[۳]

ترجمہ: اور جو کچھ تمھیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ[٤]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(۳) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ[٥]

ترجمہ: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔

(۴) وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ[٦]

ترجمہ: اور تم پر دین میں تنگی کچھ نہ رکھی۔

(١) نور الأنوار ص: ١٥٢، مبحث الثابت بدلالة النص، مجلس البركات، مبارك فور
(٢) قمر الأقمار حاشيه نور الأنوار، ص: ١٥٢، مبحث الثابت بدلالة النص، مجلس البركات، مبارك فور
(٣) القرآن الحكيم، سورة الحشر: ٥٩، الآية: ٧.
(٤) القرآن الحكيم، سورة الحجرات: ٤٩، الآية: ١
(٥) القرآن الحكيم، سورة النساء: ٤، الآية: ٤٨
(٦) القرآن الحكيم، سورة الحج: ٢٢، الآية: ٧٨

(۵) اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ[۱]

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور نصیحت سے۔

(۶) لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ[۲]

ترجمہ: کچھ زبردستی نہیں دین میں، بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔

(۷) اِلَّا مَنْ اُکْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ[۳]

ترجمہ: سوا، اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔

(۸) اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ[۴]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دَین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔

(۹) اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ[۵]

ترجمہ: انھیں (یعنی منہ بولے بیٹوں کو) ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو۔

(۱۰) وَلَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ یَّکْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ[۶]

ترجمہ: اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہ گار ہے۔

(۱۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ.[۷]

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

(۱۲) لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[۸]

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

(۱۳) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[۹]

ترجمہ: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

---

(۱) القرآن الحکیم، سورة النحل :١٦، الآیة: ١٢٥
(۲) القرآن الحکیم، سورة البقرة:٢، الآیة: ٢٥٦
(۳) القرآن الحکیم، سورة النحل: ١٦، الآیة: ١٠٦
(٤) القرآن الحکیم، سورة البقرة: ٢، الآیة: ٢٨٢
(٥) القرآن الحکیم، سورة الأحزاب:٣٣، الآیة: ٥
(٦) القرآن الحکیم، سورة البقرة: ٢، الآیة: ٢٨٣
(٧) القرآن الحکیم، سورة الحجرات:٤٩، الآیة: ١٢
(٨) القرآن الحکیم، سورة البقرة:٢، الآیة: ٢٨٦
(٩) القرآن الحکیم، سورة الفاطر:٣٥، الآیة: ١٨

(۱۴) لَا یَضُرُّکُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَیۡتُمۡ ؕ[۱]

ترجمہ: تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گم راہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

کتاب اللہ میں اگر قواعد و ضوابط کے بجائے قیامت تک کے جزئی احکام بیان کیے جاتے تو اس کی لاکھوں جلدیں ہوتیں جو ہزاروں لائبریریوں میں محفوظ کی جاتیں پھر ان سب کا حفظ اور ان سے استفادہ انتہائی دشوار، بلکہ عام قوتِ انسانی سے بالاتر ہوتا۔ یہ خداے رحمٰن و رحیم کی رحمت ہے کہ اس نے ہمیں کلیات کی رہنمائی فرمائی اور قواعد و ضوابط عطا کر کے لا محدود جزئیات کو چند کلمات میں سمیٹ دیا۔

سنت رسول اللہ کے قواعد و ضوابط:

(۱) فإذا نهيتُكم عن شيء فاجتنبوه، وإذا أمرتُكم بأمرٍ فأتوا منه ما استطعتم.[۲]

ترجمہ: میں جب تمھیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے بچو، اور جب کسی بات کا حکم دوں تو اسے استطاعت بھر بجالاؤ۔

(۲) إنّما الأعمال بالنيّات.[۳] ترجمہ: اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔

(۳) و إنّما لكل امرئ ما نوى.[٤]

ترجمہ: ہر آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی۔

(٤) البيّنةُ على المدّعي واليمينُ على من أنكر.[٥]

ترجمہ: مدعی پر ثبوت ہے اور مُنکِر پر قسم۔

(٥) يسّروا ولا تعسّروا و بشّروا و لا تنفّروا.[٦]

ترجمہ: آسانی فراہم کرو، دشواری مت لاؤ، اور بشارت دو، نفرت مت دلاؤ۔

---

(١) القرآن الحكيم، سورة المائدة:٥، الآية: ١٠٥

(٢) صحيح البخاري ج: ٢، ص: ١٠٨٢، كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة / باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، مجلس البركات، مبارك فور

(٣) صحيح البخاري، ج: ١، ص:٢، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، مجلس البركات، مبارك فور

(٤) صحيح البخاري، ج: ١، ص:٢، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ، مجلس البركات، مبارك فور

(٥) السنن الكبرى للبيهقي ج: ١٠، ص: ٢٥٢، كتاب الدعوى و البينات/ باب البيّنة على المدّعي، مجلس دائرة المعارف ، حيدرآباد.

(٦) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ١٤، كتاب العلم، مجلس البركات، مبارك فور

(٦) لا طاعة لمخلوق في معصية الله عزّ و جلّ.[١]

ترجمہ: اللہ عزّوجلّ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

(٧) الإسلام يعلو و لا يُعلى.[٢]

ترجمہ: اسلام غالب ہے، مغلوب نہیں۔

(٨) الإسلام يهدِم ما قبله.[٣]

ترجمہ: اسلام پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(٩) من كذب عليّ متعمّدًا فليتبوّأ مقعده من النّار.[٤]

ترجمہ: جو قصداً میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

(١٠) من سنّ في الإسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر مَن عمل بها بعده.[٥]

ترجمہ: جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اپنی ایجاد کا ثواب ملے گا اور بعد میں جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کا ثواب بھی اسے ملے گا۔ (ساتھ ہی ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا ثواب ملے گا)

(١١) من سنّ في الإسلام سنة سيّئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده.[٦]

ترجمہ: اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر اپنی ایجاد کا گناہ ہوگا اور بعد میں جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کا گناہ بھی اس کے ذمہ ہوگا۔ (ساتھ ہی ہر ایک پر اس کے عمل کا گناہ بھی ہوگا)

(١٢) من تشبّه بقوم فهو منهم.[٧]

ترجمہ: جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔

---

(١) مسند الإمام أحمد بن حنبل ج: ٢، ص: ٣٣٣/ مسند علي بن أبي طالب، رقم الحديث: ١٠٩٥.

(٢) صحيح البخاري ج: ١، ص: ١٨٠، كتاب الجنائز/ باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلّى عليه، مجلس البركات، مبارك فور

(٣) الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٧٦، كتاب الإيمان/ باب كون الإسلام يهدم ما كان قبله، مجلس البركات، مبارك فور

(٤) الصحيح لمسلم ، ج: ١، ص: ٧، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، مجلس البركات، مبارك فور.

(٥) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٣٢٧، كتاب الزكاة/ باب الحث على الصدقة و ولو بشق تمرة ... مجلس البركات، مبارك فور

(٦) أيضًا.

(٧) سنن أبي داؤد ، ص: ٦٧٤، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، دار إحياء التراث العربي، بيروت

(۱۳) و ما سکت عنه فهو عفو.(۱)

ترجمہ: شارع نے جس کا حکم بیان کرنے سے سکوت کیا وہ معاف ہے۔

(۱٤) ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.(۲)

ترجمہ: مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(۱٥) ما رآه (المسلمون) سيّئًا فهو عند الله سيّءٌ.(۳)

ترجمہ: مسلمان جسے برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔

(۱٦) إذا وُسِّد الأمر إلى غيرِ أهله فانتظر السّاعة.(٤)

ترجمہ: جب کام نااہل کو سونپا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

(۱۷) إذا قال الرجل : لأخيه يا كافر فقد باء به أحدهما.(٥)

ترجمہ: جب کسی شخص نے مسلمان کو کہا "اے کافر" تو دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہوگا۔

(۱۸) من نسي صلاة أو نام عنها فليصلّها إذا ذَكَرَها.(٦)

ترجمہ: جو شخص کوئی نماز بھول جائے یا سو رہے تو یاد آتے ہی پڑھ لے۔

(۱۹) الولدُ للفراش و للعاهر الحجر.(۷)

ترجمہ: بچہ اس کا ہے جس کی یہ بیوی یا باندی ہے اور زانی کے لیے پتھر (محرومی یا سزا)۔

(۲۰) يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب.(۸)

ترجمہ: دودھ پینے سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

---

(۱) مشكاة المصابيح ، ص: ۳٦۲، آخر باب ما يحلّ أكله، و ما يحرم عن أبي داؤد.

(۲) المستدرك على الصحيحين للحاكم ج: ۳، ص: ۷۸، ۷۹، كتاب معرفة الصحابة، دار المعرفة، بيروت

(۳) أيضًا، ج: ۳، ص: ۷۸، ۷۹، كتاب معرفة الصحابة.

(٤) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۱٤، كتاب العلم/ باب من سأل علماً ... ، مجلس البركات، مبارك فور

(٥) صحيح البخاري ج: ۲، ص: ۹۰۱، كتاب الأدب / باب من أكفر أخاه بغير تأويل فهو كما قال، مجلس البركات، مبارك فور

(٦) سنن الدارمي ج: ۲، ص: ۷۸۳، كتاب الصلاة / باب من نام عن صلاة ...

(۷) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲۷٦، كتاب البيوع/ باب تفسير المشبهات، مجلس البركات مبارك فور

(۸) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۳٦۰، كتاب الشهادات/ باب الشهادة على الأنساب و الرضاع، مجلس البركات، مبارك فور

(۲۱) الخالة بمنزلة الأم.[١]

ترجمہ: خالہ ماں کے درجے میں ہے۔

(۲۲) من غشّ فليس منّي.[٢]

ترجمہ: جو دھوکا دے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

(۲۳) لا عدویٰ ولا طيرةَ و لَا صفر و لا هامة.[٣]

ترجمہ: بیماری اڑ کر ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی، اور بدشگونی کوئی چیز نہیں، صفر کوئی چیز نہیں، اُلو میں کوئی نحوست نہیں۔

(۲٤) إنّما الطّلاق لمن أخذ بالسَّاق.[٤]

ترجمہ: طلاق کا اختیار صرف اسے ہے جو عورت کی پنڈلی پکڑے۔ (مراد شوہر ہے)

(۲۵) مَن اشترى شيئًا لم يره فله الخيار إذا رآه.[٥]

ترجمہ: جس نے کوئی چیز بغیر دیکھے خرید لی اسے دیکھنے کے بعد لینے، نہ لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲٦) المرء مع من أحبّ.[٦]

ترجمہ: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت رکھی۔

(۲۷) مطل الغنی ظلم.[٧]

ترجمہ: غنی کا ادائگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

(۲۸) لا ضرر ولا ضرار.[٨]

ترجمہ: نہ ضرر دو، نہ ضرر لو۔

---

(١) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٦١٠، كتاب المغازي.
(٢) الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ٧٠، كتاب الإيمان/ باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: من غشّنا فليس منا، مجلس البركات، مبارك فور.
(٣) الصحيح لمسلم، ج:٢، ص:٢٣٠، كتاب السلام/ باب لا عدوى و لا طيرة، و لا هامة و لا صفر و لا نوء ...، مجلس البركات، مبارك فور
(٤) سنن ابن ماجه، ج: ١، ص: ٦٧٢، كتاب الطلاق/ باب طلاق العبد، دار الكتب العلمية، بيروت
(٥) نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية ج: ٤، ص: ٩، كتاب البيوع، باب خيار الروية، بحواله سنن الدارقطني.
(٦) صحيح البخاري، ج: ٢، ص:٩١١، كتاب الأدب/ باب علامة الحب في الله، مجلس البركات، مبارك فور
(٧) صحيح البخاري ج: ١، ص: ٣٠٥، كتاب الإجارة/ باب في الحوالة، مجلس البركات، مبارك فور
(٨) سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام/ باب من بنى في حقه ما يضر.

(٢٩) فَدَعوا الربا والرِّيبة.[١]

ترجمہ: سود کو بھی چھوڑو اور جس میں سود کا شبہہ ہو اسے بھی چھوڑو۔

(٣٠) لا وصيّة لوارث إلّا أن تُجِيز الورثَةُ.[٢]

ترجمہ: وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں مگر یہ کہ ورثہ اجازت دے دیں۔

(٣١) إذا شكّ أحدكم في صلاته فليتحرّ الصواب. و في رواية: فلينظر أحرى ذلك للصواب.[٣]

ترجمہ: جب تمھیں نماز میں شک ہو جائے تو تحری کر کے درست بات معلوم کرو۔

اس طرح کتاب و سنت کے بے شمار قواعد کلیہ ہیں جن سے ہزاروں نئے مسائل کے احکام معلوم کیے جا سکتے ہیں بلفظ دیگر ان سے ثابت ہونے والے بے شمار احکام و مسائل کو غور و فکر کے بعد ان پر منطبق کیا جا سکتا ہے۔

آثارِ صحابہ سے استدلال :

جن مسائل میں احادیث نہ ملیں، یا ملیں مگر اجمال کی وجہ سے بیان کی حاجت ہو، یا احادیث میں تعارض ہو اور ناسخ کا پتہ لگانا ہو، یا تایید حکم مقصود ہو تو آثار صحابہ سے استدلال کیا جاتا ہے، امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "شرح معانی الآثار" میں اس کی مثالیں بے شمار ہیں، ہم یہاں چند مثالیں ہدایہ وغیرہ سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) تراویح سنت مؤکّدہ ہے، اس کی دلیل ہدایہ میں یوں ہے:

لأنه واظب عليها الخلفاء الرّاشدون.[٤]

ترجمہ: اس لیے کہ صحابۂ کرام نے پابندی کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھی۔

(۲) تراویح کی جماعت سنّت کفایہ ہے، چناں چہ ہدایہ میں ہے:

"والسنةُ فيها الجماعة لكن على وجه الكفاية ... فالمتخلّف عن الجماعة تاركٌ للفضيلة؛ لأنّ أفراد الصحابة رضي الله عنهم يروى عنهم التخلّف.[٥]

---

(١) مشكاة المصابيح ، ص: ٢٤٦، باب الربا، عن ابن ماجه و الدارمي.، مجلس البركات، مبارك فور

(٢) الدّراية في تخريج أحاديث الهداية على هامش الهداية ، ج: ٤، ص: ٦٤١، كتاب الوصايا، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) الصحيح لمسلم ، ج:١، ص:٢١٢، فصل: من شكّ في صلاة .مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) الهداية ج: ١، ص: ١٣١، قبيل باب إدراك الفريضة، مجلس البركات، مبارك فور

(٥) الهداية، ج: ١، ص: ١٣١، قبيل باب إدراك الفريضة، مجلس البركات، مبارك فور

تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے تو جو اس کی جماعت میں شریک نہ ہو وہ تارک فضیلت ہے؛ کیوں کہ کچھ صحابۂ کرام سے جماعتِ تراویح میں شرکت نہ کرنا منقول ہے۔

(۳) ہدایہ میں ہے:

و أكثر مدّة الحمل سنتان ، لقول عائشة: "الولدُ لايبقى في البطن أكثر من سنتين."[۱]

ترجمہ: حمل کے شکم میں رہنے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے، دلیل حضرت عائشہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہا- کا یہ ارشاد ہے کہ بچہ شکم میں دو سال سے زیادہ نہیں رہتا۔

(۴) حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے داڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا ہے، ساتھ ہی یہ بھی منقول ہے کہ آپ داڑھی کو لمبائی سے کم کر دیتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی بڑھانے کی شرعًا ایک حد ہے مگر وہ حد کیا ہے یہ مجمل ہے، اس کا بیان حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کا یہ اثر ہے کہ وہ حضرات ایک مشت سے زائد داڑھی کو کاٹ کر کم کر دیتے تھے، فتاوی رضویہ میں ہے:

"امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

أخبرنا أبوحنيفة عن الهيثم، عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنّه كان يقبض على لحيته، ثمّ يقصّ ما تحت القبضة.

(ترجمہ: امام ابو حنیفہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے ہمیں خبر دی کہ ان سے حضرت ہیثم نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے پھر جو بال مٹھی کے نیچے ہوتے انھیں کاٹ دیتے۔ن)

ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی کو اختیار فرمایا... امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعدِ روایت حدیثِ مذکور فرماتے ہیں: بهِ نأخذ و هو قولُ أبي حنيفة. (ترجمہ: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔ن) نہایہ سے منقول: به أخذَ أبو حنيفة و أبو يوسف و محمّد، كذا ذكره أبو اليسر في جامعه الصغير."[۲]

(ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد - رحمہم اللہ تعالیٰ - نے اسی کو اختیار فرمایا۔ امام ابو الیسر نے اپنی جامع صغیر میں اسے ذکر فرمایا۔ن)

---

(۱) الهداية، ج: ۲، ص: ۴۱۳، باب ثبوت النسب، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) فتاوی رضويه، ج: ۱۰، ص: ۶۹، رضا اكيڈمی ممبئی

(۵) آفاقی حج کے مہینوں میں عمرہ کر کے اپنے وطن کے سوا دنیا میں کہیں جائے پھر واپس آکر حج کرے تو متمتّع ہوگا:

عن يزيد الفقير، أنّ قومًا من أهل الكوفَةِ تمتّعُوا، ثُمّ خَرَجوا إلى المدينَة، فأقبَلُوا منها بحجٍّ، فسألُوا ابنَ عبّاس، فقال: أنتُم مُتمَتِّعون.[۱]

ترجمہ: یزید فقیر سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے تمتع کیا، پھر مدینۂ منورہ چلے گئے، اس کے بعد وہاں سے آکر حج کیا اور حضرت ابن عباس سے اس کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ متمتّع ہو۔

امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

و اعتمادُنا فيه على حديثِ ابن عبّاس رضي الله تعالى عنه قال: إذا أَلَـمَّ[۲] بأَهْلِهِ بين النُّسُكَين إلماماً صحيحًا فهو متمتّع ، و هكذا رُوي عن عمر ، و ابن عُمر رضي الله تعالى عنهما.[۳]

ترجمہ: ہمارا اعتماد اس بارے میں حضرت ابن عباس - رضی اللہ تعالیٰ عنہما - کی حدیث پر ہے، آپ نے فرمایا: جب عمرہ اور حج دونوں عبادتوں کے درمیان اپنے وطن جاکر المامِ صحیح نہ کرے تو وہ متمتّع ہے، ایسا ہی حضرت عمر اور ابن عمر - رضی اللہ تعالیٰ عنہما - سے مروی ہے۔

اس طرح کی بے شمار مثالیں کتب فقہ میں موجود ہیں۔

کتاب اللہ کے عللِ منصوصہ:

شریعت طاہرہ نے جو احکام جاری کیے ہیں ان سے کچھ اہم مصالح اور علل جڑے ہوئے ہیں، انھی مصالح اور علل کی بنا پر یہ احکام نوپیدا مسائل میں بھی جاری ہوتے ہیں، یہ مصالح دو طرح کے ہیں:

- کچھ تو وہ ہیں جن کا ذکر کتاب و سنت میں موجود ہے۔
- اور کچھ وہ ہیں جو احکام میں مضمر ہیں اور فقہاے مجتہدین نے اپنی اجتہادی بصیرت سے انھیں دریافت کر کے بیان فرمایا ہے۔

---

(۱) مصنف ابن أبي شيبه ، ج: ۲، ص: ۵۳۵، كتاب الحج.

(۲) یہاں " أَلـمّ " بمعنیٰ " لم ينزل "بطور سلب ماخذ ہے، جیسے آیت کریمہ " على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين " میں "يطيقون" بمعنیٰ "لا يُطيقون" بطور سلب ماخذ ہے۔ اس طور پر یہ روایت ابن عباس کی درج بالا روایت کے عین مطابق ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے اصل عبارت یہ ہو: (إذا لم يلم)، نقل میں کچھ ساقط ہو گیا ہے، سنن کبریٰ ج: ۷، ص: ۶۵، کتاب النکاح کی ایک حدیث میں ہے: "أَلَا بيَّنتُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوْا" یہاں "أَنْ تَضِلُّوْا" بمعنیٰ " أن لَّا تَضِلُّوْا " ہے۔ ۱۲ منہ

(۳) المبسوط للسرخسي ، ج: ۲، ص: ۸۰۴، كتاب المناسك/ باب الجمع بين الإحرامين.

دونوں کو عِلل منصوصہ کہا جاتا ہے، **اول** منصوصۂ شرع ہیں اور **دوم** منصوصۂ مذہب۔ ان عِلل کی پہچان مختلف کلمات و حروف سے کی جاتی ہے، مثلاً فَ ، فَإِنَّهُ، مِنْ أَجَلِ، لِأَجَلِ ، لِ، لِمَا وغیرہ۔ مشتقات پر احکام جاری ہوں تو وہ بھی عِلل قرار پاتے ہیں۔ ہم یہاں ایضاحِ مرام کے لیے دونوں طرح کے علل اور کلماتِ عِلل کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

(۱) ارشاد باری ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ (۱)

ترجمہ: اے محبوب: یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم، تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حیض میں بیوی سے قربت کی ممانعت کی علت نجاست اور گندگی ہے؛ لہٰذا اس سے نفاس میں جماع اور لواطت کی حرمت ثابت کی جاسکتی ہے۔

(۲) ارشاد باری ہے:

وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ (۲)

ترجمہ: (شیطان نے کہا) اور میں ضرور انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی چیز بدل دیں گے۔

اللہ کی بنائی چیز کو بدلنا شیطانی کام ہے، لہٰذا اس سے مُثلہ اور نس بندی کی حرمت ثابت ہوئی۔

(۳) ارشاد باری ہے:

السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا۔ (۳)

ترجمہ: چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ دو۔

(۴) ارشاد باری ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ (٤)

ترجمہ: زانیہ اور زانی دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹے جانے کی علت سرقہ، اور زانیہ و زانی کو کوڑے مارنے کی علت زنا بتائی گئی، لہٰذا زمانۂ نزول قرآن کے بعد بھی جہاں جہاں یہ علتیں پائی جائیں گی ان کے یہ احکام بھی وہاں جاری ہوں گے۔

---

(١) القرآن الحكيم، سورة البقرة ٢، الآية : ٢٢٢

(٢) القرآن الحكيم، سورة النساء٤، الآية: ١١٩

(٣) القرآن الحكيم، سورة المائدة ٥، الآية : ٣٨،

(٤) القرآن الحكيم، سورة النور ٢٤، الآية : ٢

(۵) ارشاد باری ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ .(١)

ترجمہ: تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام، مگر یہ کہ مُردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بدجانور کا گوشت کہ وہ نجاست ہے۔

اس آیت کریمہ میں مردار اور بہتے خون اور لحم خنزیر کے حرام ہونے کی علت "رِجس" بتائی گئی ہے، لہٰذا وہ دودھ بھی حرام ہوگا جس میں اُبالتے وقت ان تینوں میں سے کوئی بھی گر کر مل گیا کہ اس ملنے کے باعث وہ بھی "رِجس" ہے۔

(٦) سورۃ البقرہ میں تینوں کی حرمت ذکر کرنے کے بعد یہ انکشاف بھی کیا گیا:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ(٢)

ترجمہ: تو جو ناچار ہو، نہ یوں کہ خواہش سے کھائے، اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں۔

یہاں مردار، وغیرہ کے کھانے پر گناہ کی نفی اضطرار کی بنا پر کی گئی ہے، لہٰذا اضطرار کی بنا پر اگر ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں چڑھایا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

(۷) ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ .(٣)

ترجمہ: شراب اور جوا اور بت اور پانسے (فال نکالنے کے تیر) ناپاک ہی ہیں، شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا۔

یہاں "خَمْر" وغیرہ سے اجتناب کے حکم کی علت "رِجْس" بتائی گئی ہے؛ لہٰذا خمر کے سوا دوسرے مسکرات بشمول اَلکحل بھی اس علتِ رجس کی بنا پر واجب الاجتناب ہوں گے۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ .(٤)

---

(١) القرآن الحكيم، سورة الأنعام ٦، الآية: ١٤٥
(٢) القرآن الحكيم، سورة البقرة ٢، الآية : ١٧٣
(٣) القرآن الحكيم، سورة المائدة ٥، الآية : ٩٠
(٤) القرآن الحكيم، سورة التوبة ٩، الآية: ١٢٢

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔

اس آیت کریمہ میں دین کا فقیہ بننے کا حکم دے کر اس کی علت ''اِنذارِ قوم'' بتائی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ ''اِنذارِ قوم'' کے ساتھ تفقُّہ فی الدین ہونا چاہیے۔ ردالمحتار میں ہے: فإن لم يستطع فبلسانِه علما کے لیے ہے، اور فإن لم يستطع فبقَلبِهٖ عوام الناس کے لیے۔[۱] جس سے معلوم ہوا کہ عوام کی ذمہ داری مُنکَر کو دل سے بُرا جاننا ہے، اور علما کی ذمہ داری اس کے ساتھ زبان سے روکنا اور اِنذار بھی ہے۔

(۹) لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ[۲]

ترجمہ: ان تین اوقات (قبلِ صبح، دوپہر، بعد عشا) کے علاوہ کچھ گناہ نہیں، نہ تم پر، نہ ان پر، یہ تمھارے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں، بعض بعض کے پاس آتے جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اَطفال اور غلاموں کو تین اوقات کے سوا بغیر اجازت لیے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ''کثرت طواف'' کی بنا پر ہے کہ وہ بار بار مختلف حوائج کے پیش نظر گھر میں جاتے آتے ہیں تو اجازت لینے کی شرط سب کے لیے باعث حرج ہوگی، لہٰذا کثرتِ طواف کی یہ علت کہیں اور پائی جائے تو وہاں سے بھی حرج کا ازالہ ہوگا۔

سنتِ رسول اللہ کے عللِ منصوصہ:

(۱، ۲) رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- فتح مکہ کے موقع سے جب مکّہ معظّمہ تشریف لائے تو سعد بن ابو وقاص نے زَمعہ کی باندی کے بیٹے پر قبضہ کر لیا اور اسے لے کر رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کی بارگاہ میں آئے، اور انھی کے ساتھ (دوسرے فریق) عبد بن زمعہ بھی آگئے۔ سعد بن ابو وقاص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے بھائی عتبہ بن ابو وقاص کا بیٹا ہے، اس نے وصیت کی ہے کہ یہ اس کا بیٹا ہے۔ اور عبد بن زمعہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے، یہ (میرے باپ) زمعہ کا بیٹا ہے۔

رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو دیکھا تو وہ شکل و صورت میں

---

(۱) ردالمحتار ج:۹، ص:۵۰۱، ۵۰۲، کتاب الحظر والاباحۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

حدیث کے کلمات اس طرح ہیں: قال رسولُ الله - صلى الله تعالى عليه وسلم - مَن رَأىٰ مِنكم مُنكرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ، فَإن لم يَستطِع فبِلسانِهٖ ، فَإنْ لم يَستَطِعْ فَبِقَلبِهٖ. رواه الإمام مسلم في صحيحه، في كتاب الإيمان/ باب النهي عن المنكر من الإيمان، ج: ١، ص: ٥١، مجلس البركات. منه.

(٢) القرآن الحكيم، سورة النور ٢٤، الآية: ٥٨

عتبہ بن ابی وقاص سے زیادہ مشابہ تھا، اس لیے آپ نے یہ فیصلہ سنایا:

هو لك، هو أخوك، يا عبد بن زمعة **مِن أجل** أنّه وُلِد على فِرَاشِه، و قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم: احتجِبي منهُ يا سودة، لما رأىٰ مِن شَبَهِ عُتبة بن أبي وقّاص.[1]

ترجمہ: اے عبد بن زمعہ، اس کے حق دار تم ہو، یہ تمھارا بھائی ہے ”اس لیے کہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا“ اور رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اپنی زوجہ حضرت سودہ سے جو زمعہ کی صاحب زادی تھیں فرمایا: ”اے سودہ! تم اس سے پردہ کرنا“ کیوں کہ آپ نے اسے عُتبہ بن ابو وقاص کے مشابہ دیکھا۔

اس حدیث میں سرکار ابد قرار -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے دو فیصلے کیے ہیں، پہلے فیصلے کی علت یہ بیان فرمائی کہ بچہ زمعہ کی باندی کے شکم سے اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے لہٰذا یہ اس کا بیٹا اور عبد بن زمعہ کا بھائی ہے۔ اور دوسرے فیصلے کی علت شکل وصورت میں باندی کے شناسا سے بچے کی مشابہت ہے۔

یہ علت قرینۂ عقلیہ ہے لہٰذا پردے کا حکم دیا، اور وہ علت شریعت کا ضابطۂ عامہ ہے اس لیے اس پر نسب کی بنیاد رکھی۔

(۳) حضور اکرم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے بلّی کے بارے میں فرمایا:

إنّها ليست بنجس إنّما هي من الطّوّافين عليكم.[2] و في روايةٍ: وَ الطَّوَّافاتِ.[3]

ترجمہ: بلّی کا جوٹھا ناپاک نہیں، وہ تو تمھارے گھر میں بار بار آنے جانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہے۔

بلی درندہ ہے لہٰذا اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہیے مگر وہ گھروں میں بار بار آتی جاتی اور برتنوں میں منھ ڈالتی ہے اگر اس کا جوٹھا ناپاک قرار دیا جائے تو بڑا حرج لازم آئے گا، اس لیے حضور رحمت عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے علتِ طواف کی بنا پر اس کے جوٹھے کو پاک قرار دے دیا۔

یہ علتِ طواف گھروں میں رہنے والے چوہوں اور سانپوں میں بھی پائی جاتی ہے، لہٰذا اسی علت کی بنا پر ان کا جوٹھا بھی پاک ہوگا۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ٦١٦، كتاب المغازي/ ذكر فتح مكة، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) جامع الترمذي، ج:۱، ص:۲۷، أبواب الطهارة / باب ما جاء في سور الهرة، مجلس البركات، مبارك فور

(۳) سنن الدارقطني، ج: ۱، ص: ۷۱، كتاب الطهارة/ باب سور الهرّة، دار الكتب العلمية، بيروت

(۴) جو شخص حج سے عاجز ہو اور اس کا وارث اس کی طرف سے حج کرے تو عاجز کے ذمہ سے حجِ فرض ساقط ہو گا یا نہیں، یہ سوال بارگاہ رسالت میں ایک صحابی اور صحابیہ نے دو الگ الگ اوقات میں عرض کیا، تو سرکار -علیہ الصلاۃ والسلام- نے جواب میں فرمایا:

أ رأيتَ لو كان على أبيكَ دين أَكُنْتَ قَاضِيَهُ ، قال: نعم، قال: فدينُ الله أحقُّ.(۱)

ترجمہ: بتاؤ، اگر تمھارے باپ پر دَین (قرض) ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتے؟ کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: تو اللہ کا دَین (قرض) اس سے زیادہ ادائگی کا حق دار ہے۔

یہاں سرکار ابد قرار -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے حج فرض سے سبک دوشی کی علت دَین ہونا قرار دیا کہ جیسے کسی کے ذمّہ بندے کا دَین ہو اور دوسرا ادا کرے تو مدیون سبک دوش ہو جاتا ہے، یوں ہی حج فرض بھی ایک دَین ہے؛ لہٰذا یہاں بھی دوسرے کے ادا کرنے سے بندہ اپنے فرض سے سبک دوش ہو جائے گا۔

(۵) عن أبي هريرة أنّ رسولَ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم - قال: استنزهوا مِن البول؛ فإنّ عامّة عذاب القبر منه.(۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا: پیشاب سے بچو، اس لیے کہ قبر کے عام عذاب اس کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں عذاب قبر کی علت پیشاب سے نہ بچنا بتایا گیا ہے؛ لہٰذا جو شخص بھی پیشاب سے نہ بچے وہ اس وعید کا سزاوار ہو گا۔

(۶) عَنْ ابنِ عبّاسٍ قالَ : مَرَّ النّبيُّ -صلّى الله تعالى عليه وسلّم - بحائطٍ مِنْ حِيطانِ المدينة أو مَكَّة، فسَمِعَ صوتَ إِنسانَيْنِ يُعَذَّبَانِ في قبورِهما، فقالَ النبيُّ - صلّى الله تعالى عليه وسلم- يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ في كبيرٍ، ثم قال: بَلىٰ، كان أحدُهما لايستتر [وَ في نسخةٍ: لا يستنزهُ] من بولِهِ، و كان الآخرُ يمشي بالنميمة.(۳)

---

(۱) سنن النسائي ، ص:۳۸۹، مناسك الحج، تشبيه قضاء الحج بقضاء الدّين.
و ص: ۳۸۹، العمرة عن الرجل الّذي لا يستطيع ، و : حجّ المرأة عن الرّجل، و: حجّ الرجل عن المرأة، دار ابن حزم ، بيروت ۔ ان ابواب میں حدیث مذکور کے مضمون کی متعدّد روایات اور واقعات درج ہیں۔ ۱۲ منہ

(۲) سنن الدارقطني ، ج: ۱، ص: ۱۳٦ ، كتاب الطهارة/ باب نجاسة البول والأمر بالتنزه منه، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۳) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۳٤، ۳٥/ بابٌ من الكبائر أن لا يستتر من بوله، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابن عباس - رضی اللہ تعالیٰ عنہما - کا بیان ہے کہ نبی کریم - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - مدینۂ منورہ یا مکۂ معظمہ کے ایک باغ سے گزرے جہاں دو قبروں سے دو انسانوں کی دردناک آواز آرہی تھی، تو حضور نے فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسی بات سے عذاب نہیں ہو رہا ہے جس سے بچنا دشوار ہو، عذاب کیوں نہ ہو، ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔

یہاں عذاب قبر کی علت پیشاب سے نہ بچنا، اور چغل خوری کرنا بتایا گیا ہے؛ لہٰذا آج کے زمانے میں بھی ان علتوں کی بنیاد پر عذاب قبر کی وعید دی جا سکتی ہے۔

(۷) پھر سرکار - علیہ الصلاۃ و السلام - نے کھجور کی ایک تر شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا ایک قبر پر اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر رکھا اور فرمایا:

لعلّه أن يخفّفَ عنهما ما لم تَيْبسا.(۱)

ترجمہ: میں نے یہ اس لیے کیا کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں ان سے عذاب میں تخفیف رہے۔

یہاں تخفیفِ عذابِ قبر کی علت تر شاخوں کی تسبیح ہے؛ لہٰذا اس کی بنا پر کھجور کے سوا دوسری تر شاخ اور پھول وغیرہ قبر پر ڈالنے سے بھی تخفیفِ عذاب کا حکم ہوگا۔

(۸) عن أبي هريرة رضِي الله تعالى عنه، قال: ... فلم نستيقظ حتّى طلعتِ الشمس، فقال النبي - صلى الله تعالى عليه وسلم - : ليأخذ كلّ رجل برأس راحلته، فإنّ هذا منزلٌ حضرنا فيه الشيطان.(۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم لوگ سو گئے اور سورج طلوع ہونے کے بعد بیدار ہوئے، تو نبی کریم - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - نے فرمایا: ہر شخص یہاں سے اپنی سواری کے ساتھ آگے بڑھ چلے کیوں کہ اس جگہ شیطان آگیا تھا۔ (ترجمہ ختم)

سرکار - علیہ الصلاۃ و السلام - نے پڑاو کی جگہ پر فجر کی نماز نہیں پڑھی، اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ "شیطان آگیا تھا"، لہٰذا جن جگہوں پر شیاطین ہوتے ہیں جیسے مشرکین کے عبادت خانے، وہاں اس علت کی بنا پر نماز ممنوع ہوگی۔

(۹) رسول اللہ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - فرماتے ہیں:

أمّا أنّه ليس في النوم تفريط، إنّما التفريط على من لم يصلّ الصّلاة حتّى

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۳۴، ۳۵/ باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۲۳۸/ باب قضاء الصلاة الفائتة، مجلس البركات، مبارك فور

يجيء وقتُ الصلاة الأخرى.(١)

ترجمہ: سوئے رہ جانے میں کوئی تقصیر نہیں ہے، تقصیر تو بس اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

سوجانے کے باعث نماز فوت ہوجائے تو یہ تقصیر و گناہ نہیں ہے، اس کی علت حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے نوم بتائی، لہٰذا اگر کوئی بے ہوش ہو جو سونے والے کی طرح بے خبر ہو، اور اس کی نماز فوت ہوجائے تو وہ بھی قصور وار نہ ہوگا۔

(۱۰) رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- فرماتے ہیں:

إنّما الوضوءُ على من نامَ مضطجعًا، فإنّه إذا نام مضطجعا استرخت مفاصلُه. رواه أبو داود و الترمذي.(٢)

ترجمہ: وضو صرف اس پر ہے جو پہلو کے بل سوئے، اس لیے کہ جب وہ پہلو کے بل سوئے گا تو اس کے اعضا ڈھیلے پڑجائیں گے۔

اس حدیث میں وضو ٹوٹنے کی علت " اعضا کا ڈھیلا پڑنا" بتایا گیا ہے، تو یہ حکم ان تمام جگہوں پر جاری ہوگا جہاں یہ علت پائی جائے، لہٰذا اگر کوئی شخص نشے میں مدہوش ہو، یا بے ہوش ہو، یا کسی چیز سے ٹیک لگاکر سوئے تو اس کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

اس طرح کی احادیث بہت ہیں اور نمونے کے لیے اس قدر بھی کافی ہیں۔

مناطِ الحاق سے استدلال:

جو حکم خلافِ قیاس ہو اور نص کی وجہ سے اس کی اجازت ہو وہ اجازت مورد تک ہی محدود ہوتی ہے یعنی جس چیز کے بارے میں نص سے اجازت ثابت ہے اسی چیز تک اجازت محدود رہے گی، قیاس کے ذریعہ وہ اجازت دوسری چیزوں میں جاری نہیں کی جاسکتی، فقہاے کرام نے متعدّد مقامات پر اس کی صراحت فرمائی ہے۔ مثلاً: ہدایہ میں نواقض وضو کے بیان میں ہے:

"و القهقهةُ في صلاة ذات ركوع و سجود، و القياسُ أنّها لا تنقض لأنه ليس بخارج نجس و لهٰذا لم يكن حدثًا في صلاة الجنازة و سجدة التلاوة و خارج الصلاة . و

(١) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٢٣٩/ باب قضاء الصلاة الفائتة، مجلس البركات، مبارك فور

(٢) الهداية ، ج: ١، ص: ١٠، كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، مجلس البركات، مبارك فور

لنا : قوله عليه الصلاة و السلام : " ألا من ضحك منكم قهقهةً فليعد الوضوءَ والصلاة جميعًا". و بمثله يُترك القياسُ ، والأثرُ ورد في صلاة مطلقةٍ فيقتصر عليها."[1]

ترجمہ: رکوع، سجدے والی نماز میں قہقہہ (بلند آواز سے ہنسنے) سے وضو ٹوٹ جائے گا اور قیاس یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ یہ بدن سے نکلنے والی کوئی ناپاک چیز نہیں، یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت میں اور نماز کے باہر قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہماری دلیل رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے جو کوئی قہقہہ لگا کر ہنسا تو وہ دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے اور ایسی حدیث کی وجہ سے قیاس ترک کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث مطلق نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہے، اس لیے رکوع و سجدے والی نماز تک یہ حکم محدود رہے گا۔ (ترجمہ ختم)

ہاں "مناطِ الحاق" کی بنا پر وہ حکم مورد کے سوا دوسرے امور میں بھی جاری ہوگا۔ **مناط الحاق** کا مطلب یہ ہے کہ جو معنی مورد کا ہے وہی معنیٰ مورد کے سوا کا بھی ہو اور معنی سے مراد وہ لغوی مفہوم ہے جو کلام سے عرفاً سمجھا جاتا ہے جیسے لفظ عالم بولنے سے وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس کے ساتھ علم پایا جائے اور متکلّم کا لفظ بولا جائے تو محاورۂ ناس میں وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس کے ساتھ کلام قائم ہو۔ اور اگر علم یا کلام دوسرے کے ساتھ قائم ہو تو عرف لغت میں اسے عالم یا متکلّم نہیں کہتے، شرعی احکام کی بنا یہی مفہوم لغوی ہے۔

احکام قیاسی ہوں یا غیر قیاسی دونوں کی کوئی نہ کوئی بنیادی مصلحت ہوتی ہے، وہ بنیادی مصلحت قیاسی احکام میں علت کہلاتی ہے اور غیر قیاسی احکام میں مناط الحاق۔ اسی کی دوسری تعبیر معنیٰ سے کی جاتی ہے، علت شَئ، غیر شَئ ہوتی ہے مگر معنیٰ شَئ، غیر شَئ نہیں ہوتا، علت کا ادراک مجتہد کو ہوتا ہے جب کہ معنیٰ کا ادراک ہر عارفِ لغت کو ہوتا ہے، اسی لیے جو مفہوم اجتہادی نہ ہو اس پر لغوی کا اطلاق کتب اصول میں وارد ہے۔
اب ہم اسے چند مثالوں سے واضح کرتے ہیں۔

(۱) فتح القدیر میں ہے:

لَا شَكَّ أَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفِّ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ ، فَلَا يَصْلُحُ إلْحَاقُ غَيْرِهِ بِهِ إلَّا إذَا كَانَ بِطَرِيقِ الدَّلَالَةِ ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ فِي مَعْنَاهُ، وَمَعْنَاهُ : السَّاتِرُ لِمَحِلِّ الْفَرْضِ الَّذِي هُوَ بِصَدَدِ مُتَابَعَةِ الْمَشْيِ فِيهِ فِي السَّفَرِ وَغَيْرِهِ.[2]

---

(۱) الهداية ، ج: ۱ ، ص: ۱۲ ، كتاب الطهارة، فصل في نواقض الوضوء، مجلس البركات، مبارك فور.
(۲) فتح القدير ج: ۱ ، ص: ۱۵۸ ، كتاب الطهارة / باب المسح على الحفين.

ترجمہ: خُف یعنی چمڑے کے موزے پر مسح خلاف قیاس مشروع ہوا ہے لہٰذا اس کے ساتھ کپڑے کے موزے کا الحاق درست نہیں مگر یہ کہ اِلحاق دلالۃُ النص کے طور پر ہو اور کپڑے کا موزہ چرمی موزے کے معنیٰ میں ہو۔ اور چرمی موزے کا ہم معنی وہ موزہ ہے جو پاؤں کو ٹخنے تک چھپا دے اور اسے پہن کر سفر وغیرہ میں مسلسل چلا جا سکے۔ (ترجمہ ختم)

لہٰذا مضبوط دھاگے کا سوتی موزہ جو خوب دبیز اور ٹائٹ ہو اور پاؤں پر ٹھہر سکے، جسے پہن کر سفر وغیرہ میں دور تک چلنا ممکن ہو وہ خُف کے ہم معنیٰ ہوگا اور خف کی طرح اس پر بھی مسح کی اجازت ہوگی۔

(۲) اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم صادر فرمایا:

عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ إذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَتَرَدَّى فِي حفرة كانت فِي الْمَسْجِدِ، - وَكَانَ فِي بَصَرِهِ ضَرَرٌ - فَضَحِكَ كَثِيرٌ مِنْ الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَأَمَرَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ضَحِكَ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَيُعِيدَ الصَّلَاةَ.(۱)

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

إذا قَهْقَهَ أَعادَ الوضوء و الصّلاة.(۲)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نماز پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا، اس کی نگاہ کمزور تھی، وہ مسجد کے ایک گڈھے میں گر پڑا، یہ دیکھ کر بہت سے نمازی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے حکم دیا کہ جتنے لوگوں نے قہقہہ لگایا وہ سب وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کریں۔

اس حدیث میں وضو ٹوٹنے کا حکم جس مناط یا مصلحت کی بنا پر دیا گیا ہے وہ تین باتیں ہو سکتی ہیں۔
[**الف**] رکوع اور سجدے والی نماز۔ [**ب**] جماعت کے ساتھ اس نماز کی ادائگی [**ج**] یا حضور -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کی امامت۔

ہمارے امام سراج الامہ امام اعظم - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - نے مناطِ حکم رکوع اور سجدے والی نماز کو

(۱) نصب الراية لأحاديث الهداية، ج: ۱، ص: ٤٧، المجلس العلمي.
(۲) نصب الراية، ج: ۱، ص: ٤٨، عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه.

قرار دیا کہ مطلق لفظ صلاۃ سے عرف لغت میں رکوع اور سجدے والی نماز ہی سمجھی جاتی ہے، عارف لغت اس لفظ کے اطلاق کے وقت نماز جنازہ نہیں سمجھتا، نہ ہی سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر سمجھتا ہے، یوں ہی مطلق لفظ صلاۃ میں جماعت اور امامت کا مفہوم عرفاً شامل نہیں لہٰذا مناط حکم وہی معنیٰ لغوی ہوا جو عرف اہلِ کلام میں سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کوئی جماعت کے ساتھ یہ نماز پڑھے یا تنہا، فرض پڑھے، یا واجب، یا نفل قہقہہ لگانے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ مناط حکم میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ مسکوت عنہ، منصوص کا ہم معنیٰ ہو اور وہ معنی ان تمام نمازوں میں یکساں طور پر موجود ہے لہٰذا ایک کا حکم دوسرے میں جاری ہوگا اور نماز جنازہ عرف لغت میں اس کے ہم معنیٰ نہیں لہٰذا اس میں قہقہہ لگانے سے وضو نہ ٹوٹے گا۔

(۳) ارشاد باری ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ (۱)

ترجمہ: اللہ نے تم پر یہی حرام کیے ہیں: مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے، نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے؛ کیوں کہ یہ سب ناپاک ہیں۔ یہی اصل حکم ہے، جو قیاس کے مطابق ہے۔ مگر اس آیت کریمہ میں خاص صورت میں، خاص شخص کے لیے یہ چاروں چیزیں مباح کر دی گئی ہیں، اور یہ حکم بلا شبہہ خلاف قیاس ہے۔ ہمارے امام علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک مناط حکم اضطرار ہے، لہٰذا یہ مناط جہاں پایا جائے گا وہاں خلاف قیاس اباحت کا حکم جاری ہوگا، کیوں کہ یہ تمام چیزیں اضطرار کی وجہ سے اپنی اپنی نوع کے ہم معنیٰ ہوں گی یعنی مُردار، مُردار کے ہم معنی ہوگا اور خون، خون کے، تو معنی میں یکسانیت کی وجہ سے ہر مردار جانور مضطر کے لیے مباح ہوگا۔

(۴) ارشاد باری ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲، الآیۃ: ۱۷۳.

اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ [1]

ترجمہ: کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ عزّ وجلّ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو، اور تمھیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ عزّ وجلّ کا نام لیا گیا اور اس نے تو مفصل بیان کر دیا جو کچھ تم پر حرام ہے مگر جب تم اس کی طرف مجبور ہو۔

اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ [2] ترجمہ: مگر وہ جسے تم ذبح کرلو۔

ان آیات سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ جو جانور شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو وہ حلال ہے۔ یہی موافقِ قیاس ہے۔ اور اس کے برخلاف وحشی جانور کو بسم اللہ پڑھ کر تیر وغیرہ سے مار کر ہلاک کر دیا جائے تو اس کی حلت خلاف قیاس ہے مگر یہاں اس کے ذبح اختیاری سے عموماً عجز پایا جاتا ہے جو اضطرار کی صورت ہے اس لیے تیر سے مارنے کو شریعت نے اس کے حق میں ذبح قرار دے دیا۔ یہ ذبح اضطراری ہے اور بر بنائے اضطرار اس ذبح سے بھی جانور حلال ہو جاتا ہے۔

یہاں بھی مناط حکم اضطرار ہے لہٰذا اگر کوئی پالتو جانور وحشی ہو جائے تو اسی عجز اور اضطرار کی بنا پر اس کا ذبح اضطراری بھی جائز ہوگا کہ وحشی اور یہ پالتو دونوں جانور اضطرار کی منزل میں آکر ہم معنیٰ ہو جاتے ہیں۔

فقہی قواعد و ضوابط:

فقہی جزئیات بے شمار ہیں اور ابھی قیامت تک لامتناہی جزئیات رونما ہوں گے، ان سب کا حفظ و ضبط انتہائی دشوار کام ہے، اس لیے فقہا نے کتاب و سنت کے نصوص کو سامنے رکھ کر قواعد و ضوابط وضع کیے تاکہ وہ بے شمار اور لامتناہی جزئیات ان کی وسعتوں میں سمٹ آئیں، اور جزئیات کثیرہ کے حفظ و استحضار کے لیے کافی و وافی ہوں۔ محقق ابن نجیم مصری۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ نے اپنی کتاب ”الاَشباہ والنظائر“ میں پچیس قواعد کلیہ جمع کیے ہیں جو اکثر ابواب فقہ کے جزئیات و مسائل کو حاوی و شامل ہیں، ساتھ ہی ”**فوائد**“ کے عنوان کے تحت بہت سے ضابطے بھی نقل کیے ہیں جو کسی ایک باب یا فصل کے مسائل کو سمیٹتے ہیں۔

”قاعدہ“ مختلف ابواب کے احکام و جزئیات کا، اور ”ضابطہ“ ایک باب یا فصل کے جزئیات کا جامع ہوتا ہے، ان قواعد اور ضوابط کی وجہ سے نوپیدا مسائل کے احکام کی معرفت آسان ہو جاتی ہے ہم یہاں نمونے کے طور پر کچھ قواعد اور ضوابط نقل کرتے ہیں:

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الأنعام ٦، الآیة: ١١٨-١١٩.

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ المائدۃ ٥، الآیة: ٣

- اليقين لا يزول بالشك.[1]

ترجمہ: یقین شک سے ختم نہیں ہوتا۔

- المشقّة تجلب التيسير[2].

ترجمہ: مشقت آسانی لاتی ہے۔

- الضرورات تبيح المحظورات.[3]

ترجمہ: شرعی ضرورتیں (ناچاریاں) ممنوعات کو مباح کرتی ہیں۔

- إعمال الكلام أوْلىٰ من إهماله مهما أمكن.[4]

ترجمہ: کلام کو امکانی حد تک اس کے معنی میں استعمال کرنا اسے مہمل قرار دینے سے اولیٰ وراجح ہے۔

- الأبوال كلّها نجسة إلّا بول الخفاش.[5]

ترجمہ: چمگادڑ کے پیشاب کے سوا تمام پیشاب ناپاک ہیں۔

- الدماء كلّها نجسة إلّا دم الشهيد.[6]

ترجمہ: شہید کے خون کے سوا سارے خون ناپاک ہیں۔

- إنّ المرء يعامل في حق نفسه كما أقرّ به.[7]

ترجمہ: آدمی سے اس کے اقرار کے مطابق برتاؤ ہوگا۔

- القول قولُ الأمين مع اليمين من غير بيّنة.[8]

ترجمہ: امین کے قول پر اس سے قسم لے کر بغیر کسی ثبوت کے فیصلہ ہوگا۔

قواعد و ضوابط سے نکلنے والے احکام منقول اور مصرّح کے درجے میں ہیں:

قواعد و ضوابط سے جو احکام معلوم ہوں وہ منقول و مصرّح کے حکم میں ہوتے ہیں چناں چہ رسائل

---

(۱) الأشباه و النظائر، ج: ۱، ص: ۱۹۳، القاعدة الثالثة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(۲) الأشباه و النظائر، ج: ۱، ص: ۲٤٥، القاعدة الرابعة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(۳) الأشباه و النظائر، ج: ۱، ص: ۲۷٥، القاعدة الخامسة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(٤) الأشباه و النظائر، ج: ۱، ص: ۳۹۸، القاعدة التاسعة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(٥) الأشباه و النظائر، ج: ۲، ص: ۱۲، كتاب الطهارة من الفن الثاني، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(٦) الأشباه و النظائر، ج: ۲، ص: ١٤، كتاب الطهارة من الفن الثاني، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(۷) أصول الكرخي، مخطوطة.
(۸) أصول الكرخي، مخطوطة.

ابن عابدین میں ہے:

وليس كلّ مسألة مُصرَّحاً بها ؛ فإنّ الوقائع و الحوادث تتجدّد بتجدّد الأزمان. و لو تُوُقِّف على التصريح بكلّ حادثةٍ لشقّ الأمرُ على العباد، بل يذكرون قواعد كلّيةً تندرج فيها مسائل جزئيّة، فيجوز للمفتي استخراجُها مِن ذلك كما يشهد بذلك ما قدّمناهُ عن الحاوي القدسي ... و ليس ذلك من باب القياس الّذي انسدّ بابُه ، و لذا قال سيّدي عبد الغني النابلسي – قدّس الله تعالى سرّه – في شرحه على هدية ابن العماد ، في بحث شروط الصلاة : ... فإنّ المسائل المدوّنة في الفقه إنما يتكلمون عليها من حيث كلّياتها، لا من حيث جزئياتها، فلا يقال في الجزئيات التي انطبق عليها أحكام الكليات أنّها غير منقولةٍ، و لا مصرّح بها، فكم من جزئي تركوا التنبيه عليه لأنّه يُفهم من حكم كلي آخر بطريق الأوْلَوية. **و فرّق بين تطبيق الكليات على الجزئيات و بين التخريج** : بأن التطبيق المذكور تفسير المراد من نفس الكلي مع أولوية، و التخريج نوع قياس. اهـ.[۱]

ترجمہ: ہر مسئلہ صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ زمانوں کے بدلنے کے ساتھ نئے نئے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، اگر ہر مسئلے اور ہر واقعہ کے صریح حکم پر توقف کیا جائے تو یہ بندوں کے لیے باعث مشقت ہوگا۔ فقہا قواعد کلیہ ذکر کرتے ہیں جن کے تحت جزئی مسائل آجاتے ہیں اور مفتی کے لیے ان قواعد سے احکام نکالنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ ''حاوی قدسی'' کے حوالے سے ہماری منقولہ عبارت شاہد ہے۔

اور یہ بابِ قیاس سے نہیں ہے (کہ مجتہدین کے فقدان کی وجہ سے) جس کا دروازہ بند ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ سیدی عبد الغنی نابلسی- قدّس اللہ سرّہ- نے ''شرح ہدیۂ ابن عماد'' میں بحثِ شروط صلاۃ میں فرمایا:

فقہ کے جو مسائل مدوّن ہوئے ہیں فقہا ان کے کلیات کو سامنے رکھ کر کلام کرتے ہیں، ان کے جزئیات کو سامنے رکھ کر کلام نہیں کرتے؛ لہٰذا جن جزئیات پر کلیات صادق آتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ غیر منقول اور غیر مصرّح ہیں کیوں کہ بہت سے جزئی امور کے احکام فقہا نے اس لیے نہیں بیان فرمائے کہ وہ کلی سے بدرجۂ اولیٰ سمجھے جاتے ہیں ـــــ ''تطبیق کلیات علی الجزئیات'' اور ''تخریج'' کے درمیان فرق یہ ہے کہ تخریج قیاس کی ایک قسم ہے جب کہ جزئیات پر تطبیق، کلیات کا معنیٰ مراد ہے۔

---

(۱) رسائل ابنِ عابدين ص: ۱٤۸، ۱٤۹، ج: ۱، رساله تنبيه ذوي الأفهام.

مذہب کے عِلَل منصوصہ:

مذہب کے عِلل سے مراد وہ علتیں ہیں جو کتب مذہب میں مذکور ہیں اور ان کے علت ہونے کی تعیین ائمۂ مذہب نے اجتہاد کے ذریعہ کی ہے، انھیں عللِ مستنبطہ بھی کہا جاتا ہے، ہدایہ، بدائع الصنائع، مبسوطِ سرخسی، فتح القدیر، بنایہ، غایۃ البیان وغیرہ کتب مذہب ایسے علل سے لبریز ہیں، ہم یہاں تفہیم کی آسانی کے لیے اس نوع کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

(ا) عن أبي الأشعث عن عُبادة بن الصامت قال : قال رسول - الله صلى الله تعالى عليه وسلم- : الذهبَ بالذهب والفضةَ بالفضّة و البرّ بالبرّ ، والشعيرَ بالشعير ، والتمرَ بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل ، سواء بسواء، يداً بيدٍ ، فإذا اختلف هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا بيدٍ.(۱)

ترجمہ: ابوالاشعث سے روایت ہے کہ عُبادہ بن صامت نے بیان کیا کہ رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے بیان فرمایا:

⊙ سونا کو سونے کے بدلے ⊙ اور چاندی کو چاندی کے بدلے ⊙ اور گیہوں کو گیہوں کے بدلے ⊙ اور جَو کو جَو کے بدلے ⊙ اور کھجور کو کھجور کے بدلے ⊙ اور نمک کو نمک کے بدلے برابر برابر، پوری یکسانیت کے ساتھ، دست بہ دست بیچو۔ اور جب ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں بیچو تو برابر، یا کم و بیش جیسے چاہو بیچ سکتے ہو، شرط یہ ہے کہ معاملہ نقد، دست بدست ہو۔

اس حدیث میں چھ چیزوں -گیہوں، جَو، کھجور، نمک، سونا، چاندی- کا نام لے کر یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی بیع اپنے ہم جنس کے ساتھ برابر برابر، دست بدست جائز ہے اور کوئی ایک عوض دوسرے سے زیادہ ہو تو وہ ربا و ناجائز ہے۔

شریعت نے احکام کو علت کے ساتھ جوڑ رکھا ہے؛ اس لیے ائمۂ مذاہب نے یہاں "زائد عوض" کے ربا ہونے کی علت پر غور کیا، امام اعظم ابو حنیفہ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کے اجتہاد میں علّتِ ربا جنس اور قدر کا مجموعہ ہے کیوں کہ شارع اسلام -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے یہاں جنس کو جنس کے مقابل میں ذکر کیا ہے اور یہ تمام اجناس کیلی یا وزنی ہیں، بلفظ دیگر قدری ہیں اس لیے علت ربا "قدر مع الجنس" قرار پائی۔

---

(۱) ⊙ الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۲۵، كتاب المساقاة و المزارعة، باب الربا، مجلس البركات، مبارك فور ⊙ نصب الراية ج: ٤، ص: ۷۲، كتاب البيوع، باب الربا، المجلس العلمي.

(۲) عن ابن عبّاس، قال: قال النّبيُّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- : ... يحرم من الرّضاع ما يحرم من النسب.[۱]

ترجمہ: حضرت ابن عباس -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- سے روایت ہے کہ نبی کریم -صلی اللہ وسلم- نے ارشاد فرمایا: دودھ پینے سے وہ تمام افراد حرام ہوجاتے ہیں جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

اس کی علت ہمارے ائمۂ کرام نے جزئیت بتائی ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ دودھ دراصل جز ہے ماں کا، جب شیر خوار نے اسے پیا تو اس سے اس کے بدن میں کچھ جز بنا، اس طرح یہ بچہ جُز ہوا دودھ پلانے والی عورت کا، پھر وہ دودھ ہے اس کے شوہر کا، تو بچہ اس کا بھی جز ہوا، جیسے نسبی بچہ اسی طرح اپنی ماں اور باپ کا جز ہوتا ہے، جس کے باعث ان تینوں میں حرمت کا رشتہ وجود میں آتا ہے، لہٰذا یہاں بھی جزئیت کے باعث ان تینوں کے درمیان حرمت کا رشتہ وجود میں آئے گا، پھر یہ حرمت واسطہ در واسطہ آگے بڑھتی جائے گی، یہ علتِ جزئیت کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر ہمارے امام مجتہد نے استنباط فرمائی ہے؛ تو یہ علت مستنبطہ ہوئی۔

(۳) ارشاد باری ہے:

وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۔[۲]

ترجمہ: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاگا، سیاہ دھاگے سے نمایاں ہوجائے۔

اس آیتِ کریمہ میں کھانے، پینے کی حد صبح صادق بتائی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

کھانا اور پینا منھ اور حلق کے راستے سے ہوتا ہے جو بلا شبہہ منفذ ہے اس کو علت ٹھہرا کر ہمارے فقہا نے منفذ کے ذریعہ جوفِ شکم میں کوئی غذا یا دوا وغیرہ پہنچانے کو مفسد صوم قرار دیا، اس طرح دیکھا جائے تو یہ علت بھی علتِ مستنبطہ ہے۔

نصوص کتاب وسنت کی یہ تعلیلات مجتہد کے ساتھ خاص ہیں، یوں ہی وہ تمام عِلل جو مجتہدین نے نصوص کتاب وسنت میں کافی غور وفکر کے بعد متعیّن کی ہیں وہ سب اجتہادی ہیں انھیں ”عللِ منصوصۂ مذہب“ کہا جاتا ہے، اور جو علل کتاب وسنت میں بیان کی گئی ہیں انھیں ”عللِ منصوصۂ شرع“ کہا جاتا ہے، بیانِ علت

---

(۱) صحيح البخاري ج: ۱، ص: ۳٦۰، كتاب الشهادات / باب الشهادة على الأنساب والرضاع، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) القرآن الحكيم، سورة البقرة : ۲، الآية: ۱۸۷.

شریعت یا مجتہد کے ساتھ خاص ہے مگر علتِ منصوصہ کی بنا پر نو پیدا مسائل کے احکام بیان کرنا مجتہد کے ساتھ خاص نہیں، بالغ نظر فقہا اور ان کی جماعت بھی کامل بحث و تحقیق کے بعد یہ کارِ اہم انجام دے سکتی ہے۔

مجددِ اعظم فرماتے ہیں:

"اہلِ علم پر مستتر (پوشیدہ) نہیں کہ استدلال بالفحویٰ[1]، یا اجراے علت منصوصہ خاصۂ مجتہد نہیں کما نص علیه العلامةُ الطحطاوی تبعا لمن تقدمه من الأعلام. اور یہاں خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشیاے ستّہ کی علتِ کراہت پر نص فرمایا کہ خباثت ہے۔ اب چاہے اسے دلالۃ النص سمجھیے، خواہ اجراے علتِ منصوصہ (بہر حال استدلال درست ہے)۔[2]

عِلَل کی اقسام:

علتیں دو طرح کی ہیں: عامہ ، خاصہ

ابھی ہم نے جن عِلَل کی مثالیں پیش کی ہیں وہ "عِلَل عامہ" ہیں، یہ علتیں جہاں پائی جاتی ہیں وہاں ان کے معلول اور احکام بھی پائے جاتے ہیں، احکام کا تعدیہ انھی علل کی بنا پر ہوتا ہے اور قیاس شرعی کی بنیاد یہی عِلَل ہیں، انھیں "عِلَل نا مخصوصہ" بھی کہتے ہیں۔

اور **عِلَل خاصّہ** کسی فرد یا جزئی مسئلے کے ساتھ خاص ہوتی ہیں؛ اس لیے ان سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ اسی فرد یا جزئی مسئلے کے ساتھ خاص ہوتا ہے کتب احادیث و سیر و فقہ میں ایسی عِلَل کی مثالیں بھی بہت ہیں، ہم یہاں چند مثالیں پیش کرتے ہیں تا کہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

● **صوم وصال** : اس سے مراد ہے دن، رات مسلسل روزے رکھنا اور افطار نہ کرنا۔ حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اللہ کے لیے یہ روزے بھی رکھے، مگر امت کو اس سے منع فرما دیا۔

إنّ أبا هريرة - رضي الله تعالى عنه- قال: « نَهَى رسول الله - صلّى الله تعالى عليه وسلم- عن الوِصالِ» فقال له رَجُلٌ من المسلمين: فإنّك يا رسولَ الله تُواصِلُ؟ فقال رسول الله - صلى الله تعالى عليه وسلم- : « أيُّكم مِثْلي، إنّي أبِيْتَ يُطْعِمُني رَبِّي وَ يَسْقِيْني.»[3]

---

(۱) فَحویٰ سے مراد دلالۃُ النص ہے۔ اور "قیاس جلی" جس کے لیے اجتہاد کی حاجت نہ ہو۔ کو بھی فَحویٰ کہا جاتا ہے ۱۲ منہ

(۲) فتاویٰ رضویہ، ج: ۸، ص: ۳۲۶، سنی دار الاشاعت، مبارک پور.

(۳) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۱۰۱۲، كتاب المحاربين من أهل الكفر و الردة، باب كم التعزير و الأدب، مجلس البركات ، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہ - فرماتے ہیں کہ رسول کریم - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - نے صوم وصال سے منع فرمایا تو بعض صحابہ نے حضور - علیہ الصلاۃ والسلام - سے عرض کیا: کہ حضور، آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ سرکار نے فرمایا: تم میں سے کون میرے مثل ہے، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

- چار سے زیادہ بیویوں سے نکاح کی اجازت، جیسا کہ کتاب و سنت اور علماے امت کی تصریحات سے عیاں ہے۔
- سرکار - علیہ الصلاۃ والسلام - اور چند اہل بیت کے لیے حالتِ جنابت وحیض میں مسجد میں جانے کی اجازت، حضرت ام سلمہ - رضی اللہ تعالیٰ عنہا - کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - نے مسجد میں بلند آواز سے پکار کر فرمایا:

أَلا إِنّ هذا المسجد لا يحلُّ لجُنُبٍ، و لا لحائضٍ إِلّا للنّبيّ و أزواجه و فَاطِمةَ بنتِ محمّدٍ و عليّ، ألا بيّنتُ لكم أن تضِلُّوا .[1]

ترجمہ: سنو، یہ مسجد کسی جنبی اور حائض کے لیے حلال نہیں مگر نبی - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - اور ان کی ازواج مطہرات اور خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی مرتضیٰ - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - کے لیے حلال ہے۔ سن لو میں نے تم سے صاف صاف بیان کر دیا کہ کہیں بھٹک نہ جاؤ۔

- حضرت خُزیمہ بن ثابت کی شہادت کا دو مردوں کی شہادت کے برابر ہونا۔
- ایک صحابی کو اپنے روزے کا کفارہ خود کھانے کی اجازت دینا۔
- حضرت سالم کو جوانی میں ایک خاتون کا دودھ پینے کی اجازت اور اس سے حرمت رضاعت کا ثبوت۔
- حضرت عُتبہ بن عامر کے لیے چھ ماہہ بکری کے بچے کی قربانی جائز ہونا۔

یہ اور اس نوع کے تمام احکام کچھ مصالح اور عِلَل سے مربوط ہیں کہ شارع کے افعال مصالح سے خالی نہیں ہوتے، مگر ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ تمام عِلَل و مصالح اپنے افراد اور جزئیات کے ساتھ خاص ہیں۔

فقہا کے یہاں بھی کچھ ایسی عِلَل مخصوصہ ہو سکتی ہیں، بلکہ ہیں، اس لیے صرف علت دیکھ کر ان کے احکام نو پیدا مسائل میں جاری نہیں کرنا چاہیے، بلکہ فقیہانہ بصیرت اور رجوع اِلی اللہ کے ساتھ پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ یہ علت عامہ ہے، یا خاصہ۔ خاصہ ہو تو تعدیہ سے بچیں اور عامہ ہو تو توفیق الٰہی کے سہارے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

---

(١) السنن الكبرى للبيهقي، ج: ٧، ص: ٦٥، كتاب النكاح، باب دخوله المسجد جنباً.

مفہوم مخالف:

نص مذہبی یا اثر سے جو حکم ثابت ہے اس کے خلاف دوسرا حکم اس نص یا اثر کی کسی قید یا شرط سے نئے مسئلے میں ثابت ہو، اسے مفہومِ مخالف کہتے ہیں، اس کا ایک نام "دلیل الخطاب" بھی ہے، یہ دلیل یا مفہوم مخالف بالاجماع حجت ہے۔ چناں چہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

إنّ مفاهيم الخلاف معتبرة في عبارات العلماء بالوفاق كما نصّوا عليه بالإطباق."[1]

(ترجمہ: علما کی عبارات کے مفہوم مخالف بالاجماع معتبر ہیں، جیسا کہ فقہا نے بالاتفاق اس کی صراحت فرمائی ہے۔ ن)

نیز اسی میں ہے:

"یہ نامسلّم کہ حنفیہ اس کے (مفہومِ مخالف کے) قائل نہیں۔

حنفیہ صرف عباراتِ شارع غیر متعلّقہ بعقوبات میں اس کی نفی کرتے ہیں، کلامِ صحابہ و مَن بَعدَ هم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلافِ مخالف مرعی و معتبر۔ كما نصّ عليه فی تحریر الأصول والنهر الفائق والدّر المختار وغيرها من الأسفار وقد ذكرنا نصوصها في رسالتنا "القطوف الدّانية لِمَن اَحسن الجماعة الثانية." "[2]

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:

☆- اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کے کلام (آیات واحادیث) میں مفہومِ مخالف غیر معتبر ہے۔

☆- ہاں جن آیات واحادیث کا تعلق عقوبات سے ہے، ان میں مفہوم مخالف معتبر ہے۔

☆- یوں ہی کلامِ صحابہ اور بعد کے علما کے کلام میں مفہومِ مخالف بالاتفاق معتبر ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

شرح وقایہ میں ہے:

"ولا خلاف في أن التخصيص بالذكر في الروايات يدلّ على نفي الحكم عما عداه." اھ[3]

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، ج: ۵، ص: ۲۳۰، رسالہ: تجویز الرد، سنی دار الاشاعت.

(۲) فتاویٰ رضویہ ج: ۲، ص: ۳۹۵، باب الاوقات، رسالہ: حاجز البحرین، رضا اکادمی، ممبئی

(۳) شرح الوقاية، ج: ۲، ص: ۵۱، كتاب النكاح/ باب المهر، مجلس بركات، مبارك پور

ترجمہ: اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ روایات فقہی میں "تخصیص بالذکر" غیر مذکور سے حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔

درِ مختار میں ہے:

"لأن مفاهيم الكتب حجّة، بخلاف أكثر مفاهيم النصوص، كذا فى النهر، وفيه من "الحدّ": المفهومُ معتبر فى الروايات اتفاقا و منه أقوال الصحابة." اھ[1]

ترجمہ: کتاب و سنت کے اکثر مفاہیم نصوص کے بر خلاف کتابوں کا مفہوم مخالف حجت ہے، ایسا ہی نہر میں ہے اور نہر کے ہی باب الحدّ میں ہے کہ فقہی روایات اور اقوال صحابہ میں مفہوم مخالف بالاتفاق معتبر ہے۔

اس کے شواہد عہدِ صحابہ سے لے کر آج تک بے شمار ہیں، فواتح الرحموت کے حوالے سے حضرت ابن عباس کا خوارج کے ساتھ جو مکالمہ ہم نے پیش کیا ہے اس میں بھی کچھ شواہد موجود ہیں۔

اجماع:

ایک قرن کے تمام فقہاے مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر اتفاق، اجماع کہلاتا ہے، عہد رسالت میں وحیِ الٰہی کی وجہ سے اجماع کی حاجت نہ تھی، عہد صحابہ، عہد تابعین اور عہد تبع تابعین میں بے شمار مسائل میں فقہاے امت کا اجماع منعقد ہوا، اجماع کی کئی قسمیں ہیں:

۱- اجماع صحابہ: یہ اجماع قطعی ہے، جو خبر متواتر کے درجے میں ہے۔

۲- اجماع تابعین، یہ خبر مشہور کے درجے میں ہے۔

۳- اِجماع بعدَ الخلافِ السّابق (پہلے اختلاف پھر اجماع۔)

۴- اجماع آحادی۔

۵- اجماع سکوتی۔

یہ تینوں خبر واحد کے درجے میں ہیں اور حجتِ ظنی ہیں۔ یہ سب قیاس ورائے پر مقدم ہیں۔

اجماعی مسائل کی تعداد امام اسفرائینی - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - کی صراحت کے مطابق بیس ہزار سے زیادہ ہے، یہ اجماع پہلی، دوسری صدی ہجری میں منعقد ہوئے ہیں، کیوں کہ تیسری صدی سے اجماع کا انعقاد ممکن نہ رہا۔

---

(۱) الدُّرّ المختار المطبوع مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹، ۲۳۰، كتاب الطهارة، دارالكتب العلمية، بيروت

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"سبحان اللہ! اجماعِ شرعی: جس میں "اتفاقِ مجتہدین" پر نظر تھی، علما نے تصریح فرمائی کہ بوجہ شیوع و انتشارِ علما فی البلاد (شہروں میں علما کی کثرت اور ان کے پھیل جانے کی وجہ سے) دو صدی کے بعد اس کے ادراک (و علم) کی کوئی راہ نہ رہی۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

قال الإمام أحمد: «من ادّعى الإجماع على أمر فهو كاذب» والجوابُ أنه ... محمول على حدوثه الآن، فإنّ كثرة العلماء والتفرّق في البلاد الغير المعروفين مُريبٌ في نقل اتفاقهم. اھ[1]

[ترجمہ: امام احمد بن حنبل -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- فرماتے ہیں:" جو کسی حکم پر اجماع کا دعویٰ کرے جھوٹا ہے۔" آپ کا یہ فرمان موجودہ زمانے میں نئے اجماع کے انعقاد پر محمول ہے۔ اس لیے کہ علما کی کثرت اور غیر معروف بلاد میں ان کے پھیل جانے کے باعث کسی حکم پر (سب کے اتفاق کا علم دشوار اور) نقلِ اتفاق مشکوک ہے۔ ن]

نیز اسی میں ہے:

تحقيق المقام: أنّ فى القرون الثلاثة — لا سيما القرن الأول: قرن الصحابة -رضى الله تعالىٰ عنهم _ كان المجتهدون معلومين بأسمائهم و أعيانهم وأمكنتهم، خصوصًا بعد وفاة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وأصحابه وسلّم زمانا قليلا ويمكن معرفة أقوالهم و أحوالهم للجادّ في الطلب. نعم، لا يمكن معرفة الإجماع ولا النقل الآن، لتفرّق العلماء شرقا و غربا ولا يحيط بهم علم أحد اھ. ملخصًا."[2]

[ترجمہ: تحقیق مقام یہ ہے کہ پہلی تین صدیوں، بالخصوص پہلی صدی " قرنِ صحابہ" میں مجتہدین کے نام، ان کی شخصیات اور پتے سب معلوم تھے، خصوصًا رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کے وصال کے تھوڑے زمانے بعد تک تو تمام مجتہدین کو سب جانتے پہچانتے تھے، اور جستجو کی کوشش کرنے والے کے لیے ان کے اقوال و احوال کی معرفت ممکن تھی۔

ہاں آج کے زمانے میں اجماع کی معرفت اور نقل اجماع ممکن نہیں؛ کیوں کہ علما مشرق و مغرب میں

---

(١) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ج: ٢، ص: ٢٦١، الأصل الثالث: الإجماع، مسألة: بعض النظامية والشيعة قالوا ...، دار الكتب العلمية، بيروت

(٢) فتاویٰ رضو یہ، ج: ٨، ص: ٢١٠، رسالہ المنیٰ والدرر. سنی دار الاشاعت، مبارك پور.

پھیل گئے ہیں اور ان کے اقوال واحوال کا علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ ن]

اب اگر کسی علاقے یا صوبے یا ملک کے علما کا کسی مسئلے پر اتفاق ہو جائے تو یہ اس علاقے یا صوبے یا ملک کے علما کا اتفاق کہلائے گا بشرطے کہ وہ تمام علما بالغ نظر فقہا ہوں۔ اور جو علما صاحب نظر و تحقیق نہیں اور وہ کسی فقیہ محقق کے موقف کو اپنائیں تو اسے اتباع و تقلید کہیں گے کہ ان کا اپنا کوئی موقف و تحقیق نہیں۔

اصول فقہ کے قواعد و ضوابط:

اصول فقہ کے قواعد و ضوابط دو طرح کے ہیں:

◉ کچھ مجتہد کے ساتھ خاص ہیں، اور یہ بہت ہیں، ان سے مقلد کو استدلال کی اجازت نہیں۔

◉ اور کچھ مجتہد کے ساتھ خاص نہیں ہیں جیسے

(١) الموتُ هادمٌ لأساس التكليف. ترجمہ: موت مکلَّف بنائے جانے کی بنیاد ڈھادیتی ہے۔

لہٰذا میت پر نماز، روزہ، حج، زکاۃ، وغیرہ فرض نہیں، نہ اس پر کسی کا نفقہ واجب۔

(٢) لا يجوز التكليف بالممتنع. ترجمہ: محال کا مکلَّف بنانا جائز نہیں۔

لہٰذا جن مقامات پر وقت عشا نہیں آتا وہاں کے لوگوں پر وقت عشا میں عشا کی نماز فرض نہ ہوگی۔

(٣) المباح ليس بواجب. ترجمہ: مباح واجب نہیں۔

لہٰذا اولِ صبح کی تاریکی میں نماز فرض پڑھنا فرض نہیں۔

(٤) وجوب الشيء يتضمّن حرمة ضدّه.

ترجمہ: شے کا وجوب اس کی ضد کی حرمت کو متضمّن ہے۔

لہٰذا ● اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا فرض ہے تو اس کے ساتھ شرک حرام ہوگا۔ ● سچ بولنا فرض ہے تو جھوٹ بولنا حرام ہوگا ● حفظ جان و مال لازم ہے تو ان کا اتلاف حرام ہوگا ● وغیرہ، وغیرہ۔

(٥) الأمر لا يقتضي التكرار. ترجمہ: امر تکرار کو نہیں چاہتا۔

لہٰذا ● حج زندگی میں بس ایک بار فرض ہوگا ● اور تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کر چکا ہے تو بار بار تجدید ایمان لازم و واجب نہ ہوگا۔

محسوسات: حواس خمسہ سے جو علم حاصل ہو وہ بھی حجت ہے یہی وجہ ہے کہ چاند دیکھنے والوں، یا کسی واقعہ کا مشاہدہ کرنے والوں کی گواہی مقبول ہوتی ہے۔ اور محسوسات کا انکار مکابرہ و ہٹ دھرمی قرار پاتا ہے۔

شہرت و تواتر: شہرت اور تواتر کی حیثیت بجاے خود بہت مضبوط ہے، یہی وجہ ہے کہ اخبارِ مشہورہ و متواترہ کو مضبوط دلائل سے شمار کیا جاتا ہے۔

عقل سلیم سے استدلال:

فہم نصوص اور ادراکِ محسوسات اور نظر صحیح میں عقل سلیم کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، خاص کر توحید باری، اوقاتِ طلوع و غروب و سحر و افطار اور اوقات نماز بشمول نماز گہن اور مسائل میراث کی تصحیح وغیرہ کی بنیاد عقل پر ہے، دراصل ان امور کا تعلق علم الحساب، اور علم الہیئت سے ہے اور یہ علوم عقلی ہیں، کتاب و سنت میں بھی عقل کی حجیت کے شواہد موجود ہیں۔ علم العقائد میں عقل کو اسباب علم سے شمار کیا گیا ہے اور علماے اصولِ فقہ دلالتِ عقلی کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

کلمات کے حقیقی معانی سے استدلال:

کلمات جن معانی کے لیے وضع ہوئے، ساتھ ہی استعمال بھی ہوئے وہ کلمات کے حقیقی معانی ہیں وہ معانی شرعاً معتبر اور حجت ہیں اور جب تک ان معانی پر عمل متعذر، یا دشوار نہ ہو وہی مراد لیے جائیں گے، اس بارے میں کتب فقہ و اصول میں کافی تصریحات موجود ہیں، مثلاً: ہدایہ میں ہے:

الأصل إعمالُ الألفاظ في مقتضياتها الحقيقية[1].

ترجمہ: اصل، الفاظ کو ان کے حقیقی معانی پر برقرار اور جاری رکھنا ہے۔

اور یہ بات قرین عقل و فہم بھی ہے کہ لفظ جس معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہے اسی میں اس کو جاری ہونا چاہیے، ہاں کوئی قرینۂ صارفہ ہو تو مجازی معنی مراد لیے جائیں گے۔

نور الانوار میں ہے:

و الحقيقة لا تسقط عن المسمّى، بخلاف المجاز .... و متى أمكن العملُ بها سقط المجاز.

هذا أصلٌ كبير لنا، يتفرّع عليه كثير من الأحكام : أي ما دام أمكن العملُ بالمعنى الحقيقي سقط المعنى المجازي ؛ لأنه مستعارٌ و المستعارُ لَايُزاحم الأصل.[2]

---

(۱) الهداية ج: ۳، ص: ۵۲، باب الإقالة، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) نور الأنوار ص: ۱۰۰، ۱۰۱، مبحث الحقيقة والمجاز، مجلس البركات، مبارك فور

ترجمہ: حقیقی مفہوم اپنے مصداق سے الگ نہیں ہوتا (لہذا "باپ کے مصداق کو باپ ہی کہیں گے، کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ باپ نہیں ہے، اس کے برخلاف " دادا" کے مصداق کو باپ بھی کہہ سکتے ہیں اور اس سے باپ کی نفی بھی کر سکتے ہیں، یہ مجاز ہے اور وہ حقیقت۔) اور جب تک حقیقت پر عمل ممکن ہو مجاز ساقط رہے گا۔

یہ ہم حنفیوں کا "عظیم ضابطہ" ہے جس پر کثیر احکام متفرع ہوتے ہیں، اور مراد اس ضابطے سے یہ ہے کہ جب تک معنی حقیقی پر عمل ممکن ہو معنی مجازی مراد نہیں لیا جا سکتا، کیوں کہ مجازی معنی استعارہ ہے اور استعارہ، اصل معنی کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔

مسلّم الثبوت میں ہے:

الحقيقة تترك لتعذّرها عقلا أو عادةً أو لتعسُّرها. اهـ.[1]

نیز مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت میں ہے:

الحقيقة المستعملة أولىٰ من المجاز المتعارف عنده عملا بالأصل؛ فإنّ الحقيقة أصلٌ، فمهما أمكن لا يصحّ العدول عنه[2].

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ حقیقت پر عمل عقلاً یا عادةً متعذر ہو، یا متعذر تو نہ ہو لیکن دشوار ہو تو حقیقت پر عمل ترک کر دیا جائے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ- کے نزدیک " حقیقت مستعملہ، مجاز متعارف پر بھی راجح ہے کہ حقیقت اصل ہے اور جب تک حقیقت پر عمل ممکن ہو اس سے عدول درست نہیں ہے۔

یہ دلیل بہت اہم ہے اور احکام سے اس کا رشتہ بہت گہرا اور مضبوط ہے۔ جیسے:

(ا) سرکار -علیہ الصلاۃ والسلام- نے فرمایا:

صوموا لرؤيتهٖ و أفطِروا لِرؤيته.[3]

---

(١) مسلم الثبوت المطبوع مع فواتح الرحموت، ج: ١، ص: ١٩١،، المقالة الثالثة في المبادي اللغوية، دار النفائس، الرياض.

(٢) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٩٥، الحقيقة المستعملة، دار النفائس، الرياض.

(٣) ⊙ صحيح البخاري، ج: ١، ص: ٢٥٦، كتاب الصوم، مجلس البركات، مبارك فور.

⊙الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ٣٤٧، كتاب الصوم / باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔

اس حدیث میں ''رُویت'' کا لفظ وارد ہے جس کا حقیقی معنی ہے آنکھ سے دیکھنا۔

★ اب اگر کسی کو چاند کی قلبی رویت حاصل ہو یعنی کشف ہو تو اسے اس کی بنیاد پر رمضان کے اعتقاد سے روزہ رکھنا اور شوال کے اعتقاد سے روزہ چھوڑنا جائز نہ ہو گا۔

★ یا کلینڈر کے ذریعہ معلوم ہو کہ آج یکم رمضان، یا یکم شوال ہے تو اس پر بھی عمل کی اجازت نہ ہوگی کہ کلینڈر میں چاند دیکھنا حقیقت میں چاند دیکھنا نہیں۔

(۲) یا جیسے شہادۃ حجت شرعی ہے جیسا کہ نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے اب اس کے پیش نظر کوئی موبائل یا ٹیلی فون پر جج یا قاضی سے کہے '' أَشْهَدُ'' میں گواہی دیتا ہوں، تو یہ حجتِ شرعی نہ ہو گا کیوں کہ شہادۃ کا معنی حقیقی ہے حضور، حاضر ہونا، اور یہ مجلس سے غائب ہے۔

(۳) شریعت نے جن الفاظ کو اپنی اصطلاح قرار دیا ہے جیسے صوم، صلاۃ، حج، تلاوت، بیع، مضاربت، شرکت، اجارہ، مرابحہ، ربا، وقف، طلاق، خُلع، عدّت، بیّنہ، قسامت، وصیت، تحرّی، اکراہ، اُضحیہ، طہارت، ایمان، کفر، شرک، بدعت وغیرہا، ان سب میں حقیقی معانی کا لحاظ ہوتا ہے، شریعت ان پر کچھ ضروری امور کا اضافہ کر دیتی ہے مگر حقیقی معانی سے انھیں خالی نہیں کرتی، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شریعت میں الفاظ کے وضعی حقیقی معانی کا لحاظ واہتمام کس قدر ہے۔

کتاب و سنت اور کلمات ائمہ وفقہا میں جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں وہ اپنے حقیقی معانی میں مستعمل ہیں، یا مجازی معانی میں، ایک محقق کو تحقیق کے دوران یہ سب سے پہلے طے کر لینا چاہیے اور جو بھی معنی مراد ہو اس سے استدلال اسی انداز اور معیار کا کرنا چاہیے، اگر اس سے کچھ بھی صرف نظر ہو گا، یا غفلت ہوگی تو پھر وہ تحقیق صحیح معنی میں تحقیق نہ ہوگی، اس لیے اس '' اصل کبیر'' اور '' ضابطۂ عظیم'' کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، اور اس سے کچھ بھی ذہول یا صرف نظر نہ ہونا چاہیے۔

مبادی لغویہ سے استدلال:

کسی بھی لغت میں جو الفاظ وضع ہوتے ہیں ان کے معانی کا فہم دقّت نظر اور اجتہاد پر موقوف نہیں ہوتا، بلکہ وہ معانی عامۂ اصحاب لسان سمجھتے ہیں، ایسے مبادی اصول فقہ کی کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں اور مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ان پر قدرے بسط و تحقیق کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے۔ ہم یہاں انھی کتابوں سے چند مبادی نقل کرتے ہیں:

- لا يُشتقّ اسم الفاعل لشيء و الفعل قائمٌ بغيره.[۱]

ترجمہ: اسم فاعل اسی شَی کے لیے مشتق ہوتا ہے جس کے ساتھ فعل قائم ہو۔

- إطلاق المشتق كالضارب لمباشر الضرب في الحال حقيقة.[۲]

ترجمہ: مشتق-مثلاً ضارب- کا اطلاق "فی الحال ضرب لگانے والے کے لیے" حقیقت ہے۔

- عرف اللغة مبني على الظاهر.[۳]

ترجمہ: عرف لغت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔(کسی لفظ کے اطلاق کے وقت جو مفہوم ظاہر ہوتا ہے، جسے اہل زبان بغیر کوئی غور و فکر کیے، سمجھتے ہیں وہی مفہوم لفظ کا حقیقی معنیٰ ہے۔)

- للمجاز أمارات، منها صدق نفي المعنى الحقيقي عن المُستعمَل فيه كقولك للبليد: ليس بحمار.[٤]

ترجمہ: جس معنیٰ میں لفظ کا استعمال ہوا اس سے معنیٰ حقیقی کی نفی درست ہوتی ہے مثلاً: (بے وقوف کو "گدھا" کہا جاتا ہے تو) کہہ سکتے ہیں کہ بے وقوف "گدھا" نہیں ہے۔

- لايجوز الجمع بين المعنى الحقيقي و المجازي في الإرادة حال كونهما مقصودين بالحكم.[٥]

معنیٰ حقیقی اور معنیٰ مجازی دونوں ایک ساتھ مراد نہیں ہوسکتے، کہ بیک وقت حکم سے دونوں مقصود ہوں (مثلاً کسی انسان کو "گدھا" کہا جائے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی شخص کو "گدھا" کے حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے "خاص قسم کا چوپایہ" بھی مراد لیں اور ساتھ ہی اس کا مجازی معنیٰ بے وقوف بھی مراد لیں۔)

- الحقيقة تترك لتعذّرها عقلاً أو عادةً أو لتعسُّرها.[٦]

ترجمہ: حقیقی معنیٰ، عقلاً یا عادۃً ناممکن یا دشوار ہو تو وہ متروک ہوجاتا ہے۔

---

(١) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٦٢، دار النفائس، الرياض.
(٢) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٥٩، دار النفائس، الرياض.
(٣) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٦٣، دار النفائس، الرياض.
(٤) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٧٤، دار النفائس، الرياض.
(٥) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٩٠، دار النفائس، الرياض.
(٦) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ١، ص: ١٩٦، دار النفائس، الرياض.

- الواو للجمع مطلقاً.[۱]

ترجمہ: واو مطلقًا (معطوف و معطوف علیہ کو حکم میں) جمع کرنے کے لیے موضوع ہے۔

- الحقيقة الشرعية لا تحتاج إلى قرينة.[۲]

ترجمہ: شرعی حقیقی معنیٰ کسی قرینے کا محتاج نہیں ہوتا۔

فقہی احکام کا تعلق فلاسفہ کی موشگافیوں سے نہیں، بلکہ الفاظ کے معانی لغویہ و شرعیہ سے ہے اس لیے فقیہ محقق کو اس مقام پر بہت باخبر رہنا چاہیے۔

عرف، تعامل وغیرہ سے استدلال:

یہ سات دلائل ہیں جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں اور ان سے کثیر مسائل متفرع ہوتے ہیں، ان میں کچھ ہنگامی حالات کے بنیادی اصول بھی ہیں اور یہ سب کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔

(۱) ضرورت: یہ لفظِ اضطرار کا اسم ہے اور ضرر سے مشتق ہے۔ ضرر اور مجبوری کی وہ حالت جس میں فعل یا ترکِ فعل پر دین، جان، عقل، نسب، مال یا ان میں سے کسی ایک کا تحفظ موقوف ہو، اور اس کے بغیر مقاصدِ پنج گانہ میں سے کوئی ایک یا سب فوت یا قریب فوت ہو جائیں۔ اسی کی ایک تعبیر "تکلیفِ مالا یُطاق" بھی ہے۔ جیسے سخت بھوک، پیاس کی شدت کی وجہ سے دم توڑتے انسان کے لیے خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے کی اجازت، یا قیام سے عجز کی وجہ سے نماز میں قعود کی اجازت، یا کسی کی جان بچانے کے لیے نماز توڑ دینا۔

(۲) حاجت: مجبوری کی وہ حالت جس میں فعل یا ترکِ فعل پر دین، جان، عقل، نسب، مال یا ان میں سے کسی کا تحفظ موقوف نہ ہو مگر اس کے بغیر مشقت و ضرر کا سامنا کرنا پڑے۔ جیسے معیشت کے لیے چراغ، مسافر کے لیے ترکِ جمعہ و جماعتِ عیدین، اور نماز میں قصر اور رمضان میں افطار کی اجازت۔

حرج: ایسی تنگی جس کے باعث دین، جان، عقل، نسب، مال یا ان میں سے کسی ایک کے تحفظ میں بندے کو مشقت و دشواری پیش آئے خواہ اس کے باعث یہ مقاصد پنج گانہ فوت و قریب فوت ہوں یا نہ ہوں۔ جیسے قیام سے عاجز بندے کو قعود کی اجازت اور جیسے سفر میں قصر و افطار کی اجازت۔ پہلی مثال میں حرج درجۂ ضرورت میں ہے، اور دوسری مثال میں درجۂ حاجت میں۔ اسی حرج کے ازالہ کو "دفع حرج"

---

(۱) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ۱، ص: ۲۰۸، دار النفائس، الرياض.

(۲) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ۱، ص: ۱۹۸، دار النفائس، الرياض.

کہا جاتا ہے۔ اس تشریح سے عیاں ہے کہ حرج کبھی حاجت کی شکل میں اور کبھی ضرورت کی شکل میں پایا جاتا ہے، اس لیے اس کا شمار الگ سے نہ ہوا۔

(۳) عموم بلویٰ: وہ حالت وکیفیت جس کے باعث عوام وخواص سبھی محظور شرعی میں مبتلا ہوں اور دین، جان، عقل، نسب، مال، یا ان میں سے کسی کے تحفظ کے لیے اس سے بچنا مشقت وضرر کا سبب ہو۔ صرف عوام کا ابتلا غیر معتبر ہے اور بعض جزئیات میں عوام لفظ جمیع کے معنی میں ہے اور مراد اکثر ہے۔

(۴) عرف: وہ قول یا فعل جو عام طور پر ارباب عقل و دانش کے مابین رائج ہو اور عقول سلیمہ اسے اچھا تسلیم کرتی ہوں، جیسے اذان، نماز، روزہ اور جیسے محفلِ میلاد شریف، قیامِ تعظیمی، سرکار -علیہ الصلاۃ والسلام- کا نامِ پاک سن کر انگوٹھے چومنا، وغیرہ۔

(۵) تعامل: وہ کام جس کو عام طور سے عوام وخواص اچھا جان کر کرتے ہیں، جیسے درج بالا مثالیں۔ اسی کو عرفِ عملی اور عادت بھی کہتے ہیں۔ اس ضمن میں تلقّی بالقبول، شِعار اور توارث کی بھی بحثیں آتی ہیں۔

(۶) مصلحت: وہ اہم چیز جو دین، جان، عقل، نسب، مال کی حفاظت کا ضامن ہو۔ بلفظ دیگر: وہ امر اہم جس میں خرابی کم اور بھلائی زیادہ ہو۔ جیسے جہاد، حدود، قصاص، راویان حدیث پر جرح وغیرہ۔ مصلحت کبھی ضرورت کے درجے میں ہوتی ہے، کبھی حاجت کے۔

(۷) فساد: وہ ناگوار چیز جو دین، جان، عقل، نسب، مال، یا ان میں سے کسی ایک کو فوت کر دے، جیسے کلمۂ کفر بولنے، یا کسی کفر کا ارتکاب کرنے سے ایمان کی بربادی، نماز میں کلام یا عملِ کثیر سے نماز کا فساد، نکاح سے باہر ہونے کے لیے عورت کا ارتداد وغیرہ۔ اسی فساد کو دور کرنے کا نام ”ازالۂ فساد“ ہے جسے ”دفعِ مفسدہ“ بھی کہا جاتا ہے۔

شِعار مذہبی اور شعار قومی سے استدلال:

کسی قوم کا شعارِ مذہبی اور شعارِ قومی بھی عرف و تعامل میں ہی داخل ہونا چاہیے کہ یہ کسی قوم کے ایسے قول وعملِ متعارف سے عبارت ہے جس سے وہ قوم جانی پہچانی جائے، جیسے مسلمانوں میں داڑھی، اذان، جماعت پنج گانہ و جمعہ و عیدین، مساجد، ختنہ وغیرہ۔ ہندوؤں میں چوٹی، زنّار، وغیرہ۔ سکھوں میں مخصوص پگڑی، ہاتھ کا کڑا، وغیرہ۔

شعار دو طرح کا ہوتا ہے: ◎ قومی ◎ ومذہبی۔

شعارِ قومی: وہ ہے جو کسی خاص قوم کا شعار ہو جیسے دھوتی پہننا کہ یہ ہندوؤں کا شعار ہے۔ استنجا

کر کے آب دست نہ لینا اور صرف کاغذ کے ایک ٹکڑے کو مقامِ خاص پر مَس کر دینا، یہ انگریزوں کا شعار ہے۔
خاص قسم کی اونچی پگڑی باندھنا اور ہتھ کڑا پہننا سکھوں کا شعار ہے۔

لنگی میں ملبوس ہو کر احباب اور قرابت داروں کے یہاں آنا جانا، کلی دار کرتا اور شلوار پہننا مسلمانوں کا شعار ہے،

شعارِ مذہبی: جو کسی خاص مذہب کی تعلیمات سے ہو، جیسے شملہ کے ساتھ عمامہ باندھنا، اذان دینا، جماعت سے نماز قائم کرنا، جمعہ وعیدین قائم کرنا، اجتماعی طور پر بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنا، عید میلاد النبی -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- منانا، محفلِ میلاد شریف منعقد کرنا یہ مسلمانوں کا شعارِ مذہبی ہے۔

قرائن قویّہ: (۱) قرائن قویّہ کو شریعت طاہرہ نے حجت تسلیم کیا ہے جس کے کثیر شواہد ہیں مثلاً، قرآن حکیم، سورۂ یوسف میں ہے:

''اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۞ .''(1)

ترجمہ: اگر اُن کا (یوسف کا) کُرتا آگے سے چِرا ہے تو عورت سچی ہے اور انھوں نے غلط کہا، اور اگر اُن کا کُرتا پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے، پھر جب عزیز نے اُن کا کُرتا پیچھے سے چِرا دیکھا، بولا: بے شک یہ تم عورتوں کا مکر ہے، بے شک تمھارا مکر بڑا ہے۔

قمیص آگے سے پھٹی ہو تو مرد کے کذب کا قرینہ ہے اور قمیص پیچھے سے پھٹی ہو تو عورت کے کذب کا قرینہ ہے۔ یہاں قرینۂ ظاہرہ کی بنیاد پر مرد کے صادق اور عورت کے کاذب ہونے کا فیصلہ ہوا ہے جسے قرآن مقدس نے برقرار رکھا ہے۔

(۲) نیز اسی سورۂ یوسف میں ہے:

وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۞ (2)

ترجمہ: اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے، کہا: بلکہ تمھارے دلوں نے ایک بات

---

(۱) القرآن الحکیم، سورة یوسف: ۱۲، الآیة: ۲۶ — ۲۸

(۲) القرآن الحکیم، سورة یوسف: ۱۲، الآیة: ۱۸

تمھارے واسطے بنالی ہے، توصبر اچھا، اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتارہے ہو۔

حضرت یوسف -علیہ الصلاۃ والسلام- کے بھائی ان کی قمیص خون آلود کرکے لائے تاکہ وہ اس بات کا قرینہ بنے کہ انھیں بھیڑیے نے کھالیا اور حضرت سیدنا یعقوب -علی نبیّنا وعلیہ الصلاۃ والسلام- نے اس قرینۂ صادقہ کی بنیاد پر ان کی بات مسترد فرمادی کہ قمیص کہیں سے پھٹی نہ تھی، بھیڑیے نے انھیں کھایا ہوتا تو قمیص ضرور پھٹ جاتی۔

یہاں قرینۂ قویّہ کی بنیاد پر حضرت یعقوب -علیہ الصلاۃ والسلام- نے اپنے بیٹوں کو جھوٹا قرار دے دیا۔

احکام القرآن للجصّاص میں ہے:

و هذا يدلّ على أن الحكم بما يظهر من العلامة في مثله في التكذيب أو التصديق جائزٌ ؛ لأنّه عليه السلام قطع بأن الذئب لم يأكله بظهور علامة كذبهم.[1]

ترجمہ: حضرت یعقوب - علیہ السلام- کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ اس طرح کے امور میں ظاہر علامت سے کسی کے سچّے یا جھوٹے ہونے کا حکم جاری کرنا جائز ہے، اس لیے کہ آپ نے جھوٹ کی علامتِ ظاہرہ کی بنا پر یقین کرلیا کہ بھیڑیے نے یوسف - علیہ السلام- کو نہیں کھایا ہے۔

(۳) ہدایہ میں ہے:

فإذا استأذنها الولي فسكتت أو ضحكت فهو إذن لقوله عليه السلام: "البكرُ تستأمرُ في نفسها فإن سكتت فقد رضيت" ؛ ولأنّ جهة الرضاء فيه راجحة؛ لأنها تستحيي عن إظهار الرغبة، لاعن الرّدِّ، والضّحكُ أدلّ على الرضا من السكوت.اھ.[2]

دوشیزہ کے ولی نے اس سے نکاح کی اجازت چاہی تو وہ خاموش رہی یا ہنسی، یہ نکاح کی اجازت ہے، اس لیے کہ رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے ارشاد فرمایا: "دوشیزہ سے اس کے بارے میں اجازت لی جائے، اگر وہ خاموش رہے تو رضا ہے" اس لیے کہ رضامندی کی جہت اس میں راجح ہے کیوں کہ وہ اظہارِ رغبت سے حیا کرتی ہے، ردو انکار سے نہیں اور ہنسنا تو سکوت سے زیادہ رضا پر دلالت کرتا ہے۔

دوشیزہ میں حیا غالب ہوتی ہے اس لیے اجازت کے موقع سے اس کا سکوت اس کی رضا و اجازت کا قرینۂ ظاہرہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس کا نکاح اس کی طرف سے نافذ و لازم مانا جاتا ہے۔

---

(۱) أحكام القرآن للجصاص، ج: ٤، ص: ٣٨٢، دار إحياء التراث العربي

(۲) الهداية ص:٢٩٤، ج ٢، باب في الأولياء من كتاب النكاح، مجلس البركات، مبارك فور

اس طرح کے کثیر شواہد ہیں جو قرینۂ قویہّ اور علامتِ ظاہرہ کے حجتِ شرعی ہونے کی دلیل ہیں اور آج اسی بنیاد پر ڈی، این، اے ٹسٹ اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹیں اپنے اپنے دائرۂ کار تک حجت تسلیم کی جاتی ہیں، ہم نے اپنے مقالات: ''ڈی این اے ٹسٹ شرعی نقطۂ نظر سے'' اور ''پوسٹ مارٹم کا تعارف اور شرعی جائزہ'' میں اس مبحث کو قدرے بسط کے ساتھ واضح کیا ہے۔

یہ وہ اصول ہیں جن کی روشنی میں فقہاے محققین اپنی تحقیق کا سفر صحیح سمت میں جاری رکھ سکتے ہیں، اور توفیق ایزدی ساتھ دے تو حکم صحیح شرعی کی معرفت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

ماضی قریب کے فقہاے متبحرین سے استدلال:

ماضی قریب کے متبحرین علما و فقہا میں سند المحققین مولانا نقی علی خاں بریلوی، تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر بدایونی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے نام نمایاں ہیں۔

مذکورہ شخصیات بحر فقہ و افتا کی شناور اور اقلیم تحقیق و تدقیق کی تاجور مانی جاتی ہیں اور ان کی فقہی و تحقیقی خدمات ہندوستان میں فقہ و افتا کی تاریخ کا روشن باب ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدّس سرہ فرماتے ہیں:

آہ! آہ! ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول و فروع اور عقائد و فقہ، سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔ **اول:** اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدّس سرّہ الماجد... **دوم:** والا حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدّس سرّہ الشریف۔[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری -قدّس سرّہ العزیز- کے تبحر علمی اور فقہی بصیرت کے علماے عرب و عجم قائل ہیں، اس کی شہادتیں فتاوی رضویہ کے قیمتی مجلدات میں چمک رہی ہیں۔ مصنف بہار شریعت صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کو خود امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے غیر منقسم ہندوستان کا قاضی مقرر فرمایا تھا اور برہان ملت حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا نوری علیہما الرحمہ کو ان کا معاون مفتی منتخب فرمایا تھا اس واقعے کی مکمل تفصیل برہان ملت نے

(۱) الفتاوی الرضویہ، ج: ۱۲، ص: ۱۳۰، ۱۳۱، رضا اکیڈمی ممبئی.

اپنے مضمون ''مفتی اعظم ہند ایک تاریخ ساز شخصیت'' میں بیان کی ہے۔[(۱)]

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حوالے سے امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں:

''موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اَخّاذ ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔''[(۲)]

تحرّی سے استدلال:

مشتبہ امر میں خوفِ خدا کے ساتھ اچھی طرح غور کیا جائے، اور دل جس پہلو پر جمے اسے اختیار کیا جائے اس کا نام تحرّی ہے جیسے قبلہ مشتبہ ہو جائے تو نماز کی ادائگی کے لیے تحرّی واجب ہے، مذبوح اور مردار جانور باہم مل کر مشتبہ ہو جائیں اور مذبوح کی تعداد زیادہ ہو، یا پاک و ناپاک کپڑے خلط ملط ہو کر مشتبہ ہو جائیں تو خاص صورتوں میں تحری کر کے دل کے فیصلے پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ بعض احکام میں تحری کا حکم خود حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے دیا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے:

إذا شكّ أحدُكم في صلاته فليتحرّ الصواب.[(۳)]

ترجمہ: تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک واقع ہو جائے تو تحری کر کے صواب کو معلوم کرے۔

تحری کے بارے میں ضروری بصیرت کے لیے فتاوی عالمگیری کی یہ وضاحت کافی ہے:

أَمَّا تَفْسِيرُهُ فَهُوَ عِبَارَةٌ عن طَلَبِ الشَّيْءِ بِغَالِبِ الرَّأْيِ عِنْدَ تَعَذُّرِ الْوُقُوفِ على حَقِيقَتِهِ كَذَا في الْمَبْسُوطِ * وَأَمَّا رُكْنُهُ فَهُوَ طَلَبُ الصَّوَابِ بِقَلْبِهِ لِأَنَّ التَّحَرِّيَ يَقُومُ بِهِ وَأَمَّا شَرْطُ جَوَازِهِ فَفَقْدُ سَائِرِ الْأَدِلَّةِ حَالَةَ اشْتِبَاهِ الْمَطْلُوبِ لِأَنَّ التَّحَرِّيَ إنَّمَا جُعِلَ حُجَّةً حَالَ الِاشْتِبَاهِ وَفَقْدِ الْأَدِلَّةِ لِضَرُورَةِ عَجْزِهِ عن الْوُصُولِ إلَيْهِ * وَأَمَّا حُكْمُهُ فَوُقُوعُ الْعَمَلِ صَوَابًا في الشَّرْعِ، كَذَا في مُحِيطِ السَّرَخْسِيِّ * رَجُلَانِ تَحَرَّيَا فَأَصَابَ أَحَدُهُمَا دُونَ الْآخَرِ لم يَسْتَوِيَا في الْأَجْرِ لِأَنَّ الْمُصِيبَ اخْتَصَّ بِصَوَابِ الْإِصَابَةِ كَذَا في مَجْمُوعَةِ الْفَتَاوَى*[(٤)]

---

(۱) ملاحظہ ہو ماہ نامہ استقامت کان پور، مفتی اعظم نمبر، ماہ مئی ۱۹۸۳ء ص: ۲۴۔

(۲) الملفوظ کامل، حصہ اول ص: ۱۴۲، مکتبۃ المدینہ، دہلی، ۲۰۰۹ء

(۳) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۲۱۲، كتاب الصلاة/ باب السهو في الصلاة و السجود، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) الفتاوى الهندية، ج: ٥، ص: ۳۸۲، كتاب التحري، دار الكتب العلمية.

بہار شریعت میں اس کی ترجمانی اس طرح ہے:

جب کسی موقع پر حقیقت معلوم کرنا دشوار ہو جائے تو سوچے اور جس جانب گمان غالب ہو عمل کرے، اس سوچنے کا نام تحرّی ہے۔ تحرّی پر عمل کرنا اُس وقت جائز ہے جب دلائل سے پتہ نہ چلے، دلیل ہوتے ہوئے تحرّی پر عمل کرنے کی اجازت نہیں۔

دو شخصوں نے تحرّی کی، ایک کا غالب گمان نفس الامر (واقع) کے موافق ہوا، اور دوسرے کا گمان غلط ہوا، تو اگر چہ دونوں بری الذمہ ہو گئے مگر جس کی رائے صحیح ہوئی اس کو ثواب زیادہ ہے۔[۱]

طہارت، صلاۃ، جنائز، زکاۃ وغیرہ ابواب میں تحرّی حجت تسلیم کی گئی ہے۔

تحرّی کا دائرۂ کار: جو چیزیں ضرورتِ شرعی، یا حاجتِ شرعی کی وجہ سے مباح ہو جاتی ہیں ان میں تحرّی ضرورت اور حاجت کے تحقق کے وقت جائز ہے، اور جو چیزیں ضرورت کی وجہ سے مباح نہیں ہوتیں ان میں تحرّی ناجائز ہے۔ الاشباہ میں ہے:

و في كافي الحاكم الشهيد من باب التحرّي: ... لا يجوز التحرّي في الفروج؛ لأنّه يجوز في كلّ ما جاز للضرورة، و الفروجُ لا تحلّ بالضرورة.[۲]

ترجمہ: امام حاکم شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی "کافی" کے "بابُ التحرّی" میں ہے کہ فروج میں تحرّی جائز نہیں، کیوں کہ تحری ایسے تمام امور میں جائز ہوتی ہے جو ضرورت کی وجہ سے مباح ہو جاتے ہیں، اور فروج ضرورت کی وجہ سے مباح نہیں ہوتیں۔ (ترجمہ ختم)

مثلاً کسی نے اپنی چار بیویوں میں سے ایک معین بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر بھول گیا کہ کسے طلاق دی ہے تو کسی ایک بیوی سے وطی کے لیے اسے تحری کی اجازت نہیں، یہ اور اس نوع کے کئی جزئیات محقق ابن نجیم - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ - نے کافی کے حوالے سے اس مقام پر نقل کیے ہیں۔

درج بالا کلیہ میں اُن امور کا حکم بیان کیا گیا ہے جو ضرورتِ شرعی کی وجہ سے مباح ہو جاتے ہیں اور ان کی حرمت قطعی ہوتی ہے تو جو امور حاجت شرعی کی وجہ سے مباح ہوتے ہیں اور ان کی حرمت ظنی ہوتی ہے ان میں تحرّی بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی۔

---

(۱) بہار شریعت، حصہ: ۱۷، ص: ۶۶۱، تحری کا بیان، مجلس المدینۃ۔

(۲) الأشباہ و النظائر، ص: ۲۱۱، اليقين لا يزول بالشكّ، إدارة القرآن.

مسجد اور مدرسہ کے متولی نے بہت سے لوگوں سے مسجد اور مدرسہ کے لیے چندہ وصول کیا، ایک زمانے کے بعد اسے پچاس ہزار روپے ملے جو مسجد کے ہیں یا مدرسہ کے، یاد نہیں، شبہہ دونوں کا ہے۔

اسے یاد ہوتا کہ یہ روپے فلاں فلاں نے دیے ہیں تو ان سے مسجد یا مدرسہ کے لیے اجازت لے لیتا، یا کسی طرح یاد آجاتا کہ مثلاً وہ روپے مسجد کے ہیں تو مسجد کو دے دیتا، لیکن اسے کچھ بھی یاد نہیں آتا اور شک وتردد میں مبتلا ہے تو درج بالا کلیہ کے پیش نظر اسے تحرّی کی اجازت ہونی چاہیے۔

دلائل اور عِلَل حکمِ شرعی کے مُعرِّفات وعلامات ہیں: حکم شرعی تو دراصل اللہ کا حکم ہے، وہی اس کا موجب ہے، اور رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے اس کی تشریح وتبیین فرمائی اور یہ دلائل وعلل حکم شرعی کے معرّفات وعلامات ہیں، گویا یہ ایک طرح کے مشعل ہیں جن کی روشنی میں ہم حکم شرعی کو پہچان لیتے ہیں۔ بس اسی طور پر ہمیں ان دلائل اور عِلَل سے کام لینا چاہیے۔

آنکھوں پر پردہ پڑا ہو تو مشعل کے نور سے ہمیں منزل مقصود تک رہنمائی نہ ہو سکے گی، یوں ہی جب بندے کی تحقیق کی راہ میں اَنانیت اور نفسانیت کا پردہ حائل ہو جاتا ہے تو یہ مشعلِ نور اس کے لیے حکم شرعی کو روشن نہیں کرتی مگر یہ کمی مشعل کی نہیں، مشعل سے استفادہ کی ہوتی ہے۔

شاہ راہِ تحقیق : اس لیے حکم شرعی کی تحقیق کا سفر شاہ راہِ تحقیق سے یوں ہونا چاہیے:

۱- معرّفاتِ احکام کی وہ مشعل ہمیشہ ہاتھوں میں رہے جن کی تفصیل گزشتہ سطور میں ہے۔

۲- دل میں ہر آن خوفِ خدا ہو، اللہ کی ذات پر بھروسا ہو اور اسی کی رضا کے لیے عزم سفر ہو۔

۳- جس باب کا مسئلہ تحقیق کے لیے سامنے آئے، پہلے اس پورے باب کا بغور مطالعہ کیا جائے اور جو کلیات وجزئیات یا علل زیر غور مسئلے کے دلائل یا معرفات کی حیثیت سے سامنے آئیں ان میں بار بار غور کریں، کسی ایک دلیل پر دل جمے تو اس کی مخالف دلیل پر بھی نظر ڈالیں، غور وفکر کا یہ مرحلہ عرصہ تک جاری رکھیں، اور جس دلیل پر ہر طرح دل مطمئن ہو جائے اس کو اختیار کریں۔ راقم الحروف کی کتاب: ”شیر بازار کے مسائل“ اس مبحث کی واضح مثال ہے، مبتدی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۴- پھر اسے حرفِ آخر نہ سمجھیں بلکہ ایک محتاج بے نوا کی اپنی استطاعت بھر کوشش سمجھیں اور قبولِ حق کے لیے دل کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بے مثال کتاب: كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدّراهم کے مطالعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔

۵- اس کے لیے مسلسل مطالعہ، غور و فکر اور شب و روز عرق ریزی ضروری ہے، پھر گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔

۶- اپنی رائے کی خطا پر کبھی تنگ دل نہ ہوں، ہمیشہ حوصلہ بلند رکھیں، عموماً فقہ کی دولت چالیس سال یا اس سے زائد عمر میں حاصل ہو پاتی ہے، وہ بھی اسے جو مسلسل کسب میں لگا رہے۔

۷- اور بہر حال محض کسب یا جدّ و جہد کو نعمتِ فقہ کا سبب نہ سمجھیں کہ یہ نعمت کسبی کم، وہبی زیادہ ہے، اسی لیے حضور سید عالم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا:

" من يّرِدِ الله به خيرًا يفقّهه في الدين." [1]

ترجمہ: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عموماً یہ عطیۂ ربانی جدّ و جہد کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔

اسے ایک مثال محسوس کی روشنی میں سمجھنا چاہیے:

لوگ کسی امیر کا کام کرتے ہیں اور ڈیوٹی پوری ہو جاتی ہے تو اجرت کے حق دار ہوتے ہیں مگر ایک شخص ڈیوٹی سے بے نیاز ہو کر دن رات اپنے آقا کے کام میں رضاکارانہ طور پر لگا رہتا ہے، نہ داد کی پروا، نہ صلہ کی آرزو، بس اس کے دل میں ایک خیر خواہی کا جذبہ ہوتا ہے جو اسے اس کے کام میں دیوانگی کی حد تک مشغول رکھتا ہے، امیر صاحبِ دل ہے تو اسے اس کی اس خیر خواہی اور جذبۂ فداکاری پر از راہِ کرم انعامِ خصوصی سے ضرور نوازے گا۔ کچھ ایسا ہی حال خدمت فقہ کا بھی ہے کہ جو لوگ اس کارِ اہم میں شب و روز مشغول رہتے ہیں اللہ عزّ و جلّ انھیں نعمتِ فقہ سے بس اپنے فضل خاص سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی — منت شناس ازو کہ بہ خدمت گزاشتت
شکر خدائے کن کہ موفَّق شدی بخیر — ز انعام و فضل او نہ معطل گزاشتت

خدا کرے مجلس شرعی ہمیشہ اس شاہراہ پر گامزن رہے اور خلق خدا اس چشمۂ شیریں سے فیض یاب ہوتی رہے۔

خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا:

"مجلس شرعی کے چند بنیادی اصول" کے عنوان سے کچھ اصول مجلس کے صحائف میں شائع ہوتے

---

(١) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ١٦، كتاب العلم، مجلس البركات، مبارك فور

رہے ہیں۔ میں نے اپنی آسانی کے لیے یہ سوچا کہ یہی اصول ضروری تشریحات کے ساتھ مقدمہ کی جگہ شائع کیے جائیں، لیکن دوران تحریر مضامین کی آمد ہوتی رہی اور مقدمہ کافی مبسوط ہو گیا۔ یہ اصول تحقیق کی خشتِ اول ہے، ان میں جمع و تدوین اور تشریح و تبیین کے لیے مزید کام کی ضرورت ہے۔

اس طرح کے مضامین کے لیے کثرت مطالعہ، استحضار اور خلوت و یکسوئی لازمی امور ہیں، جن سے اس بے مایہ کا دامن بڑی حد تک خالی ہے؛ اس لیے " یہ قصّہ لطیف ابھی ناتمام ہے" مگر منزلِ حق و صواب تک رسائی کے لیے یہ اصول بھی کافی ہیں، خدا کرے یہ تالیف کسی بندۂ خدا کے ذریعہ تکمیل آشنا ہو۔ واللہ الموفِّق و هو المُستعَان.

کچھ اپنے بارے میں: حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے: "میرے یہاں کا ناکارہ بھی کارآمد ہوتا ہے" اس کا صحیح مصداق یہ ناکارہ راقم الحروف ہے، جو ایک حقیقت ہے:

کوئی سلیقہ ہے زندگی کا، نہ بندگی میری بندگی ہے
یہ سب تمھارا کرم ہے آقا، کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

چھوٹے لوگ بڑوں سے اپنا رشتہ قائم کر لیتے ہیں تو وہ بھی کسی نہ کسی حیثیت سے بڑے سمجھے جاتے ہیں، وہی کام میں نے بھی کیا، میں ایک بے بضاعت انسان ہوں، کچھ سوچ کر علم فقہ سے وابستہ ہو گیا، اور آج یہی وابستگی میرا سرمایۂ علم و فضل ہے۔ میں نے " اضافتِ تشریفی" کا مطلب اپنی زندگی کے نشیب و فراز سے سمجھا ہے، یہ بس شرفِ نسبت ہے جس نے بے قدر زندگی کو قدر آشنا بنا دیا۔ و ذٰلك فضل الله يؤتيه مَن يَّشاءُ و كان فضل الله عظيمًا.

میری زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ "**مجلس شرعی کی خدمت**" ہے، میں نے اس کے لیے گویا اپنے کو وقف کر دیا، اس کے بعد **فتویٰ نویسی** اور بزم فقہ میں مجیب کی حیثیت سے شرکت ہے اور تیسرے نمبر پر **تدریس** ہے، تدریس کو اللہ نے خوش حال دنیوی زندگی کا ذریعہ بنایا ہے اور وہ قبول فرمائے تو بقیہ کام اخروی زندگی کی نجات کا ذریعہ بن جائیں۔ اللّٰهُمَّ أعِزّنا و أعِزّ الإسلام و المسلمين، بيدك الخير، إنّك على كل شيء قدير.

تحقیق مسائل ایک خار دار بلکہ پُرخار وادی ہے، ایسے لوگ کمیاب ہیں جو اس وادی سے گزرے

ہوں اور انھیں خراش نہ آئی ہو یا کانٹے نہ چبھے ہوں، میں نے اس راہ میں قدم رکھا تو بار بار کانٹے چبھے، اور بہت چبھے، اور اس طرح مجھے برابر صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا مگر اللہ تعالیٰ نے لاج رکھی، وَ اللہ المُسْتَعَانُ عَلیٰ مَا یصفون.

ایک زمانے سے امراض کے حصار میں ہوں، اور بہت کچھ کام ابھی باقی ہیں، خدائے پاک صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے اور عافیت و صحت کی نعمت کے ساتھ تکمیل عزائم کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبك النبي الأمین صلی اللہ تعالیٰ علیه و سلّم.

شافی و نافی ہو تم کافی و وافی ہو تم
درد کو کر دو دوا تم پہ کروڑوں درود

خستہ ہوں اور تم مُعاذ، بستہ ہوں اور تم ملاذ
آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود

کہنے کو ہیں عام و خاص، ایک تمھیں ہو خلاص
بند سے کر دو رہا تم پہ کروڑوں درود

تم ہو شفائے مرض، خلق خدا خود غرض
خلق کی حاجت بھی کیا، تم پہ کروڑوں درود

کر دو عدو کو تباہ، حاسدوں کو رو براہ
اہلِ وِلا کا بھلا تم پہ کروڑوں درود

کام وہ لے لیجیے ، تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

ماہنامہ اشرفیہ کے فقہی شماروں میں ''اصحاب مقالات و شرکاے سیمینار'' کے عنوان کے تحت کبھی کبھی میرے احباب نے میرا نام اکابر کی فہرست میں شامل کر دیا ہے، یہ ان کی ذرہ نوازی ہے، میں نہ اکابر سے

ہوں، نہ اصاغر سے، بلکہ مکتب فقہ کا ایک معمولی سا طالب علم ہوں، اور خدا کرے اسی طور پر زندگی تمام ہو، مجھے محسوس ہوا کہ جب کسی سیمینار میں میرا کوئی مقالہ شامل نہیں ہوتا تو میرا نام بڑوں کی فہرست میں کہیں ضم کر دیا جاتا ہے، اس لیے اب میں نے مقالہ نویسی کا التزام کر لیا ہے اور اس کا فائدہ بھی ملنا شروع ہو گیا ہے۔

فیصلے:

مجلس شرعی کے فیصلے عموماً صدر مجلس شرعی "خیر الأذکیا" حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی -دام ظلّہ العالی- تحریر فرماتے ہیں، اس جلد کے فیصلے بھی زیادہ تر انھیں کے تحریر کردہ ہیں۔

یہ منصب بہت ہی اہم ہے امام اعظم ابو حنیفہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- نے فقہی مسائل کے اجتہاد و استنباط کے لیے فقہاے مجتہدین کا جو بورڈ تشکیل دیا تھا اس کے فیصلے امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی -رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما- تحریر فرمایا کرتے تھے، اول کو قاضی شرق و غرب کہا جاتا ہے، اور دوسرے کو محرّر مذہب نعمانی۔ آپ کی تحریر بڑی شستہ اور فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ اس سے فیصلہ نویسی اور فیصلوں کی جمع و ترتیب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بادی النظر میں یہ خیال آسکتا ہے کہ طے شدہ باتوں کو لکھ دینا کوئی قابلِ ذکر کام نہیں، مگر ایسا نہیں، یہ کام بہت اہم ہے اس کے لیے وسیع مطالعہ، زبان و بیان پر عبور اور تعبیر کی خوبی پر قدرت ساتھ ہی دیانت و خدا ترسی ضروری عناصر ہیں۔

بائیسویں فقہی سیمینار میں دو موضوعات " ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت" کے فیصلوں میں شامل جن مثالوں کی صراحت فقہا کے یہاں نہیں ملی انھیں حذف کر دیا گیا ہے اور مثالوں کے کم ہونے سے اصل فیصلے پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا۔ ہم نے اس فیصلے میں مقالہ نگاروں پر اعتماد کیا ہے۔

اعتذار:

مسلسل علالت بالخصوص، علالت چشم کے باعث ہم نے اس جلد کی تصحیح کا کام اپنے احباب سے لیا ہے اور انھیں پر اعتماد کر کے یہ فیصلے ہم قوم کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، ہمیں اطمینان ہے کہ ان حضرات نے تصحیح میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی ہے۔ ہم سہو و نسیان سے محفوظ نہیں، کہیں کوئی کمی نظر آئے تو وہ میری کمی تصور کی جائے واللہ غفور رحیم، مجلس اس طرح کی کمی پوری کرنے کے لیے ہمیشہ پر عزم ہے۔و العذرُ عند کرام النّاس مقبول۔

یادِ رفتگاں

مجلسِ شرعی کا قیام (۲۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹؍ دسمبر ۱۹۹۲ء بروز شنبہ) اہل سنت و جماعت کے لیے مژدۂ جاں فزا تھا۔ اہلِ علم نے اس کے قیام پر مسرتوں کا اظہار کیا، مبارک بادیاں دیں اور علما وفقہا کی جماعت اس سے وابستہ ہوگئی۔ ۲۷؍ سال سے یہ مجلس علما اجتماعی طور پر نو پیدا مسائل کی تنقیح و تحقیق کا کام کر رہی ہے اور ان شاء اللہ العزیز کرتی رہے گی۔ آج کے دور میں یہ مجلس یدُ اللہِ علی الجماعۃِ کی مصداق ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسے قبول انام حاصل ہوا۔ یہ کاروانِ علم و تحقیق آغازِ سفر سے آج تک مسلسل رواں دواں ہے اور اپنے سفر کی ۲۷؍ منزلیں طے کرنے کے بعد بھی برابر آگے کی طرف گام زن ہے۔

اس منزل پر پہنچ کر جب ہم نے اس کاروان علم کا جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ ہمارے بہت سے علما و فقہا اللہ کو پیارے ہو چکے بلکہ کچھ ایسے اکابر بھی چلے گئے جو در اصل قافلہ سالار اور اس گلشنِ فقہ کی بہار تھے، گو ان کی دعاؤں کا فیض آج بھی ہمارے ساتھ ہے۔ ہم جذبۂ احسان شناسی کے طور پر اپنے ایسے بزرگوں اور علما کا ذکر خیر جلد اول میں کر چکے ہیں جو اللہ کی رحمت میں آرام کی نیند سو رہے ہیں۔ اب مزید کچھ اور بندگان خدا - جو (ایک کے سوا) بعد میں واصل الی اللہ ہوئے - کا ذکر خیر کرتے ہیں:

حضرت حافظ و قاری **محمد عارفین** مصباحی

۱۹۵۲ء ــــــــــــ ۲۰۱۰ء

قاری محمد عارفین صاحب قرآن مقدس کے بہترین حافظ، خوش گلو قاری، منکسر المزاج اور صوفی منش انسان تھے۔ آپ کے والد ماجد صوفی زین العابدین اشرفی بھی حافظ و قاری تھے۔ موصوف نے ۱۲؍ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ / نومبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ مقام گہروار ضلع دیوریا، اتر پردیش میں آنکھ کھولی۔ حفظ و قراءت کی تعلیم دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں حضرت حافظ و قاری عبد الحکیم عزیزی صاحب مرحوم سے حاصل کی، ۱۹۷۲ء میں دار العلوم محمدیہ ممبئی میں شعبہ حفظ و قراءت کے استاذ مقرر ہوئے اور پوری زندگی اس سے وابستہ رہے۔ آپ نے موتی مسجد، بائیکلہ، ممبئی اور عاشق شاہ

بخاری مسجد، چارنل ڈونگری، ممبئی میں ایک عرصہ تک امامت کا فریضہ انجام دیا۔ نماز فجر کے بعد تلاوتِ قرآن مسلسل کیا کرتے تھے اور سفر و حضر میں نماز و جماعت کی حد درجہ پابندی کیا کرتے تھے۔ اشرف الاولیاء سید مجتبیٰ اشرف اشرفی الجیلانی سے بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ مجلس شرعی کا گیارہواں فقہی سیمینار عاشق شاہ بخاری مسجد میں ہی انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں آپ امامت کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ سیمینار کی مختلف نشستوں میں آپ شریک بھی رہے۔

۲۷؍ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۲؍ فروری ۲۰۱۰ء میں آپ اس دنیا کو خیر آباد کہہ کر چلے گئے۔ قریش نگر قبرستان، کرلا، ممبئی میں مدفون ہیں۔

(۲) منصور ملت حضرت مولانا منصور علی خاں قادری رضوی

۱۹۴۸ء ــــــــــ ۲۰۱۵ء

مولانا منصور علی خاں، محبوب ملت حضرت مولانا مفتی محمد محبوب علی خاں رضوی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ عصری تعلیم ممبئی کے اسکول میں اور دینی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور سید العلما حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے بھی اکتساب علم و فیض کیا۔

والد ماجد کے وصال کے بعد ممبئی کی مرکزی مسجد سنی بڑی مسجد مدن پورہ کے امام و خطیب کی حیثیت سے متمکّن ہوئے۔ ساتھ ہی ممبئی میں عوام اہل سنت کی اپنے خطابات سے دینی و علمی تربیت فرماتے رہے۔ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کی شرعی ذمہ داریاں بھی بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ آپ اہل سنت و جماعت کی ایک اہم تنظیم سنی جمعیۃ العلما کے جنرل سکریٹری بھی تھے۔ اس تنظیم کے تحت سیدُ العلما ۔ علیہ الرحمہ ۔ کی قیادت میں بہت سی تحریکوں میں حصہ لیا۔

تحریر و قلم کے ساتھ شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ آپ کی کتابوں میں ”یادوں کی بارات“ کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔

۶؍ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو طویل علالت کے بعد آپ اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔
مجلس شرعی کے ۱۷؍ ویں فقہی سیمینار منعقدہ اندور میں آپ نے شرکت فرمائی۔

(۳) حضرت مفتی ظل الرحمن مصباحی عزیزی

۱۹۳۲ء ـــــــ ۲۰۱۶ء

آپ حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری کے فیض یافتہ مصباحی عالم دین، سنجیدہ مزاج، سادہ لوح انسان اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ پوری زندگی درس وتدریس اور فقہ وافتا سے منسلک رہے۔ آپ کی ولادت بانکا ضلع بہار میں ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ ناظرۂ قرآن اور ابتدائی درجات کی کتابیں پڑھنے کے بعد مدرسہ خیر المدارس عمر پور، بانکا میں حفظ قرآن اور فارسی کی ابتدائی کتابوں کی تعلیم مکمل کی۔ اعلی تعلیم کے لیے مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام ضلع رہتاس بہار کا سفر کیا اور گیارہ سال تک بڑی تن دہی اور جاں فشانی کے ساتھ علم دین کی تحصیل فرمائی، ۱۹۵۸ء میں اس ادارہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم، بالخصوص درس حدیث کے لیے دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور تشریف لائے اور جلیل القدر اساتذہ کی بارگاہ میں زانوے تلمذ تہ کیا۔ آپ نے دورۂ حدیث کے سال مدرسہ اشرفیہ مبارک پور میں بہ حیثیت معین المدرسین درس نظامی کی کچھ کتابوں کا درس بھی دیا۔ آپ جلالۃ العلم حضور حافظ ملت کے تلمیذ رشید ہونے کے ساتھ مرید بھی تھے۔ اور شہزادۂ حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ مصباحی سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ کے خلیفہ مجاز بھی۔

آپ نصف صدی سے زائد عرصے تک دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام میں مسند تدریس وافتا پر متمکّن رہے۔ ”فتاوی ظل رحمانیہ“ (دو جلدیں) آپ کی علمی وفقہی یادگار ہے۔

۲۷ر رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۴ر مئی ۲۰۱۶ء بروز چہار شنبہ آپ کا وصال پر ملال ہوا۔ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے کے لیے آپ نے ایک بار مقالہ ارسال فرمایا تھا۔ راقم الحروف سے بڑے اچھے مراسم تھے۔ بارہا آپ نے اہم علمی مسائل میں گفتگو کی اور اس بے مایہ کے فتاویٰ، تحقیقات اور تصنیفات کی ستائش کی۔

(۴) حضرت مولانا عبدالعزیز خان قادری مصباحی

۱۹۴۲ء ـــــــ ۲۰۱۷ء

آپ جامعہ اشرفیہ کے قدیم فرزند اور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری سے شرف تلمذ رکھنے والے قابل قدر عالم دین تھے۔ درس وتدریس، دعوت وتبلیغ اور احقاق حق وابطال

باطل میں پوری زندگی مصروف رہے۔ آپ کو علمی حلقوں میں ”ضیغم اہل سنت“ کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ پچاس سال سے زائد عرصہ سیوان میں خدمت دین میں گزارا۔ ۱۹۶۵ء میں حضور حافظ ملت کی ایما پر جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا، سیوان درس وتدریس کے لیے تشریف لائے اور پورے علاقے میں علم دین کی شمع روشن کی۔ مجلس شرعی کے متعدّد فقہی سیمیناروں میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔ راقم الحروف سے اکثر مسائل میں رجوع کرتے اور دعائیہ کلمات سے نوازتے تھے۔

۱۷/ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵/ اپریل ۲۰۱۷ء کو ضیغم اہل سنت کا انتقال ہو گیا۔

(۵) حضرت مولانا اعجاز احمد مصباحی

۱۹۴۰ء ——— ۲۰۱۷ء

مولانا موصوف بڑے محنتی اور جفاکش انسان تھے۔ نفاست و پاکیزگی، شرافت و سادگی کے پیکر تھے۔ دار العلوم اشرفیہ کے فارغ التحصیل عالم دین، اور درس وتدریس کی دنیا کے کہنہ مشق استاذ تھے۔ ۱۵/ جون ۱۹۴۰ء کو محلہ پورہ دیوان قصبہ مبارک پور کے ایک خوش حال اور دین دار گھرانے میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولانا عنایت اللہ صاحب مرحوم نے مدرسہ اشرفیہ سے متوسطات تک تعلیم پائی۔ آپ کے بڑے والد مولوی فقیر اللہ اسعد سیمابی ایک بہترین شاعر اور مدرسہ اشرفیہ کے تربیت یافتہ تلمیذ تھے۔ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے خیر خواہ تھے۔ دار العلوم اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر آپ کا تخریج کردہ یہ مادۂ تاریخی مقبول عام وخاص ہے:

پھر نہ تاریخ کیوں ”باغ فردوس“ ہو
۱۳۵۳ھ

مولانا اعجاز احمد مصباحی کا تعلق اسی علم دوست، علما پرور اور محب اشرفیہ گھرانے سے تھا۔ ناظرہ قرآن اپنے والد ماجد اور ابتدائی درجات نیز درس نظامی کی مکمل تعلیم دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم سے حاصل کی۔ ۱۹۶۰ء میں دورۂ حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ فراغت کے بعد ۱۳/ سالوں تک مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) میں بہ حیثیت صدر المدرسین درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، یکم دسمبر ۱۹۷۳ء سے تادم حیات الجامعۃ الاشرفیہ کے موقر استاذ کے طور پر مامور رہے۔ آپ ایک زمانے تک حافظ ملت عرس کمیٹی کے ناظم اور جامعہ اشرفیہ کی

بعض اہم امتحانی ذمہ داریوں کے امین تھے۔
۲۷؍ جولائی ۲۰۱۷ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔

(۶) حضرت مولانا نور الہدیٰ مصباحی

۱۹۷۱ء ــــــ ۲۰۱۷ء

مولانا نور الہدی مصباحی مرحوم بہت سی خوبیوں کے حامل اور گوناگوں اوصاف کے مالک تھے۔ آپ کے شخصی اوصاف میں ملنساری، خوش اخلاقی اور تواضع وغیرہ کئی چیزیں کشش کا باعث تھیں۔ ملی درد اور جماعتی اخلاص آپ کو نمایاں بناتا تھا۔ علمائے اہل سنت کو متحد کرنے کے لیے آپ ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ ۱۸؍ اپریل ۱۹۷۱ء کو دھرم سنگھوا ضلع سنت کبیر نگر میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی عربی اردو کی کتابیں اپنے گاؤں کے ہی باصلاحیت عالم دین مولانا علی احمد بسمل عزیزی سے پڑھیں۔ پھر دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی اور جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے کسب علم کیا۔ ۱۹۹۲ء میں آپ جامعہ اشرفیہ سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد متعدّد مساجد و مدارس میں مفوضہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کے بعد اپنے وطن مالوف دھرم سنگھوا کے مشہور ادارہ دار العلوم احمدیہ معراج العلوم میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے اور تاحیات اس ادارہ سے منسلک رہے۔ ۲۷؍ اکتوبر ۲۰۱۷ء مطابق ۶؍ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مولانا علما دوست، علم پرور، قائدانہ صلاحیت کے حامل انسان تھے۔ ملکی حالات، اہل سنت و جماعت کی موجودہ صورت حال اور استفسار مسائل کے لیے مولانا نے راقم الحروف سے موبائل پر بہت گفتگو کی ہے۔ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے دو سیمیناروں میں بھی آپ شریک رہے۔

(۷) حضرت مولانا مفتی ایاز احمد مصباحی

۱۹۶۶ء ــــــ ۲۰۱۷ء

محب مکرم مولانا مفتی ایاز احمد مصباحی ۸؍ ستمبر ۱۹۶۶ء کو مارواڑی کل حاجی نگر ضلع ۲۴؍ پرگنہ مغربی بنگال کے ایک دین دار علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولانا رفیع الدین اظہر مدرسہ اشرفیہ مبارک پور کے خوشہ چینوں سے تھے۔ اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم نے

بھی مدرسہ اشرفیہ سے دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے آبا واجداد قصبہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ کے باشندے تھے۔ مفتی ایاز احمد مصباحی کی ابتدائی تعلیم اسلامیہ پرائمری اسکول، مارواڑی کل حاجی نگر میں ہوئی۔

درس نظامی اعدادیہ تا فضیلت کی مکمل تعلیم جامعہ اشرفیہ سے حاصل کی، ۱۹۸۹ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ جامعہ سے فراغت کے بعد مدرسہ بدر العلوم جَس پور، نینی تال، جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور ضلع مرادآباد، جامعہ طیبہ، شاہ آباد ضلع رام پور میں مدرس رہے، مولانا نوشاد عالم قادری مصباحی غازی پوری کی ایما پر آپ ان کے ادارہ جامعہ قادریہ ،پونہ مہاراشٹر کی سرزمین پر بہ حیثیت ناظم تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی صلاحیتوں کو بروے کار لاکر پونہ کی سرزمین پر اہل سنت وجماعت کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ کی زریں خدمات سے جامعہ قادریہ کے زیر اہتمام ● جامعہ قادریہ نسواں ● ام المومنین حضرت عائشہ مسجد اندوری پونہ ● جامعہ قادریہ مسجد ایلوواڑی پونہ ● اور دار القضا کوڈَل واڑی پونہ کا قیام ہے۔ جامعہ قادریہ کے زیر اہتمام مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کا اکیسواں فقہی سیمینار پونہ کی سرزمین پر منعقد کرانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ مجلس آپ کی اس خدمت کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی جانب سے شال وسپاس نامہ، وغیرہ پیش کیا گیا۔ مجلس کے متعدّد فقہی سیمیناروں میں آپ نے شرکت بھی فرمائی۔ آپ نے انتظامی مصروفیات کے باوجود کئی ایک مقالات لکھے۔ مجلس شرعی کے لیے بھی فقہی موضوعات پر مضامین تحریر کیے۔ اس کے علاوہ تجلیات حافظ ملت اور ریاض الصالحین (اردو ترجمہ) نامی کتابیں آپ کی یادگار قلمی خدمات ہیں۔

مولانا موصوف بڑے خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ میری کئی ایک یادیں ان سے وابستہ ہیں۔ اپنی مسجد میں ایک خطاب ”موبائل سے استفاضۂ خبر کب اور کیسے ؟“ کے موضوع پر کرایا۔ اور اسے صفحۂ قرطاس پر قلم بند کرکے کتابی شکل میں شائع بھی کیا، یہ آپ کی علم دوستی کی واضح مثال ہے۔

افسوس ۲۷ر صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۷ر نومبر ۲۰۱۷ء کو اچانک رحلت فرما گئے۔

(۸) حضرت مولانا قاری نور الحق مصباحی

۱۹۴۷ء ـــــــــ ۲۰۱۸ء

علم قراءت کے ماہرین کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ ان میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا قاری نور الحق مصباحی کا ہے۔ آپ کا شمار قراءت سبعہ وعشرہ کے بہترین قرّا میں ہوتا ہے۔ سیکڑوں طلبہ آپ کی درس گاہ سے اچھے قاری بن کر نکلے، آپ قصبہ مبارک پور کے محلہ پورہ دیوان کے ایک متدین گھرانے میں ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ قاعدۂ بغدادی سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تعلیم دار العلوم اشرفیہ میں پائی۔ ۱۹۶۵ء میں دستار وسند سے نوازے گئے۔ علم قراءت سے غایت درجہ شغف تھا۔ اس فن میں مہارت پیدا کرنے کے لیے مدرسہ تجوید الفرقان لکھنؤ، دریائی ٹولہ میں فخر القراء، قاری محب الدین احمد صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا اور قراءت سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۶۷ء میں دار العلوم اشرفیہ میں شعبۂ قراءت کے استاذ مقرر ہوئے۔ چند سال تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ممبئی کے مشہور و معروف ادارہ دار العلوم محمدیہ ممبئی میں مسند تدریس پر متمکّن ہوئے۔ آپ درس وتدریس کے ساتھ افتا کی بھی خدمات انجام دیتے تھے۔ دس سال تک اس ادارہ میں تشنگان علوم نبویہ کو سرشار کرنے کے بعد مدرسہ محبوب سبحانی، کُرلا میں تین سال تک منصب شیخ الحدیث کو زینت بخشی۔ ۱۹۹۰ء میں جامعہ اشرفیہ کے شعبۂ قراءت سے دوبارہ وابستہ ہو گئے، اور تاحیات جامعہ سے منسلک رہے۔ علم کے قدرداں تھے، اصاغر نوازی ان کی خو تھی، اس بے مایہ پر بہت کرم فرماتے اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے رہتے تھے۔

مجلس شرعی کے متعدّد سیمیناروں میں شرکت فرمائی۔ ۱۳؍ فروری ۲۰۱۸ء کو واصل بہ حق ہوئے۔

(۹) حضرت مولانا مفتی زین العابدین شمسی

۱۹۴۵ء ـــــــــ ۲۰۱۸ء

مجلس شرعی کے مستقل مندوبین میں ایک اہم نام حضرت مولانا مفتی زین العابدین شمسی کا تھا۔ آپ کا شمار جماعت اہل سنت کے باصلاحیت علماے کرام میں ہوتا تھا۔ ۲۵؍ ربیع الآخر ۱۳۶۴ھ مطابق ۸؍ اپریل ۱۹۴۵ء بروز یک شنبہ موضع گوبند گنیش پور اٹکا، پوسٹ اکبر پور ضلع فیض آباد کے ایک متدین

گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اردو کی تعلیم مدرسہ عربیہ اہل سنت پورڈہ، اکبرپور میں حاصل کی۔ اور عربی فارسی کی تعلیم متوسطات تک دار العلوم منظر حق ٹانڈہ میں جید اساتذہ کے زیر تربیت مکمل کی۔ منتہی درجات کی کتابیں جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پورہ بنارس میں پڑھیں۔ اس ادارہ میں شمس العلما حضرت مولانا شمس الدین جعفری علیہ الرحمہ مصنف قانون شریعت کے زیر سایہ مروجہ کتب متداولہ اور مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ ۱۹۶۷ء میں سند و دستار فضیلت تفویض ہوئی۔ فراغت کے بعد جامعہ حمیدیہ رضویہ سے ہی درس و تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۹ء میں جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹہنا، کھنڈ سری بازار، ضلع سدھارتھ نگر بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے اور ۲۰۰۷ء تک اس ادارہ میں مسند صدارت کو زینت بخشتے رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد مختلف مدارس میں بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی خدمات انجام دیں۔ مثلاً دار العلوم اہل سنت شمع اسلام ڈھلمئو شریف، ضلع فیض آباد، دار العلوم اہل سنت منظر حق، ٹانڈہ، دار العلوم غوثیہ حضوریہ خانقاہ سریا شریف، اعظم گڑھ، اور مدرسۃ البنات بی بی سلطان بسکھاری۔ آپ مجلس شرعی کے سیمیناروں میں شریک ہوتے اور مذاکرات میں بھی حصہ لیتے تھے۔ مجلس شرعی کے لیے متعدد عناوین پر آپ نے مقالات بھی تحریر فرمائے۔ ۱۳؍ شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰؍ اپریل ۲۰۱۸ء بروز جمعہ داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

(۱۰) تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری

۱۹۴۳ء ــــــــ ۲۰۱۸ء

خانوادۂ رضویہ کے چشم و چراغ تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری اپنے وقت کے جید عالم، محدث، بہترین فقیہ، عمدہ متکلّم اور عظیم مرشد طریقت تھے۔ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ مطابق ۲؍ فروری ۱۹۴۳ء بروز سہ شنبہ محلہ سوداگران بریلی شریف میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدین کریمین سے حاصل کی۔ پھر دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا، اور اپنے وقت کے مایہ ناز اساتذہ سے اکتساب علم و فیض کیا۔ ۱۹۶۳ء میں منظر اسلام سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے۔ اور کلیۃ اصول الدین میں تین سال تک تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث وغیرہ علوم و فنون کا درس لیتے رہے۔ آپ کلیۃ اصول الدین کے امتحانات میں امتیازی نمبر سے کامیاب ہوئے۔ ۱۹۶۶ء میں دیگر علوم و فنون کے ساتھ عربی زبان وادب کے باکمال عالم و فاضل کی حیثیت سے اپنے وطن مالوف بریلی شریف واپس ہوئے اور تقریباً بارہ سالوں تک اعلی حضرت امام احمد

رضا- قدّس سرُّہ- کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم ''منظر اسلام'' میں تدریسی خدمات انجام دیں۔
اس دوران آپ نے وہاں کے عظیم اور محقق مفتی حضرت مولانا مفتی افضل حسین مونگیری- علیہ الرحمہ - سے فتوی نویسی کی تربیت لی۔ ابتدا میں حضرت مفتی اعظم ہند -علیہ الرحمہ - سے بھی تربیت حاصل کرتے رہے پھر جب آپ کا جذبۂ شوق بہت بڑھ گیا تو مستقل طور پر سیدی و مرشدی مولائی و ملجائی حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں معروف بہ مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں رہ کر آپ نے فتوی نویسی سیکھی اور اپنے وقت کے جید فقہا اور مفتیوں میں شمار ہوئے۔
حضرت تاج الشریعہ کی ذات میں خداے پاک نے کئی ایک اوصاف جمع فرمائے تھے۔
(۱) آپ فقیہ تھے۔ اس حیثیت سے آپ کا مرتبہ بلند و بالا ہے حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔
(۲) آپ مدرس تھے۔ آپ کی درس گاہ سے بہت سے طلبہ نے اکتساب فیض کیا۔
(۳) مرشد طریقت تھے۔ نائب مفتی اعظم ہند، شارحِ بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''اللہ تبارک و تعالی نے حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو جو مقبولیت آخر کے پچیس سالوں میں عطا فرمائی، اللہ تعالی نے وہ مقبولیت حضرت علامہ ازہری صاحب کو شروع ہی میں عطا فرمادی۔'' سچ یہ ہے کہ آپ کی ذات ایک پُر کشش ذات تھی، جو آپ کے چہرے کو دیکھ لیتا اس کا دل آپ کی طرف مائل ہو جاتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں جاتے وہاں فوراً آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا اور آج ہند و بیرون ہند میں ان کے مریدین اور خلفا لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔
(۴) حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہ کے جانشین و خلیفہ تھے۔
ان اوصاف میں آپ کو وہ قبول عام حاصل ہوا کہ بے شمار خلق خدا آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئی ان میں علما و طلبہ کی تعداد اچھی خاصی ہے۔
(۵)، (۶) آپ اچھے مصنف و مترجم تھے۔ بخاری شریف جلد اول اور اس کے حواشی پر آپ کی تعلیقات بنام ''تعلیقات زاہرہ'' فتاوی تاج الشریعہ، ٹائی کی تحقیق، وغیرہ آپ کی تصانیف سے ہیں اور تراجم میں المعتقد المنتقد (عربی سے اردو) الأمنُ و العُلیٰ، عطایا القدیر، وغیرہ (اردو سے عربی) ترجمے اہمیت کے حامل ہیں۔
(۷) بہترین شاعر نعت تھے۔ آپ کی یہ نعت مجھے بہت پسند ہے:

جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں ۔۔۔ نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں
جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں ۔۔۔ زمیں کو آسماں کردیں ثُریا کو ثریٰ کردیں

(۸) بااخلاق اور مہمان نواز تھے۔

(۹) آپ کی علالت کا زمانہ طویل ہے۔ اخیر عمر میں آنکھوں کی بینائی نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، کچھ صدمے بھی آئے مگر آپ نے بڑے صبر و شکر کے ساتھ یہ صبر آزما دن گزارے۔ حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرمایا کرتے کہ میرے نزدیک فقر، غنا سے اور بیماری، صحت سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ: میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالی بندے کو جس حال میں رکھے بندہ اس کے سوا نہ چاہے، یعنی راضی برضا رہے۔ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے ارشاد پر عامل تھے۔

"مجلس شرعی" جامعہ اشرفیہ کی تاریخ آپ کے ذکر کے بغیر نامکمل رہے گی۔ مجلس شرعی کے ابتدائی دو فقہی سیمیناروں میں آپ بہ نفس نفیس شریک ہوئے۔ اس کے لیے آپ نے اپنا علمی تعاون بھی دیا اور درج ذیل عناوین پر اپنی تحقیقات بھی ارسال فرمائیں۔

(۱) علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال
(۲) چیک کی خرید و فروخت
(۳) فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام

مجلس شرعی کے پہلے فقہی سیمینار میں "الکحل آمیز دواؤں کے استعمال" کے مسئلہ پر علماے کرام دو مختلف آرا میں تقسیم ہو گئے تو تین علماے کبار پر مشتمل "مجلس حَکَم" تشکیل پائی جسے "فیصل بورڈ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ مجلس شرعی کے تحت بنائے گئے اس فیصل بورڈ کے صدر نشین کی حیثیت سے حضرت تاج الشریعہ ہی منتخب کیے گئے۔ مختلف الآرا مسائل کو حتمی شکل دینے کے لیے مجلسِ حکم "فیصل بورڈ" کے چار اجلاس ہوئے۔ دو اجلاس کے مصارف خود حضرت تاج الشریعہ نے برداشت کیے اور علما کے شایان شان ان کی رہائش اور ضیافت کا انتظام کیا، ساتھ ہی سب کو اپنے عطایا سے بھی نوازا۔ مجلس شرعی ہمیشہ اس کے لیے آپ کی ممنون و شکر گزار رہے گی۔ (تفصیل کے لیے مجلس شرعی کے فیصلے جلد اول، ص:۸۹-۹۰ ملاحظہ کریں)

مجلس شرعی کا یہ عظیم محسن اور خانوادۂ رضویہ کا آفتاب ۶/ ذو قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۱/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ کو غروب ہو گیا۔

(۱۱) جامع معقولات و منقولات حضرت مولانا مفتی شبیر حسن رضوی مصباحی

۱۹۴۸ء ـــــــ ۲۰۱۹ء

ہندوستان میں معقولات سے عشق کی حد تک وابستگی رکھنے والے علمائے کرام میں ایک عظیم نام حضرت مولانا مفتی شبیر حسن رضوی مصباحی کا ہے۔ آپ ایک عظیم معقولی ہونے کے ساتھ جلیل القدر استاذ، مایہ ناز مفتی، بہترین مصنف اور مختلف صفات و کمالات کے حامل انسان تھے۔ آپ موضع دیوریالعل پوسٹ چاپئی کلاں، ضلع بستی میں یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو تولد ہوئے۔ مروجہ علوم وفنون کی تحصیل دار العلوم تدریس الاسلام بسڈیلہ، دار العلوم منظر حق ٹانڈہ اور دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور جیسے مشہور و معروف اداروں میں کی۔ ۱۹۶۸ء میں موخر الذکر ادارے سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد بلبل ہند حضرت مولانا مفتی رجب علی نان پاروی علیہ الرحمہ کے ادارہ مدرسہ عزیز العلوم نان پارہ ضلع بہرائچ میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے۔ آپ نے مفتی موصوف کی علمی اور فقہی صلاحیتوں کے پیش نظر فتویٰ نویسی کی ذمہ داری بھی آپ کو تفویض فرمائی۔ تقریباً ۹ سالوں تک اس ادارہ میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ان ایام میں اس ادارے کی تعلیمی میدان میں خوب شہرت ہوئی۔ ۱۹۷۶ء میں فیض آباد کی مشہور دینی درس گاہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی سے وابستہ ہوگئے۔ اور تاحیات اس ادارے میں مدرس و مفتی رہے اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کرتے رہے۔ ۱۳ر ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۱ر دسمبر ۲۰۱۹ء شب جمعرات، بعد مغرب آپ نے اس دنیا کو خیر آباد کہہ دیا، آپ جہان تدریس کے مایہ ناز استاذ ہونے کے ساتھ باکمال صاحب قلم بھی تھے۔

سیکڑوں فتاویٰ کے علاوہ درج ذیل کتابیں بھی تحریر کی ہیں:

☆ امام احمد رضا اور علوم عقلیہ ☆ حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ ☆ الجوہر المنظم فی شرح السُّلَّم ☆ حاشیہ کبریٰ ☆ توضیحات کبریٰ ☆ جوامع الکلم ☆ مختصر حالات سیدہ فاطمہ زہرا- رضی اللہ تعالی عنہا-

مجلس شرعی کے کثیر سیمیناروں کو زینت بخشی اور بحثوں کو غور سے سماعت فرماتے اور کبھی کبھی اس میں حصہ بھی لیتے۔ اس بے مایہ پر آپ کے عظیم احسانات ہیں۔ جن ایام میں آپ نان پارہ میں تدریسی خدمات پر مامور تھے آپ کے درس کا شہرہ سن کر میں بھی نان پارہ طلب علم کے جذبۂ شوق میں گیا۔ اور

آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی بارگاہ فیض سے میں نے خوب خوب استفادہ کیا۔ علم نحو، علم منطق اور علم فلسفہ میں آپ کو عبور حاصل تھا، کافیہ جیسی عظیم الشان کتاب کا جب آپ قیل و قال کے ساتھ درس دیتے تو ایک سماں بندھ جاتا، خدائے کریم نے آپ کو حسن تفہیم کے وصف سے خوب نوازا تھا، ذہین طلبہ کو آپ کی درس گاہ فیض سے بڑی تشفی حاصل ہوتی، اور علم کا حظّ وافر ملتا، میں ان کے درس سے اتنا متاثر ہوتا کہ میں کبھی کبھی سوچتا کہ اتنا اچھا درس کیا کوئی اور استاذ بھی دیتا ہوگا۔ آپ ہی کی تربیت اور ذہن سازی سے جامعہ اشرفیہ جیسے عظیم ادارہ میں جماعت سابعہ میں داخلہ لیا۔ اور پھر یہیں کا ہوکر رہ گیا۔

آپ سے میرے بڑے اچھے روابط تھے۔ جب ابلاغ و ترسیل کے ذرائع اتنے ترقی یافتہ نہ تھے تو مراسلات کے ذریعہ باہم ملاقات کا سلسلہ قائم تھا۔ آپ کے بہت سارے مکتوبات میرے اور میرے والد بزرگوار کے نام لکھے گئے آج بھی بطور یادگار محفوظ ہیں۔ بعد میں فون کے ذریعہ رابطہ قائم رہا، گفتگو بڑے مشفقانہ انداز میں کرتے اور دعاؤں سے نوازتے رہتے۔ حضرت سے میری آخری ملاقات شعبان ۱۴۴۰ھ جامعہ اسلامیہ کے جشن پنجاہ سالہ کے موقع پر ہوئی، حضرت علیل تھے پھر بھی دیر تک محبت آمیز لہجے میں گفتگو اور علمی مسائل پر تبادلۂ خیال فرماتے رہے، رخصت ہوتے وقت ہاتھوں کو اٹھایا اور میرے لیے دیر تک دعا فرمائی۔ آپ نے مجھے مختلف موقعوں سے متعدّد کتابیں بھی تحفۃً ارسال کیں جن میں فتاوی رضویہ جلد سوم اور دوسری کتابیں شامل ہیں۔ آپ کی عطا کردہ کتب میں سب سے زیادہ اسی کتاب کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ تیس سالوں سے یہ کتاب زیر مطالعہ ہے۔ بہت سے فتاویٰ میں اس کے اقتباسات بطور حوالہ پیش کیے اور آج بھی مطالعہ کی میز پر یہ کتاب رہتی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء.

(۱۲) مفتی مالوہ حضرت مولانا مفتی حبیب یار خاں نعیمی

۱۹۴۷ء ــــــــــ ۲۰۱۹ء

مفتی مالوہ ایک عالم باعمل، خوش الحان حافظ و قاری قرآن، مصلح قوم، خطیب باکمال، لائق وفائق مدرس، اور دین کا درد رکھنے والے، اخلاص کے ساتھ کام کرنے والے سچے خادم دین رسول تھے۔ آپ نے سرزمین مالوہ میں دین وسنیت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

آپ کی پیدائش شہر اندور (مدھیہ پردیش) کے محلہ جونار سالہ میں ۲۷/ستمبر ۱۹۴۷ء کو

ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اندور میں ہی ہوئی۔ اعلی تعلیم کے لیے جامعہ عربیہ ناگ پور، جامعہ حبیبیہ الہ آباد، جامعہ امجدیہ رضویہ ناگ پور کا سفر کیا۔ درس نظامی وافتا کی تعلیم انھیں اداروں سے حاصل کی۔ آپ کی پوری زندگی درس وتدریس اور امامت وخطابت میں گزری۔ آپ اندور کے مشہور ادارہ دار العلوم نوری، اندور میں تاحیات صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے علم دین کی نشر واشاعت کرتے رہے۔ آپ کو حضور مفتی اعظم ہند-علیہ الرحمہ-سے بیعت وارادت اور اجازت وخلافت حاصل تھی۔

مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کی خدمات کا شہرہ سن کر آپ خود جامعہ اشرفیہ تشریف لائے اور فقہی سیمینار کا مشاہدہ کیا۔ اس کے مباحثے، مقالات، فیصلوں اور نظم ونسق کو دیکھ کر اس قدر متأثر ہوئے کہ دار العلوم نوری اندور میں مجلس شرعی کا سیمینار منعقد کرانے کی دعوت پیش کی۔ جسے میں نے بخوشی قبول کیا۔ اس طرح جامعہ اشرفیہ کا سترہواں فقہی سیمینار دار العلوم نوری شہر اندور میں بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔ آپ نے تمام مندوبین کا بڑے اخلاص ومحبت کے ساتھ استقبال اور ان کے شایان شان ضیافت کا اہتمام کیا۔ یہ ایک یادگار سیمینار تھا جس کی یادیں آج بھی تازہ ہیں۔ ”مرضی مولیٰ از ہمہ اَولیٰ“ مفتی مالوہ یکم جولائی ۲۰۱۹ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

(۱۳) استاذ الاساتذہ حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی (ادروی)

۱۹۲۶ء ــــــــــــ ۲۰۱۹ء

اعظم گڑھ علمی اعتبار سے ایک مردم خیز خطہ ہے۔ اس علاقے میں بڑی نامور اور تاریخ ساز شخصیتیں پیدا ہوئیں، جنھوں نے اکناف عالم کو اپنی دینی خدمات سے فیض یاب کیا۔ اسی دیارِ علم وادب سے ایک صوفی مزاج، عہد ساز عالم ربانی افق ہند پر جلوہ گر ہوئے جو جہانِ مدارس میں ”استاذ الاساتذہ حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی کے نام سے مشہور ومعروف ہیں۔

آپ دورِ حاضر میں اسلاف کی یادگار، سنت نبوی کے عامل اور اخلاق حسنہ کے پیکر تھے، آپ نے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ علمی، دینی، دعوتی، تبلیغی اور تدریسی خدمات کی جو شمع روشن فرمائی وہ آج بھی روشن ومنور ہے۔ آپ اپنی مادر علمی دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم اور اس کے علمی وفقہی شعبہ مجلس شرعی کے ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔ آپ مجلس کی خدمات کو دیکھ کر مسرور ہوتے اور اس کے فیصلوں سے اتفاق فرماتے تھے۔ مجلس شرعی سے قبل قائم شدہ ”شرعی بورڈ“ کے تیس ارکان میں سے تھے اور

شرعی بورڈ کے اجلاس میں بنفس نفیس شریک بھی رہے۔

استاذ الاساتذہ کی ولادت ادری ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) کے ایک دین دار گھرانے میں جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۲؍ نومبر ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ آپ نے اپنے گاؤں ادری سے تعلیمی سفر کا آغاز فرمایا اور مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور سے علمی پیاس بجھاتے ہوئے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں شوال ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء میں داخلہ لیا۔ پانچ سال تک اجلۂ علمائے کرام سے اخذ علم و اکتساب فیض کیا۔ ۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں وقت کے مایہ ناز علمائے عظام کی موجودگی میں دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں جلالۃ العلم، حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، علامہ سلیمان بھاگل پوری، علامہ غلام جیلانی اعظمی اور مفتی رضوان الرحمٰن بدایونی علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے جلیل القدر علما شامل ہیں۔

فراغت کے بعد ۲۸؍ جولائی ۱۹۵۰ء/شوال ۱۳۶۹ھ میں بسڈیلہ ضلع بستی (حال سنت کبیر نگر) کی سرزمین پر اپنے استاذ جلیل حافظ ملت -علیہ الرحمہ- کے ایما پر تشریف لے گئے، اور بسڈیلہ کے سنی مسلمانوں کے قائم کردہ مکتب تدریس الاسلام میں درس و تدریس سے منسلک ہو گئے۔ آپ اس ادارے میں بڑی خاموشی اور اخلاص کے ساتھ شبانہ روز خدمات دین میں مصروف رہے۔ آپ کی بے لوث خدمات اور مسلسل جد و جہد سے یہ مکتب دار العلوم میں تبدیل ہو گیا، اور آج یہ ادارہ اس علاقے میں ایک عظیم دار العلوم کی حیثیت سے مشہور ہے۔ آپ نے جون ۱۹۹۲ء تک عہدۂ صدارت پر اور جولائی ۱۹۹۲ء سے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہو کر پوری زندگی تشنگان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھائی۔ آپ کے ممتاز تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے جو ہند و بیرونِ ہند میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی طویل علمی، تدریسی، تبلیغی خدمات کے اعتراف میں آپ کو عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ و سرپرست تنظیم ابنائے اشرفیہ کے ہاتھوں جامعہ اشرفیہ کے سب سے عظیم اعزاز ”حافظ ملت ایوارڈ“ سے نوازا گیا۔

آپ کو حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں -قدّس سرّہ- سے بیعت اور قطب مدینہ حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے خلافت حاصل ہے۔ ۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۳۰؍ دسمبر ۲۰۱۹ء بروز دو شنبہ آپ نے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ یکم جنوری ۲۰۲۰ء کو

تدریس الاسلام بسڈیلہ کے صحن میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

(۱۴) حضرت مولانا احمد رضا مصباحی

۱۹۴۷ء ــــــــ ۲۰۲۰ء

مولانا موصوف دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے فیض یافتہ عالم اور سابق استاذ تھے۔ حلقۂ اشرفیہ میں ''بڑے بابو'' کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو موضع نراوں ضلع بلیا میں اپنے والد ماسٹر محمد حنیف صاحب کے مکان میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اور نشو و نما گاوں کے مکتب میں ہوئی، اردو زبان کی بنیادی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گاوں کے پرائمری اسکول سے درجۂ پنجم اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ہائی اسکول پاس کیا۔

دینی علوم کی تحصیل کے لیے ۱۹۶۰ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور آئے اور اعدادیہ تا فضیلت مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۷ء میں یہاں سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد مدرسہ ضیاء العلوم ادری ضلع اعظم گڑھ (حال مئو) اور بلیا کے ایک مدرسہ میں درس و تدریس سے منسلک رہے۔ ۱۹۷۰ء میں دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور میں تدریس کے ساتھ دفتری امور پر مامور ہوئے اور ۱۹۷۳ء سے اشرفیہ کے شعبۂ مالیات کے امین و محافظ (کیشیر) مقرر ہوئے۔ اور پوری زندگی بڑی دیانت و امانت کے ساتھ اپنی مفوضہ ذمہ داری کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ مولانا مرحوم نے متعدّد سیمیناروں میں شرکت فرمائی اور بعض انتظامی امور میں بھی حصہ لیتے رہے۔

مولانا موصوف خانوادۂ رضویہ کے چشم و چراغ حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ مبارک پور کے محلہ پورہ رانی میں تقریبًا پچاس سال سے سکونت پذیر تھے، بدھ کا دن گزار کر ۲؍ رجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷؍ فروی ۲۰۲۰ء کو حرکت قلب بند ہونے سے آپ کا وصال ہوا۔ ۴؍ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ/۲۹؍ فروری ۲۰۲۰ء کو جامع مسجد راجا مبارک شاہ کے وسیع صحن میں بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی پھر ''سمودھی قبرستان'' میں اپنی والدۂ مرحومہ کے بغل میں مدفون ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کتاب فائنل ہونے کے بعد تین شرکاے سیمینار مزید واصل بہ حق ہو گئے، اس لیے ان کا تذکرہ بہ عنوان ضمیمہ کتاب کے اخیر میں ہے۔ (مرتّب غفر لہ)

شکرِ احباب و مشائخ

عن أبي سعيد ، قال : قالَ رسولُ الله صلى الله تعالى عليه وسلم مَن لم يشكر الناس لم يشكر الله.[1] ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے فرمایا کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہ کرے اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا۔

اس حدیث شریف کے پیش نظر ہم اخیر میں اپنے تمام شرکاے سیمینار، اکابر، اصاغر اور مقالہ نگار حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان سب کی مساعی جمیلہ سے یہ کاروانِ تحقیق کامیابی کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچتا اور آگے بڑھتا رہا ہے اور اِن شاء الله تعالیٰ آگے بڑھتا رہے گا، ان کے عزائم اب بھی جوان اور حوصلے بلند ہیں اور وہ ہر مشکل سے مشکل چوٹی کو سر کرنے کے لیے تیار ہیں۔

خصوصیت کے ساتھ ہم محب گرامی مولانا **نفیس احمد مصباحی** ، مفتی **محمد نسیم مصباحی**، مولانا **محمود علی مشاہدی** اور مولانا **محمد ناصر حسین مصباحی** (اساتذۂ جامعہ اشرفیہ) کے شکر گزار ہیں، جنھوں نے اس طویل مقدمے پر نظر ثانی کی اور مفید مشورے بھی دیے، فجزاهم الله تعالیٰ خيرًا۔ اور آخر میں **صدر مجلس شرعی حضرت مصباحی** صاحب دام ظلّہ العالی نے اسے لفظ بہ لفظ پڑھا، کہیں کہیں جزوی اصلاحات بھی کیں اور اس تاثر کے ساتھ واپس فرمایا: ”مقدمہ آپ نے زبردست لکھا ہے، اس سے طُرق استدلال پر روشنی پڑتی ہے اور اخذ و استناد کی راہ ملتی ہے، کتابی صورت میں الگ اشاعت بھی ہو سکتی ہے۔“

ہم اس حوصلہ افزائی، ساتھ ہی نظر ثانی پر حضرت کے شکر گزار ہیں، جزاه الله تعالیٰ أحسنَ الجزاء۔ مولانا **ساجد علی مصباحی**، مولانا **محمود علی مشاہدی**، مولانا **محمد ہارون مصباحی**، مولانا **دستگیر عالم مصباحی**، مولانا **محمد عرفان عالم مصباحی**، مولانا **محمد ناصر حسین مصباحی** اور مولانا **توفیق احسن برکاتی**

---

(۱) جامع الترمذي ج:۲، ص: ۱۷، أبواب البرّ و الصلة عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- / باب ما جاء في الشكر لمن أحسن إليك، مجلس البركات، مبارك فور
● ومسند الإمام أحمد بن حنبل / مسند أبي هريرة - رضي الله تعالى عنه - ج: ۱۲، ص: ۴۷۲، بيروت .

(اساتذہ جامعہ اشرفیہ) کا بھی شکریہ۔ ان میں اول الذکر تین حضرات نے "ضروریات دین وضروریات اہل سنت" کے فیصلے پر نظر ثانی کی ہے اور آخر الذکر چار احباب نے بقیہ حصوں کا پروف پڑھا ہے۔ اسی طرح مولانا **محمد اعظم مصباحی** محافظ کتب انجمن اہل سنت و اشرفی دار المطالعہ جامعہ اشرفیہ نے حوالوں کی تکمیل کا کام کیا ہے، مآخذ و مصادر کی فہرست بھی انھی کی تیار کردہ ہے، میرے فرزند مولوی **محمد فضل الرحمٰن برکاتی** (متعلم درجۂ سابعہ جامعہ اشرفیہ) کا مختلف حیثیتوں سے اس کارِ خیر میں تعاون ہے۔ یہ دونوں بھی میرے دلی شکریے کے حقدار ہیں، خداے پاک انھیں علم نافع عطا فرمائے اور عمل صالح کی توفیق بخشے۔

اصحابِ مقالات کی فہرست حسب مراتب نہیں مرتّب ہو سکی، ماہ نامہ اشرفیہ میں مقالات کی وصولی کی ترتیب کے لحاظ سے ان کے اسماے گرامی شائع کیے گئے تھے وہی ترتیب باقی رکھی گئی ہے، اس کے لیے ہم اصحاب علم وفضل سے معذرت خواہ ہیں۔

اکیسویں، بائیسویں اور تیئیسویں فقہی سیمینار کی فہرست مولانا **محمد عرفان عالم مصباحی**، چوبیسویں سیمینار کی مولانا **جنید احمد مصباحی**، پچیسویں سیمینار کی مولانا **رضوان احمد مصباحی** اور چھبیسویں سیمینار کی فہرست مولانا **اظہار النبی حسینی مصباحی** نے تیار کی ہے، اس خدمت پر ہم مذکورہ اساتذۂ جامعہ اشرفیہ کے بے حد شکر گزار ہیں۔ خداے پاک انھیں اس کے لیے بہتر جزا عطا فرمائے۔

جامعہ اشرفیہ کے طلبہ ایک زمانے سے علما و محققین اہل سنت کا علمی و قلمی سرمایہ اپنے صرف خاص سے منظر عام پر لاتے رہے ہیں جو ایک اہم اور قابلِ تحسین قدم ہے۔ یہ فقہی و تحقیقی کتاب **درجۂ فضیلت (سال اول)** کے با ذوق طلبہ کے تعاون سے طبع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاے خیر سے نوازے اور ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے۔

اور سب سے زیادہ شکریہ کے حق دار حضرت **عزیز ملت** ہیں جن کی تحریک اور عزم محکم کی بنا پر مجلس شرعی کا قیام عمل میں آیا کہ اس کے باعث وہ حدیث نبوی: " مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أجرُها وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ.[1]" کی بشارت عظمیٰ کے حق دار ہیں، ساتھ ہی

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۲۷، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة، مجلس البركات، مبارك فور

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد (قیامت تک) جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کا ثواب بھی اسے ملے گا، اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ ۱۲ منہ

حضرت **امینِ ملت** دام ظلّہ کی ذات بابرکات بھی بے پناہ شکریہ کی حق دار ہے جن کی تحریک پر مجلس شرعی کی نشأۃ ثانیہ ہوئی اور اب تک اس کے سیمینار تسلسل کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں، اس طرح حضرت والا بھی بشارت نبوی کے بجا طور پر حق دار ہیں، خداے کریم ان دونوں بزرگوں کا سایۂ کرم تا دیر صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے آمین۔

یا اللہ! ہماری اور ہمارے علما و مشائخ کی یہ خدمات قبول فرما اور ہم سب کو دنیا و آخرت کی نعمتیں، عزّتیں، راحتیں، نصیب فرما۔ آمین یا ربّ العٰلمین بجاہ حبیبك النبي الأمین. صلی اللہ تعالیٰ علیه و علیٰ اٰله و أصحابه و أمّته أجمعین.

محمد نظام الدین رضوی
ناظم مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ
مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی
۲؍ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ / ۲۷؍ فروری ۲۰۲۰ء
جمعرات، بعد ظہر

فیصلے
چونتیس اہم مسائل کی شرعی تنقیح

اکیسواں فقہی سیمینار

منعقدہ : ۱۵/۱۶/۱۷/ صفر ۱۴۳۵ھ
مطابق ۱۹/۲۰/۲۱/ دسمبر ۲۰۱۳ء
بروز : جمعرات، جمعہ، شنبہ
بمقام : بے ورلی ہلس ہوٹل، پونہ، مہاراشٹر
باہتمام : دار العلوم قادریہ، پونہ، مہاراشٹر

بلڈ بینک میں خون جمع کرنے کا حکم

☆- سوال نامہ
☆- فیصلے

سوال نامہ

بلڈ بینک میں خون جمع کرنے کا حکم

بلڈ بینک کی ضرورت

عام حالات میں جان بچانے یا مریض کو سخت حرج اور مشقت سے محفوظ رکھنے کے لیے خون چڑھایا جاتا ہے، اور جب تک مجبوری کے حالات سامنے نہیں آجاتے خون نہیں چڑھایا جاتا، عام حالات میں خون ملنا مشکل ہوتا ہے اور کسی طرح مل بھی جائے تو صحت مند آدمی کا صالح خون عموماً نہیں مل پاتا، اور اس طرح مریض کس مپرسی کے مشکل لمحات اسپتال میں گزارتا ہے اور خون نہ ملنے کی وجہ سے بسا اوقات وہ دم توڑ دیتا ہے، انسانی خون کی فراہمی کس درجہ مشکل ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ

- جس وقت خون کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت جلدی کوئی خون دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا، پندرہ پندرہ آدمی مریض کی ہمدردی میں اس کے ساتھ موجود ہوتے ہیں مگر اس کی دُکھ بھری زندگی میں کوئی اسے اپنے خون کا سہارا نہیں دیتا۔
- اب خون بیچنے والے بھی کم ہی مل پاتے ہیں۔
- اگر کوئی خون دینے یا بیچنے کے لیے تیار ہو بھی گیا تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی عمر خون دینے کی ہے یا نہیں۔
- عمر کی شرط بھی پوری ہو جائے تو اس بات پر نظر رکھی جاتی ہے کہ اس کے جسم میں خون وافر مقدار میں موجود ہے یا نہیں۔
- خون اگر وافر مقدار میں موجود ہو تو اس کے خون کی جانچ کر کے یہ پتہ لگایا جاتا ہے کہ اس میں ایڈز، پیلیا، شوگر، ٹائیفائڈ، ملیریا وغیرہ کوئی بیماری تو نہیں۔

- جب وہ خون ہر طرح کی بیماری سے پاک اور جملہ شرائطِ طب کے معیار پر پورا اترتا ہے تب ایک مرحلہ خون کے گروپ کا باقی رہ جاتا ہے کہ معطی کے خون کا گروپ وہی ہو جو مریض یا مصیبت زدہ کے خون کا ہے۔
- اگر گروپ بھی مل گیا تو اسے مختلف اجزا میں تقسیم کیا جاتا ہے اور مریض کو خون کے جس جز کی حاجت ہوتی ہے وہ جز اس کے بدن میں چڑھا دیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مریض خون کی کمی کی وجہ سے جاں بلب ہو یا سخت کلفتوں اور مشقتوں سے دوچار ہو اس وقت درج بالا تمام امور کی پابندی کے ساتھ صالح خون کی فراہمی میں لمبی تاخیر مریض کے لیے بہت بڑا آزار ہے۔ خون کے حاجت مند مریض ایسے وقت بھی آجاتے ہیں جب ان کے خون کا گروپ نہیں ملتا یا صحت بخش خون نہیں ملتا، اگر پہلے سے خون جمع نہ ہو تو ان کی جان جا سکتی ہے۔ یوں بھی بدن کا خون نظام قدرت کے مطابق روز ایک فیصدی ختم ہوتا ہے اور اس کی جگہ ایک فیصدی بنتا بھی رہتا ہے۔ اس لیے ضرورت پیش آئی کہ بلڈ بینک قائم کر کے پہلے ہی سے صالح خون کے پیکٹ محفوظ کر لیے جائیں، اور جب اس کے حاجت مند مریض آئیں تو فوراً ان کے لیے مناسب طبی امداد فراہم کر دی جائے۔

موجودہ وقت میں اسپتالوں کا معمول یہ ہے کہ جو لوگ بلڈ بینک میں خون جمع کر دیتے ہیں وہاں کے ریکارڈ میں ان کا نام محفوظ کر دیا جاتا ہے، پھر اگر خدا نہ خواستہ کبھی یہ مبتلائے امراض و آفات ہوئے تو "هل جزاء الإحسان إلّا الإحسان" کے طور پر فوراً ان کے لیے خون مہیا کر دیا جاتا ہے اور جن کا خون بلڈ بینک میں جمع نہیں ہے یہ اگر کبھی مبتلائے آفات ہوئے تو انھیں اسپتال سے خون نہیں ملتا، مگر یہ کہ کوئی شخص خون دے، تو گروپ ملنے کی شکل میں وہی خون چڑھا دیا جاتا ہے ورنہ اس کے بدلے میں اسپتال سے خون دے دیا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ بیان ہوا آج کل بر وقت صالح خون ملنا مختلف اسباب کی بنا پر دشوار سے دشوار تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے بلڈ بینک میں انسانی خون جمع کرنے کا یہ **مسئلہ** زیر غور ہوا کہ:

مسلمانوں کا بلڈ بینک قائم کرنا اور اس میں اپنے خون جمع کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

فیصلہ(٦١)
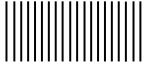
بلڈ بینک میں خون جمع کرنے کا حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

بلڈ بینک قائم کرنا اور اس میں انسانی خون جمع کرنا جائز ہے تا کہ وقتِ حاجت، انسانی جان کی حفاظت ہو سکے اور حرج و مشقت کا سامنا نہ ہو۔ (مرتب غفرلہٗ)

اس موضوع سے متعلق چار سوالات تنقیح طلب تھے جو بحمدہ تعالیٰ پہلی نشست ہی میں باتفاق رائے حل ہو گئے۔ یہ سوالات مع حل درج ذیل ہیں:

پہلا سوال یہ تھا کہ کیا محظور شرعی کی اباحت کے لیے حاجت یا ضرورت کا فی الحال تحقق ضروری ہے؟

اس سوال پر بحث کا آغاز ہوا اور بہت سے مندوبین نے یہ رائے پیش کی کہ تخفیف احکام کے لیے ضرر یا مشقت کا "فی الحال وجود و تحقق" ضروری نہیں، بلکہ آئندہ زمانے میں تحقق کا ظن غالب و اندیشۂ صحیح بھی تخفیف احکام میں مؤثر ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"و منها المرض ، المريض إذا خاف على نفسه التلف، أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع و إن خاف ز يادة العلة و امتداده فكذلك عندنا و عليه القضاء إذا أفطر كذا في المحيط".اھ.(١)

---

(١) الفتاوى الهندية، ج: ١، ص: ٢٢٧ ، كتاب الصوم/ الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار. دار الكتب العلمية، بيروت لبنان.

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر موجودہ وقت میں مریض کی نہ تو جان جا رہی ہو اور نہ ہی اس کا عضو بیکار ہو رہا ہو لیکن آنے والے زمانے میں جان جانے یا عضو کے بیکار ہونے کا اندیشہ صحیح ہو تو آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے گمان غالب کا لحاظ کرتے ہوئے اسلامی شریعت افطار کی اجازت دیتی ہے۔

شرح وقایہ میں ہے:

"التيمُّم لمحدث و جنب و حائض لم يقدروا على الماء لمرض ... أو عطش. أي إن استعمل خاف العطش. أو أبيح الماء للشرب حتى إذا وجد المسافر في جُبّ معدّ للشرب جاز له التيمم".(۱)

اس کے تحت عمدۃ الرعایہ میں ہے:

" أشارَ به إلى أنّه ليس المبيح وجود العطشِ فقط، بل إذا خافَ العطشَ إن توضّأ بالماءِ يجوزُ له التيمّم سواءٌ عرضَ له العطش أم لا، سواءٌ خافه على نفسه أو على رفيقه أعمّ من أن يكون مخالطاً له، أو آخرَ ممَّن معه في القافلة، أو على كلبِه أو كلبِ رفيقِه إذا كان مباحَ الاقتناءِ ككلبِ الصيد. كذا في الدر المختار."(۲)

درج بالا عبارت میں صراحت ہے کہ اباحت تیمّم کے لیے فی الحال پیاس کا وجود ضروری نہیں ہے بلکہ مستقبل میں پیاس کا خوف ہو پھر بھی ابھی سے تیمّم کی اجازت ہوگی۔

ضرورت کے معنیٰ حقیقی پر غور و خوض کے بعد یہ واضح ہوا کہ ضرورت "ضرر" سے ماخوذ ہے اور ضرورت کا مطلب ہے خوفِ ضرر۔ اس لیے اگر مستقبل میں ضرر کے لاحق ہونے کا اندیشہ صحیح ہو تو اس اندیشے کے وقت ہی ضرورت کا تحقق ہو گیا نہ یہ کہ ضرورت کا تحقق اس وقت ہوگا جب ضرر لاحق ہو جائے۔ اس لیے حاجت یا ضرورت کے تحقق سے پہلے کوئی بھی محظور شرعی مباح نہ ہوگا۔ اس پر تمام مندوبین کرام کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا تخفیف احکام کے لیے ضرورت یا حاجت کے تحقق کا ظن غالب کافی ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں تمام مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ تخفیف احکام کے لیے تو ضرورت یا حاجت کا درج بالا تشریح کے مطابق فوری طور پر متحقق ہونا ضروری ہے۔ اور جیسا کہ ابھی گزرا، ضرر و حرج کے مستقبل میں پائے جانے کا کم از کم ظن غالب محظور شرعی کے مباح ہونے کے لیے ضروری ہے۔

---

(۱) شرح الوقاية، ص: ۹۸، ج: ۱/ باب التيمّم، مجلس البركات، مبارك فور، اعظم جره
(۲) عمدة الرعاية، ص:۹۸، باب التيمم، مجلس البركات، مبارك فور، اعظم جره

فتاوی ہندیہ، شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایہ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں ''خوف'' سے اندیشۂ صحیح اور ظن غالب ہی مراد ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ کیا آج کے زمانے میں بلڈ بینک قائم کرنے کی شرعی حاجت یا ضرورت متحقق ہے؟

اس کے جواب میں غور و خوض کے بعد جملہ مندوبین کرام کے اتفاق سے یہ طے پایا کہ بڑے اسپتالوں میں جہاں کثرت سے خون کے حاجت مند مریض ایڈمیٹ ہوتے ہیں انسانی جان بچانے یا اسے مشقت اور پریشانی سے نجات دلانے کے لیے بلڈ بینک کی تقریباً ہر وقت ایک عمومی حاجت پائی جاتی ہے۔ اگر ان میں بلڈ بینک نہ ہو تو کتنے ہی مریض بر وقت خون نہ ملنے کی وجہ سے دم توڑ دیں گے، یا سخت مشقت و دشواری سے دو چار ہوں گے۔

پہلے کسی انسان سے لیا ہوا خون اپنے تمام اجزا کے ساتھ مکمل طور پر دوسرے انسان کے بدن میں چڑھا دیا جاتا تھا، اور اب جدید تحقیق کے مطابق اس کے اَجزا الگ الگ کر کے علاحدہ علاحدہ پیکٹ میں محفوظ کر لیے جاتے ہیں، اور جس مریض کو خون کے جس جز کی ضرورت ہوتی ہے، اُسے وہی جز چڑھایا جاتا ہے۔ یہ طریقۂ کار اس لیے اختیار کیا گیا تاکہ ایک ہی خون سے کئی مریضوں کا بھلا ہو سکے اور ان اجزا کے الگ الگ ہو جانے سے طبّی نقطۂ نظر سے مریض کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں ہوتا۔

اس زمانے میں خون لینے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا جاتا ہے، نہ ہر شخص کا خون لیا جاتا ہے، نہ ہر طرح کا خون لیا جاتا ہے، بلکہ صرف صحت مند آدمی کا صحت مند خون ہی لیا جاتا ہے، اس لیے خون لینے سے پہلے اور اس کے بعد ان امور کا لحاظ کیا جاتا ہے جو طبّی نقطۂ نظر سے ضروری ہیں۔

یوں ہی خون لینے کے بعد اسے مختلف مراحل سے گزارا جاتا ہے:

(۱)- اس میں ایک خاص قسم کی دوا شامل کی جاتی ہے جو اسے جمنے سے بچائے اور سیّال رکھے۔

(۲)- پھر اس کے اجزا کو الگ الگ کیا جاتا ہے اور جن اجزا کو محفوظ رکھنا ہوتا ہے، انھیں پیک کر دیا جاتا ہے۔

(۳)- مختلف انسانوں کے خون مختلف گروپ کے ہوتے ہیں، اس لیے اب جانچ کر کے یہ متعیّن کیا جاتا ہے کہ ملنے والا خون کس گروپ کا ہے۔

(۴)- اور جب یہ خون مریض کے بدن میں چڑھانا ہوتا ہے تو اس میں اور مریض کے خون میں ''کراس میچ'' کرتے ہیں یعنی مریض اور مُعطِی دونوں کا خون باہم ملا کر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کوئی ری ایکشن تو نہیں ہو رہا ہے، اگر نتیجہ مثبت ہوتا ہے تو وہ خون مریض کے بدن میں چڑھایا جاتا ہے۔

ان تمام شرائط و قیود کا لحاظ کرتے ہوئے انسانی خون کی فراہمی کس درجہ مشکل ہے اس کا اندازہ درج ذیل تفصیلات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے:

(الف) جس وقت خون کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت جلدی کوئی خون دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ کئی کئی آدمی مریض کی ہم دردی میں اس کے ساتھ موجود ہوتے ہیں، مگر عموماً اس کی دُکھ بھری زندگی میں کوئی اسے اپنے خون کا سہارا دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

(ب) اب خون بیچنے والے بھی کم ہی مل پاتے ہیں۔

(ج) اگر کوئی خون دینے یا بیچنے کے لیے تیار ہو بھی گیا تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ عمر خون دینے کی ہے یا نہیں؟

(د) عمر کی شرط بھی پوری ہو جائے تو اس بات پر نظر رکھی جاتی ہے کہ اس کے جسم میں خون وافر مقدار میں موجود ہے یا نہیں۔

(ہ) خون اگر وافر مقدار میں موجود ہو تو اس کے خون کی جانچ کر کے یہ پتا لگایا جاتا ہے کہ اس میں ایڈز، پیلیا، شوگر، ٹائیفائڈ، ملیریا، سِفِلِس وغیرہ کوئی بیماری تو نہیں۔

(و) جب وہ خون ہر طرح کی بیماری سے پاک اور مقررہ طبّی معیار پر پورا اترتا ہے تب اس کے گروپ کی جانچ کر کے دیکھا جاتا ہے کہ دونوں خون کا گروپ ایک ہی ہے یا مختلف۔

(ز) اگر گروپ بھی مل گیا تو اسے مختلف اجزا میں تقسیم کیا جاتا ہے اور مریض کو خون کے جس جز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے بدن میں چڑھا دیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مریض خون کی کمی کی وجہ سے جاں بلب ہو، یا سخت کلفتوں اور مشقتوں سے دوچار ہو اس وقت اِن امور کی پابندی کے ساتھ صالح خون کی فراہمی میں لمبی تاخیر مریض کے لیے بہت بڑا آزار ہے۔ خون کے حاجت مند مریض ایسے وقت بھی آجاتے ہیں جب ان کے خون کا گروپ نہیں ملتا، یا صحت بخش خون نہیں ملتا، ایسے میں اگر پہلے سے خون جمع نہ ہو تو ان کی جان بھی جاسکتی ہے، اس لیے بلڈ بینک قائم کر کے پہلے ہی سے صالح اور صحت مند خون کے پیکٹ محفوظ کرنا ایک عمومی حاجت ہے، تاکہ جب اس کے حاجت مند مریض آئیں تو فوراً انھیں مناسب طبّی امداد فراہم کی جاسکے اور مشقت و پریشانی سے نجات دلائی جاسکے۔

ان تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ اس وقت بلڈ بینک قائم کرنا عوامی ضرورت اور عمومی حاجت کے درجے میں ہے۔

اسی طرح اگر حالات کشت و خون کے ہوں یا اس طرح کے دوسرے حالات رونما ہو چکے ہوں، خواہ وہ بندوں کی جہت سے پیدا کیے گئے ہوں یا سماوی طور پر رونما ہو گئے ہوں جیسے عام آتش زنی، شدید اولہ

باری، فرقہ ورانہ تصادم یا گروہی مڈبھیڑ وغیرہ توان حالات میں بھی حاجت پائی جاتی ہے۔

اور شریعت مطہرہ نے تخفیف احکام میں جس طرح ذاتی حاجت یا ضرورت کا لحاظ کیا ہے اسی طرح عامۃ الناس کی حاجت یا ضرورت کو ملحوظ رکھا ہے۔ فقہاے کرام نے جن مقامات پر "دفعًا لحاجة الناس" جیسی تعبیریں ذکر فرمائی ہیں وہاں اسی قسم کی عمومی حاجت مراد ہے۔ اس لیے آج کے دور میں بلڈ بینک قائم کرنے کی شرعی حاجت ضرور متحقق ہے۔

چوتھا سوال یہ تھا کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کا بلڈ بینک قائم کرنا اور اس میں اپنا خون جمع کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مندوبین کرام کی متفقہ راے سے یہ فیصلہ ہوا کہ مسلمانوں کا موجودہ دور میں بلڈ بینک قائم کرنا اور اس میں اپنا خون جمع کرنا جائز ہے۔

بلڈ بینک کا قیام دو امور پر موقوف ہے:

اول مسلمانوں کا اپنے بدن سے خون نکلوانا۔

دوم اسے ایک خاص جگہ محفوظ کرنا۔

امر اوّل کا جواز بلکہ استحباب احادیث اور فقہ سے ثابت ہے۔ (عبارتیں آگے آرہی ہیں)

غور طلب صرف امر دوم ہے، یعنی خون نکلوانے کے بعد نجس ہونے کی وجہ سے اسے ضائع کرنا ضروری ہے یا کسی جائز و مفید کام کے لیے محفوظ رکھنا بھی درست ہے۔

اس کے جواب میں یہ بتایا گیا کہ فقہاے کرام نے سرکہ بنانے کے لیے شراب بنانے یا محفوظ رکھنے کا جواز اور جلانے کے لیے اُپلا محفوظ رکھنے کا جواز صراحتًا بتایا ہے۔ (عبارتیں آگے آرہی ہیں)

اور یہ مسئلہ اس سے قبل ایک سیمینار میں دلائل کے ساتھ طے ہو چکا ہے کہ ضرورت یا حاجت کے وقت مریض کے بدن میں خون چڑھانا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ خون چڑھانے سے پہلے اُسے جانچ کے مختلف مراحل سے گزارا جاتا ہے جس کی تفصیل سوال نامہ اور مقالات میں مذکور ہے۔ اگر خون پہلے سے جمع نہ ہو تو عین ضرورت کے وقت خون نکالنے اور جانچ کے مراحل سے گزارنے میں تاخیر کے سبب مریض کی ہلاکت یا سخت مشقت کا سامنا ہو سکتا ہے۔

یہ بات بھی شرعًا معلوم ہے کہ صرف اپنی ہی حاجت کا اعتبار نہیں، اپنے دوسرے بھائی کی حاجت کا بھی اعتبار ہے۔ اور خون کی عمومی حاجت سے انکار نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کے جواز میں کلام نہیں تو بلڈ بینک قائم کرنے کا جواز بھی ثابت ہے۔

مآخذ

(۱) خون نکالنے کا جواز و استحباب:

❁ ابوداود شریف میں ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال، قال رسول الله ﷺ : من احتجم بسبع عشرة و تسع عشرة و إحدى و عشرين كان شفاءً من كلّ داءٍ.“ (۱)

❁ ترمذی شریف میں ہے:

”عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه كان رسول الله ﷺ يحتجم في الأخدعين و الكاهل، و كان يحتجم لسبع عشرة و تسع عشرة و إحدى و عشرين.“ (۲)

❁ عمدۃ القاری میں جامع الترمذی سے ہے:

”قال رسول الله ﷺ نعم العبدُ الحجّام ، يذهب بالدم ، يخف الصلب، و يجلو عن البصر، و إن خير ما تحتجمون فيه يوم سبع عشرة و يوم تسع عشرة و يوم إحدى و عشرين.“ (۳)

❁ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

”عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: حدث رسول الله ﷺ عن ليلة أسري به، أنه لم يمرّ على ملأ من الملائكة إلّا أمروه أن مُر أمّتك بالحجامة. رواه الترمذي و ابن ماجه.“ (٤)

❁ اس حدیث کے تحت شیخ محقق علی الاطلاق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

”ظاہر آں است کہ مراد بحجامت خون کشیدن است، شاملِ فصد وغیرہ، چناں کہ در حدیث ”الشفاء في ثلاث: شرطة محجم ... “ معلوم شد۔ وبعضے شراح آں را مقابلِ فصد داشتہ وگفتہ کہ سببِ فضیلت حجامت آں است کہ حجامت خون را از نواحی جلد استخراج می کند۔ ومجموع اطباء قائل اند بآں کہ در بلادِ گرم حجامت افضل است از فصد، زیرا کہ خونِ ایشاں رقیق است و پختہ، و بر سطحِ بدن می آید، و بحجامت

---

(۱) سنن أبي داود ، ص: ٦٥٠، كتاب الطب/ باب متى تستحب الحجامة، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان.

(۲) جامع الترمذي ، ج:۲، ص:۲۵، باب في الحجامة، مجلس البركات، مبارك فور، أعظم جره

(۳) عمدة القارى ، ج: ١٤، ص: ٦٨٣ ، كتاب الطب ، شرح باب أي ساعة يحتجم، دار الفكر، بيروت، لبنان.

(٤) مشكوٰة المصابيح ، ص:٣٨٩، كتاب الطب ، مجلس البركات، مبارك فور ، أعظم جره

بیروں آید نہ بفصد۔ و فصد اعماق بدن رانافع است و ببلاد باردہ مناسب، و بہ "امت" عرب مراد داشتہ اند کہ دراں وقت موجود از امت ایشاں بودند و یامراد از "أمتك" قومك داشتہ۔ وطیبی گفتہ کہ وجہ در مبالغۂ ملائکہ در حجامت (ورائے آں چہ مشہور است درو ے از منافع بدنی) آں است کہ خون اصل قوائے حیوانیہ است، وقتیکہ کمتر شود در بدن سست خواہد شود قوائے نفسانیہ کہ مانع است از مکاشفاتِ غیبیہ" انتہی۔ و ایں وجہ افادۂ نفع اخراجِ دم کند مطلقاً۔ امّا آں چہ اول گفتیم افادہ بیان نفع حجامت کند بخصوصہا، فافہم۔" (۱)

❁ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"تستحبّ الحجامة لكل واحد ، كذا في الظهيرية." (۲)

نیز اسی میں ہے:

"الحجامة بعد نصف الشهر يوم السبت حسنٌ نافع جدًّا." (۳)

(۲) حرام یا نجس چیز کو جائز مقصد کے لیے محفوظ کرنے کا جواز :

❁ البریقۃ شرح الطریقۃ للعلامۃ القونوی میں ہے:

" لا بأس بإمساك الخمر للتخليل."(۴)

❁ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"لو أمسك الخمر في بيته للتخليل جاز و لا يأثم."(۵)

❁ عیون المسائل للفقیہ ابی اللیث میں ہے:

"لا بأس أن يتخذه (أي العصير۔ ن) خمرًا إذا كان يريد أن يتخذه خلًّا."(۶)

❁ بہار شریعت میں ہے:

" اُپلے جلا کر کھانا پکانا جائز ہے۔" (۷)

---

(۱) اشعۃ اللمعات، ج: ۳، ص: ۲۰۸، ۲۰۹.

(۲) الفتاوی الهندية، ج: ٥، ص: ٤٣٤، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۳) الفتاوی الهندية، ج: ٥، ص: ٤٣٤، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(٤) البريقة شرح الطريقة ، ص: ١٢٧.

(٥) الفتاوی الهندية ، ج: ٥، ص: ٤٥٣، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون فى المتفرقات، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

(٦) عيون المسائل ، ص: ١٧٩، مكتبه دار الإيمان.

(۷) بہار شریعت، حصہ دوم، ص: ۴۰۲، کتاب الطہارۃ، نجاستوں کا بیان، مکتبۃ المدینہ۔

جدید ایجادات میں بطریق قراءت یا کتابت قرآن کریم وغیرہ بھرنے اور اُسے چھونے کے احکام

☆- سوال نامہ
☆- فیصلے

سوال نامہ

جدید ایجادات میں بطریق قراءت یا کتابت قرآن کریم وغیرہ بھرنے اور اُسے چھونے کے احکام

۱- موبائل، سی ڈی، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیب لیٹ، آئی فون وغیرہ میں قرآن پاک کے نقوش، اعداد وغیرہ، کسی بھی شکل میں محفوظ ہوں تو وہ کلامِ الٰہی ہیں یا نہیں ؟

۲- اس کو بلا حائل، بے وضو چھونے کا کیا حکم ہے، خواہ وہ اسکرین پر شکلِ مرسوم میں نمایاں ہو یا اندر کہیں کسی بھی شکل میں مخفی و موجود ہو؟

۳- میموری میں غزلیات، فلمی گانے، لطائف، طنز و مزاح کے مکالمے، ناٹک اور جاندار کی تصاویر وغیرہ لوڈ ہوں تو اس میں قرآن پاک کی تحمیل (اپلوڈ - upload) کا کیا حکم ہے؟ خواہ مکمل قرآن یا اس کی کچھ سورتیں یا آیتیں۔ اور درج بالا سوالات کے مطابق بہر صورت وہ قرآن ہیں یا نہیں اور جن آلات کے نہاں خانے میں وہ ودیعت ہیں انھیں بلا حائل، بے وضو چھونا کیسا ہے؟ خواہ وہ نہاں خانہ سافٹ ویر (software) ہو یا اِن باکس (inbox)۔

۴- قرآن پاک میموری کارڈ (memory card) میں محفوظ ہو تو میموری کارڈ اور جب وہ موبائل میں لگا دیا جائے تو موبائل چھونے کا کیا حکم ہے؟

۵- اور بہر حال درج بالا آلات سے قرآن کا حذف (ڈیلِٹ - DELETE) جائز ہے یا نہیں ؟

۶- اس ضمن میں یہ وضاحت بھی مناسب ہے کہ جُنُب اور بے وضو کے لیے قرآن حکیم کمپوز کرنا کیسا ہے۔

فیصلہ (۶۲)
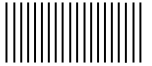
جدید ایجادات میں قرآن کریم وغیرہ بھرنے اور اسے چھونے کے احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

موبائل، سی ڈی، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیبلیٹ، آئی فون وغیرہ میں قرآن پاک کچھ خاص قسم کے نشانات و سوراخ کی شکل میں محفوظ ہوتا ہے اور وہی ان آلات سے سنا جاتا ہے یا اسکرین پر نظر آتا ہے تو وہ حقیقۃً قرآن ہی ہے۔

البتّہ آلات کے جس حصّہ پر قرآن محفوظ ہوتا ہے اس پر پلاسٹک کا غلاف لگا ہوتا ہے اس لیے اسے بے وضو چھونا جائز ہے۔

یوں ہی یہ نشانات جس وقت اسکرین پر نظم عربی کی شکل میں نمایاں ہوں اس کے بالائی شیشے پر بلا وضو ہاتھ رکھنا جائز ہے کیوں کہ یہ شیشہ نظم عربی اور اسے نمایاں کرنے والے شیشے کے اوپر غلاف کی طرح ہوتا ہے۔ ہاں! رعایت خلاف کے لیے مندوب یہ ہے کہ اسے بھی بے وضو نہ چھوئے۔

فلمی گانے اور تصاویر وغیرہ کے ساتھ قرآن پاک اَپ لوڈ کرنا بے ادبی ہے اس لیے اس سے بچیں اور جائز مقصد کے لیے میموری میں محفوظ قرآن کو ڈِلِٹ (DELETE) کرنا جائز ہے، جنب اور بے وضو کے لیے قرآن کمپوز کرنا بھی جائز ہے۔ (مرتب غفرلہٗ)

اس موضوع سے متعلق **پہلا مسئلہ** یہ زیر بحث آیا کہ موبائل، سی ڈی، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیب لیٹ، آئی فون وغیرہ میں قرآن پاک کسی بھی شکل میں محفوظ ہو تو وہ قرآن ہے یا نہیں؟

اس سلسلے میں بعض علماے کرام کا موقف یہ تھا کہ جو محفوظ ہے وہ کلام الٰہی یعنی قرآن پاک نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ قرآن پاک خالص عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ آیات و احادیث سے ثابت ہے۔ اور ان آلات میں جو کچھ محفوظ ہوتا ہے وہ ان کی بائنری زبان یعنی 0، 1 کی شکل میں ہوتا ہے یہ بہت سے مصنفین واہل قلم نے کمپیوٹر کے تعارف میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپیوٹر میں 0، 1 کی شکل بنتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ 0، 1 نظم عربی نہیں ہے؛ اس لیے اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا ہے۔

لیکن کمپیوٹر سائنس کے ماہرین سے تحقیق کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ ان آلات میں 0، 1 کی شکل محفوظ نہیں ہوتی ہے، بلکہ ہر قسم کی آواز اور کلمات کچھ خاص قسم کے نشانات یا سوراخ کی شکل میں محفوظ ہوتے ہیں، وہ سوراخ کچھ گہرے بڑے اور کچھ چھوٹے ہوتے ہیں جب مشین چالو کرتے ہیں تو ان سوراخوں سے لائٹ گزرتی ہے پھر محفوظ آواز اور کلمات نکلتے ہیں، اس میں چھوٹے سوراخ کی تعبیر 0 سے کی جاتی ہے، اور بڑے سوراخ کی تعبیر 1 سے کی جاتی ہے، ہم اپنی آنکھوں سے سوراخوں کی یہ کمی بیشی محسوس نہیں کر پاتے لیکن جب وہاں سے لائٹ گزارتے ہیں تو وہ احساس کرتی ہے۔

اس سے یہ امر منکشف ہوا کہ ان آلات میں محفوظ مواد کی وہی کیفیت ہوتی ہے جو پہلے زمانے میں فونوگراف کی پلیٹوں میں محفوظ مواد کی ہوتی تھی جس طرح ان پلیٹوں میں قرآن کریم کی قراءت وغیرہ محفوظ کرنے پر کچھ خاص قسم کے نشانات بنتے تھے اور جب دوبارہ سنا جاتا تھا تو وہی قراءت بعینہ سنائی دیتی تھی، اسی طرح عصر حاضر میں ان آلات میں جب قرآن کریم بذریعۂ کتابت یا قراءت محفوظ کیا جاتا ہے تو کچھ خاص قسم کے نشانات اور سوراخ بنتے ہیں اور جب ہم اسے دیکھنا یا سننا چاہتے ہیں تو بالکل وہی دیکھتے یا سنتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے جو کچھ ان آلات میں محفوظ کیا ہے وہی ان میں محفوظ ہے اس لیے اس امر پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ اِن جدید آلات میں قرآن پاک جس شکل میں بھی محفوظ ہوتا ہے وہ حقیقت میں کلام الٰہی یعنی قرآن پاک ہے، اس کی مثال حافظ کے سینے میں یا فونو میں محفوظ قرآن حکیم کی ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنے رسالہ الکشف شافیا میں فرماتے ہیں:

''ہمارے ائمۂ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقیدۂ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو (وجود فی الاعیان، وجود فی الاذھان، وجود فی العبارۃ، وجود فی الکتابۃ) قرآن عظیم کے حقیقی مواطنِ وجود و تحقیقی مجالِی شہود ہیں، وہی قرآن کہ صفت قدیمۂ حضرتِ عزت عزّ وجلّ اور اس کی ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم و

مستحیل الانفکاك و لا هو و لا غیره، لا خالق و لا مخلوق ہے یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو، ہمارے کانوں سے مسموع، ہمارے اوراق میں مکتوب، ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شئے قرآن پر دال ہے۔ نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں، ان میں حقیقتًا وہی متجلّی ہے ... اور پُرظاہر کہ اس بارے میں سب کسوتیں یکساں ہیں، جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قراءت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو اَدا ہوا قرآن ہی تھا یوں ہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا، جس طرح اس آلہ سے اگر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کی کوئی غزل ادا کی جائے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ غزل نہیں ہے یا حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کا کلام نہیں، یوں ہی جب اس سے کوئی آیتِ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کر سکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی، ضرور ادا ہوئی اور اسی تأدیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلو سے پیدا ہوا تھا۔“ [1] واللہ تعالی أعلم.

دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا کہ میموری کارڈ، سی ڈی، ڈی وی ڈی یا کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک وغیرہ میں قرآن پاک محفوظ ہو تو اس صورت میں ان آلات کو بلا حائل، بے وضو چھونا جائز ہے یا ناجائز؟

اس سلسلے میں غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ ان آلات کے جس حصے میں قرآن پاک محفوظ ہوتا ہے وہ ناقابل مس ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس کے اوپر پلاسٹک کا غلاف لگا ہوتا ہے اور اس غلاف کے ساتھ ہی ان کا استعمال ہوتا ہے؛ لہٰذا اُن آلات کو بے وضو چھونا جائز ہے کہ یہ حقیقت میں قرآن کا چھونا نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا کہ قرآن پاک کمپیوٹر یا موبائل وغیرہ جدید آلات کی اسکرین پر شکلِ مرسوم میں نمایاں ہو تو اس صورت میں خود ان آلات یا ان کی اسکرین کو بلا حائل، بے وضو چھونا کیسا ہے؟

اس سلسلے میں باتفاق رائے یہ طے پایا کہ اس صورت میں خود ان آلات یا اُن کی اسکرین کو بلا حائل، بے وضو چھونا جائز ہے، اس لیے کہ اِن جدید آلات کی اسکرین سے متّصل ایک شیشہ ہوتا ہے جو مواد کے ظاہر کرنے میں معاون ہوتا ہے، اور اس کے اوپر ایک دوسرا شیشہ ہوتا ہے جو اسکرین کی حفاظت کے لیے لگایا جاتا

---

(۱) فتاویٰ رضویہ، رسالہ الکشف شافیا حکم فونو جرافیا، ص: ۱۹، ج: ۹، نصف آخر، رضا اکیڈمی، ممبئی

ہے اور یہ اوپر والا شیشہ اصل اسکرین سے جدا ہوتا ہے اور مواد کو ظاہر کرنے میں اس کا کوئی دخل بھی نہیں ہوتا، اس لیے یہ غلاف و جزدان کے درجے میں ہے اور غلاف یا جزدان کے ساتھ قرآن کریم چھونا جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے :

”لا یجوز للجنب والمحدث مس المصحف (إلا بغلافه المنفصل) أي كالجراب والخريطة دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح، وعليه الفتوى ؛ لأن الجلد تبع له “.(۱)

اور غلاف کے تعلق سے عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

” (وَغِلَافُهُ مَا كَانَ مُتَجَافِيًا عَنْهُ) أَيْ مُتَبَاعِدًا بِأَنْ يَكُونَ شَيْئًا ثَالِثًا بَيْنَ الْمَاسِّ وَالْمَمْسُوسِ، وَلَا يَكُونُ مُتَّصِلًا بِهِ كَالْجِلْدِ الْمُشَرَّزِ فَيَنْبَغِي أَلَّا يَكُونَ تَابِعًا لِلْمَاسِّ كَالْكُمِّ وَلَا لِلْمَمْسُوسِ كَالْجِلْدِ الْمُشَرَّزِ . قَالَ صَاحِبُ التُّحْفَةِ: اخْتَلَفَ الْمَشَايِخُ فِي الْغِلَافِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ الْجِلْدُ الَّذِي عَلَيْهِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ :هُوَ الْكُمُّ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ الْخَرِيطَةُ ، وَهُوَ الصَّحِيحُ ؛ لِأَنَّ الْجِلْدَ تَبَعٌ لِلْمُصْحَفِ وَالْكُمَّ تَبَعٌ لِلْحَامِلِ وَالْخَرِيطَةَ لَيْسَتْ بِتَبَعٍ لِأَحَدِهِمَا.“ (۲)

یہ اصل حکم ہے، لیکن تقاضاے ادب بلکہ رعایتِ خلاف کے پیشِ نظر مندوب یہ ہے کہ اسے بھی بے وضو نہ چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چوتھا مسئلہ یہ زیر بحث آیا کہ ان جدید آلات کی میموری میں غزلیات، فلمی گانے، لطائف، طنز و مزاح کے مکالمے، ناٹک اور جان دار کی تصاویر وغیرہ لوڈ ہوں تو ان میں قرآن پاک یا اس کی بعض سورتوں کی تحمیل جائز ہے، یا خلافِ ادب ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہے؟

اس سلسلے میں یہ طے پایا کہ اس صورت میں قرآن پاک کی تحمیل (اَپ لوڈ کرنا) بے ادبی ہے؛ لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار ، ج: ۱، ص: ٤٨٨، كتاب الطهارة، باب الحيض، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲) العناية شرح الهداية،على هامش فتح القدير ، باب الحيض والاستحاضة ، ج: ۱، ص: ۱۷۳، مطبع بركات رضا، فور بندر، غجرات.

اس کی نظیر فونوگراف کی پلیٹوں کے ایک حصّہ پر قرآن مقدس اور دوسرے حصّہ پر گانے باجے وغیرہ بھرنے کا مسئلہ ہے جس کے تعلق سے فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اور اگر بھرنے والوں نے ایک ہی رکاٹ کے ایک پہلو پر کچھ آیات یا اشعارِ حمد و نعت اور دوسرے پر کچھ خرافات بھری ہیں تو یہ بے ادبی و جمع ضدّین ان کا فعل ہے" ۔الخ۔[۱] واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچواں مسئلہ یہ سامنے آیا کہ ان جدید آلات میں قرآن پاک لوڈ ہو تو اس کا حذف (ڈیلٹ DELETE) جائز ہے یا نہیں؟

اس مسئلے میں مندوبین کرام کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ جائز مقصد کے لیے ان جدید آلات سے قرآن کریم کا حذف (ڈِیلٹ کرنا) جائز ہے۔ مثلاً کوئی چیز لوڈ کرنی ہے اور اس آلہ میں گنجائش نہیں ہے تو قرآن پاک حذف کرکے دوسری جائز چیز لوڈ کی جاسکتی ہے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

✪ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"وَلَوْ مَحَا لَوْحًا كُتِبَ فِيهِ الْقُرْآنُ وَ اسْتَعْمَلَهُ فِي أَمْرِ الدُّنْيَا يَجُوزُ." [۲]

✪ البحر الرائق میں ہے:

"مَحَا لَوْحًا يَكْتُبُ فِيهِ الْقُرْآنَ وَاسْتَعْمَلَهُ فِي أَمْرِ الدُّنْيَا يَجُوزُ." [۳] و الله تعالى أعلم.

---

(۱) الکشف شافیا حکم فونو جرافیا، مشمولہ فتاوی رضویہ جلد: ۹، نصف آخر، ص:۲۵، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲) الفتاوى الهندية، ج: ٤، ص: ٣٩٨، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد و القبلة و المصحف ...، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۳) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج: ١، ص: ٣٥١، كتاب الطهارة، باب الحيض، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

لوح کے حروف مستبین و مرسوم ہیں یعنی نمایاں اور عادت کے مطابق، پھر عموماً یہ حروف مٹانے سے جھڑتے ہیں جب کہ میموری کے حروف نہ مستبین ہیں، نہ مرسوم، بلکہ خاص قسم کے چھوٹے، بڑے سوراخ و نشانات ہیں اور یہ محو کرنے سے جھڑتے بھی نہیں جس سے بے ادبی کا اندیشہ ہو۔ لہٰذا جب لوح کے حروف محو کرنا جائز ہے تو میموری کے مخصوص نشانات محو کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ محمد نظام الدین غفرلہٗ

چھٹا مسئلہ یہ سامنے آیا کہ جنب اور بے وضو کے لیے قرآن حکیم کمپوز کرنا کیسا ہے؟

اس کے جواب میں تمام علماے کرام کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ دونوں کے لیے قرآن حکیم کمپوز کرنا جائز ہے؛ اس لیے کہ ان جدید آلات میں کمپوزر کا کام صرف بٹن دبا کر اشارہ کرنا ہوتا ہے، اور اصل کتابت یہ آلات خود کرتے ہیں، اور کمپوزر کی انگلی براہ راست کی بورڈ (KeyBoard) سے مس ہوتی ہے اور اس پر ایسی کوئی چیز نہیں لکھی ہوتی ہے جس کو چھونے کے لیے وضو کی ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ کمپوزنگ ایک ایک حرف کی ہوتی ہے اور وہ قرآن نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ کمپوز کرنے میں آیات قرآنیہ پر ہاتھ نہیں پڑتا اور نہ ہی مکتوب کو چھونے کا کوئی معاملہ ہوتا ہے۔

اس مسئلے پر درج ذیل جزئیات سے روشنی پڑتی ہے:

✪ الاشباہ والنظائر میں ہے:

"إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضيف الحكم إلى المباشر." [۱]

✪ جوہرہ نیرہ میں ہے:

"وَهَلْ يَجُوزُ لِلْجُنُبِ كِتَابَةُ الْقُرْآنِ، قَالَ فِي مُنْيَةِ الْمُصَلِّي: لَا يَجُوزُ. وَفِي الْخُجَنْدِيِّ: يُكْرَهُ لِلْجُنُبِ وَ الْحَائِضِ كِتَابَةُ الْقُرْآنِ إذَا كَانَ مُبَاشِرَ اللَّوْحِ وَالْبَيَاضِ وَإِنْ وَضَعَهُمَا عَلَى الْأَرْضِ وَكَتَبَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْمَكْتُوبِ لَا بَأْسَ بِهِ." [۲]

✪ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی میں ہے:

"وأما كتابة القرآن فلا بأس بها إذا كانت الصحيفة على الأرض عند أبي يوسف لأنه ليس بحامل للصحيفة وكره ذلك محمد وبه أخذ مشايخ بخارى. قال الكمال: وقول أبي يوسف أقيس ؛ لأن الصحيفة إذا كانت على الأرض كان مسها بالقلم وهو واسطة منفصلة فصار كثوب منفصل إلا أن

---

(۱) الأشباه و النظائر ، ج: ۱، ص: ٤٠٤، القاعدة التاسعة عشرة ، إذا اجتمع المباشر و المتسبب أضيف الحكم إلى المباشر، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي، باكستان.
(۲) الجوهرة النيرة ، ج: ۱، ص: ٣٦، كتاب الطهارة، باب الحيض.

يكون يمسه بيده."[۱]

✪ بدائع الصنائع میں ہے:

"وَلَوْ كَانَتِ الصَّحِيفَةُ عَلَى الْأَرْضِ فَأَرَادَ الْجُنُبُ أَنْ يَكْتُبَ الْقُرْآنَ عَلَيْهَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا بَأْسَ، لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحَامِلٍ لِلصَّحِيفَةِ ، وَالْكِتَابَةُ تُوجَدُ حَرْفًا حَرْفًا .وَهٰذَا لَيْسَ بِقُرْآنٍ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: أَحَبُّ إلَيَّ أَنْ لَا يَكْتُبَ ، لِأَنَّ كِتَابَةَ الْحُرُوفِ تَجْرِي مَجْرَى الْقِرَاءَةِ." [۲]

✪ درمختار میں ہے:

"(و) لا تكره (كتابة القرآن والصحيفة أو اللوح على الأرض عند الثاني) خلافا لمحمد، و ينبغي أن يقال: إن وضع على الصحيفة ما يحول بينها و بين يده يؤخذ بقول الثاني وإلا فبقول الثالث . قاله الحلبي." [۳]

✪ اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"(قَوْلُهُ:خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ) حَيْثُ قَالَ أَحَبُّ إلَيَّ أَنْ لَا يَكْتُبَ ؛ لِأَنَّهُ فِي حُكْمِ الْمَاسِّ لِلْقُرْآنِ حِلْيَةٌ عَنِ الْمُحِيطِ .قَالَ فِي الْفَتْحِ : وَالْأَوَّلُ أَقْيَسُ؛ لِأَنَّهُ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ مَاسٌّ بِالْقَلَمِ وَهُوَ وَاسِطَةٌ مُنْفَصِلَةٌ فَكَانَ كَثَوْبٍ مُنْفَصِلٍ إلَّا أَنْ يَمَسَّهُ بِيَدِهِ.

(قَوْلُهُ: وَ يَنْبَغِي إلَخْ) يُؤْخَذُ هٰذَا مِمَّا ذَكَرْنَاهُ عَنِ الْفَتْحِ ، وَوَفَّقَ بَيْنَ الْقَوْلَيْنِ بِمَا يَرْفَعُ الْخِلَافَ مِنْ أَصْلِهِ بِحَمْلِ قَوْلِ الثَّانِي عَلَى الْكَرَاهَةِ التَّحْرِيمِيَّةِ، وَقَوْلِ الثَّالِثِ عَلَى التَّنْزِيهِيَّةِ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ أَحَبُّ إلَيَّ إلَخْ .

(قَوْلُهُ : عَلَى الصَّحِيفَةِ) قَيَّدَ بِهَا ؛ لِأَنَّ نَحْوَ اللَّوْحِ لَا يُعْطَى حُكْمُ الصَّحِيفَةِ؛ لِأَنَّهُ

---

(۱) حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص: ١٤٤، كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(۲) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ج: ١، ص: ٥٧، كتاب الطهارة ، مطلب آداب الوضوء، بركات رضا، پوربندر ، گجرات

(۳) الدر المختار مع رد المحتار ، ج: ١، ص: ٣١٧، كتاب الطهارة، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

لَا يَحْرُمُ إِلَّا مَسُّ الْمَكْتُوبِ مِنْهُ." (۱)

یہ حکم قرآن کریم کو چھوے بغیر اس کی کمپوزنگ کا ہے، مگر عام طور پر کمپوزر مصحف یا اوراق مصحف یا مقالات سے دیکھ کر کمپوز کرتے ہیں اگر اس طرح کمپوزنگ میں مصحف یا ورق مصحف یا مضمون میں درج آیت سے ان کا ہاتھ مس ہو تو اس کے لیے طہارت اور وضو ضروری ہے کہ جنب و بے وضو کے لیے بلا حائل اسے چھونا جائز نہیں۔ اسی طرح کچھ کمپوزر زبان سے ایک ایک جملہ پڑھ پڑھ کر کمپوز کرتے ہیں اگر چہ وہ جملہ آیت قرآن ہی ہو، حالت جنابت میں یہ بھی ناجائز ہے؛ اس لیے اس سے بھی احتراز واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۱۷، كتاب الطهارة، مطلب : يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

رشوت سے آلودہ ماحول میں
حقوق العباد کی حفاظت شرعی نقطۂ نگاہ سے

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

رشوت سے آلودہ ماحول میں
حقوق العباد کی حفاظت شرعی نقطۂ نگاہ سے

۱- ہمارے فقہانے کن کن صورتوں میں رشوت دینے کی اجازت دی ہے۔

۲- آج کے حالات کے پیش نظر ان میں سے کوئی ایسی صورت پائی جاتی ہے جس پر عمل کر کے عوام گناہ سے بچ سکتے ہیں یا اور کوئی اباحت و جواز کی صورت ہے؟

چوں کہ اس میں قوم مبتلا ہو چکی ہے، جو بچے ہیں وہ بھی کسی وقت -اللہ کی پناہ- مبتلا ہو سکتے ہیں، اس لیے اس تحقیق کی ضرورت پیش آئی تا کہ قوم کو واضح طور پر بتا دیا جائے کہ کیا کیا صورتیں ان کے لیے مباح ہیں اور کیا کیا حرام۔

فیصلہ(۶۳)
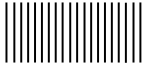
رشوت سے آلودہ ماحول میں حقوق العباد کی حفاظت

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

دوسرے کا حق دبانے کے لیے حاکم وغیرہ کو جو مال دیا جائے رشوت ہے یوں ہی اپنا کام بنانے کے لیے کچھ مال دیا جائے اور اس سے کسی ظلم یا ضرر کو دور کرنا مقصود نہ ہو وہ بھی رشوت ہے اور اگر اپنا کام بنانے کے ساتھ کسی ظلم وضرر کو دور کرنا بھی مقصود ہو تو ایسا مال دینے والے کے حق میں رشوت نہیں کہ یہ ظلم وضرر سے بچنے کے لیے مجبور ہے مگر لینے والے کے حق میں اب بھی وہ رشوت ہے۔

اور اگر اپنا کام بنانے کے لیے کسی آدمی کا سہارا لینا پڑے تو اسے اجیر مقرر کر کے اس کے کام کی طے شدہ اجرت دے۔ (مرتب غفرلہٗ)

اسلامی نقطۂ نظر سے رشوت لینا دینا حرام و گناہ ہے۔ اور اس پر احادیث کریمہ میں سخت وعیدیں وارد ہیں۔ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”الراشي والمرتشي في النار.“ [۱]

---

(۱) أخرجه الطبراني في الصغير ۱/ ۵۷ ، رقم ۵۸. و في الأوسط ۲/ ۲۹۵ ، رقم ۲۰۲۶.

ترمذی شریف میں ہے:

"لعن اللہ الراشي و المرتشي في الحکم." [۱]

قانونی اعتبار سے بھی یہ جرم ہے مگر اس کی قباحت وشناعت اور حرمت کے باوجود حکومت کے محکموں میں چھوٹے بڑے کاموں کے لیے رشوت کی گرم بازاری ہے۔ حکومت کے کارندے عموماً رشوت لیے بغیر کام نہیں کرتے، اگر رشوت نہ دی جائے تو بہت سے دینی، ملی، معاشرتی، اقتصادی، سماجی اور تعلیمی کام سرد خانے میں پڑے رہ جاتے ہیں۔ اس صورت حال سے دوچار افراد نے دار الافتا کی طرف رجوع کیا، تو یہ مسئلہ مجلس شرعی کے اکیسویں فقہی سیمینار میں زیر بحث لایا گیا۔

اس موضوع پر **پہلا سوال** یہ ہوا کہ رشوت کی تعریف کیا ہے؟

اس کے جواب میں مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ فقیہ فقید المثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرّہ نے جو تعریف کی ہے وہ جامع ہے۔ وہ تعریف فتاوی رضویہ میں یوں ہے:

"جو پرایا حق دبانے کے لیے دیا جائے رشوت ہے۔ یوں ہی جو اپنا کام بنانے کے لیے حاکم کو دیا جائے رشوت ہے، لیکن اپنے اوپر سے دفع ظلم کے لیے جو کچھ دیا جائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں، یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔" [۲]

اسی سے ملتی جلتی تعریف علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رد المحتار میں کی ہے:

"الرشوۃ بالکسر: ما یعطیہ الشخص الحاکم وغیرہ لیحکم لہ أو یحملہ علیٰ ما یرید. اھ." [۳]

کتاب التعریفات میں ہے:

"الرشوۃ : ما یعطی لإبطال حق أو لإحقاق باطل." [٤]

فتح القدیر میں ہے:

"الرشوۃ أربعۃ أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطي وهو الرشوۃ على تقليد القضاء والإمارۃ ، ثم لا يصير قاضيا. الثاني ارتشاء القاضي ليحكم وهو

(۱) جامع الترمذی، ج: ۱ ، ص: ۱۵۹ - باب ما جاء في الراشي و المرتشي في الحكم ، مجلس البرکات، مبارک فور، اعظم جرہ

(۲) فتاوی رضویہ، جلد نہم، نصف آخر، ص:۳۰۰، کتاب الحظر والاباحۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

(۳) رد المحتار علی الدر المختار ، ج: ۸، ص: ۳٤ ، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوۃ والھدیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ، لبنان.

(٤) کتاب التعریفات، ص: ۹٤، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان

كذلك حرام من الجانبين، ثم لا ينفذ قضاؤه في تلك الواقعة التي ارتشى فيها سواء كان بحق أو بباطل. أمّا في الحق فلأنه واجب عليه فلا يحل أخذ المال عليه. وأمّا في الباطل فأظهر. الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعًا للضرر أو جلبًا للنفع وهو حرام على الآخذ لا الدافع. والرابع: ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه وماله حلال للدافع حرام على الآخذ؛ لأن دفع الضرر عن المسلم واجب ولا يجوز أخذ المال ليفعل الواجب.“ (۱)

سوال : ہمارے فقہانے کن کن صورتوں میں کچھ دے کر کام کرانے کی اجازت دی ہے؟

جواب : جو حقوق، حقوق مؤکدہ سے ہوں جیسے ملازم کی تنخواہ وغیرہ اگر یہ حقوق بغیر کچھ دیے نہ ملتے ہوں، تو دینے کی اجازت ہے کہ یہ دینا دفع ظلم وضرر کے لیے ہے مگر لینا بہر حال حرام و گناہ ہے۔ اسی طرح ہمارے استحقاق کی بنا پر جو حقوق بذمۂ حکام ہیں، جیسے ملازمت حاصل کرنے کے لیے امتحان اور انٹرویو میں کامیابی کے بعد ملازمت کا استحقاق، اگر استحقاق کے باوجود حاکم بغیر کچھ لیے ملازمت نہیں دیتا تو یہ مستحق کے ساتھ زیادتی ہے، جس کو دور کرنے کے لیے کچھ دینا جائز ہو گا۔

ردالمحتار میں ہے:

”دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه و ماله، و لاستخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع.“ (۲)

فتح القدیر میں ہے:

”الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعًا للضرر أو جلبًا للنفع و هو حرام على الآخذ لا الدافع.“ (۳)

محیط برہانی میں ہے:

”واعلم أنّ الرشوة أنواع:

نوع منها أن يهدي الرجل إلى الرجل مالًا لإبقاء التودد و التحبب و هذا

---

(۱) فتح القدير ملخصا ، ج: ۷، ص : ۲۳۶، ۲۳۷، كتاب أدب القاضي، بركات رضا ، پوربندر، گجرات

(۲) رد المحتار على الدر المختار ، ج: ۹، ص: ۶۰۷، كتاب الحظر و الإباحة ، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع ، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

(۳) فتح القدير، ج :۷، ص :۲۳۶، كتاب أدب القاضي، بركات رضا، پوربندر، گجرات

النوع حلال من جانب المهدي والمهدى إليه، قال عليه السلام: "تهادوا تحابوا" .

و نوع منها أن يهدي الرجل إلى رجل مالا؛ لأنّ ذلك الرجل قد خوفه فيهدي إليه مالا ليدفع الخوف عن نفسه أو يهدي إلى السلطان مالًا ليدفع ظلمه عن نفسه أو ماله و هذا نوع لا يحل للآخذ الأخذ و إذا أخذ يدخل تحت الوعيد المذكور في هذا الباب ؛ لأنه يأخذ المال للكف عن التخويف والظلم و الكف عن التخويف والظلم واجب بحكم الإسلام ولا يحل أخذ المال بمقابلة الواجب و هل يحل للمعطي الإعطاء؛ عامة المشايخ على أنه يحل ؛ لأنه يجعل ماله وقاية لنفسه أو يجعل بعض ماله وقاية للباقي وكل ذلك جائز وموافق للشرع.

و نوع منها أن يهدي الرجل إلى الرجل مالا ليسوي أمره فيما بينه و بين السلطان و يعينه في حاجته و أنه على وجهين.

الأول أن تكون حاجته حرامًا وفي هذا الوجه لا يحل للمعطي الإهداء ولا للمهدى إليه الأخذ؛ لأنّ المهدي يعطي ليتوصل به إلى الحرام و المهدى إليه يأخذ ليعينه على الحرام.

الثاني أن تكون حاجته مباحًا، و أنه على وجهين.

الأوّل أن يشترط أنّه إنما يهدي إليه ليعينه عند السلطان و في هذا الوجه لا يحل للآخذ الأخذ؛ لأن القيام بمعونة المسلمين واجب بدون المال فهذا مما أخذ لإقامة ما هو واجب عليه فلا يحل و هل يحل للمعطي الإعطاء تكلموا فيه منهم من قال لايحل؛ لأنّ هذا تمكين من القبض الذي هو حرام. و منهم من قال يحل؛ لأن غرضه دفع الظلم عن نفسه، و على قياس قول الخصاف يجب أن يكون حل الإعطاء معلقًا بالرجاء على ما بينّا." (۱) والله تعالى أعلم.

سوال: آج کے حالات کے پیش نظر کوئی ایسی صورت پائی جاتی ہے جس پر عمل کر کے عوام گناہ سے بچ سکتے ہیں، یا کوئی اباحت و جواز کی صورت ہے؟

جواب: اس امر پر اتفاق ہوا کہ امام ابن الہمام علیہ الرحمۃ والرضوان نے کچھ دینے کی جو تیسری اور چوتھی قسم بیان فرمائی ہے وہ صورت جواز ہے، وہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں البتہ لینے والے کے حق میں بہر حال رشوت ہے اور حرام۔ جیسے اس سے دوچار ہونے والے شخص کا حاکم کے ضرر سے بچنے کے لیے

(۱) المحيط البرهاني ، ج: ۸ ، ص: ۳۵، كتاب القضاء، و مما يتصل بهذا الفصل (الفصل التاسع) فصل الرشوة، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

درمیانی شخص کو مال دینا یا ایسی منفعت کی تحصیل کے لیے دینا جس میں دفع مضرت کا پہلو بھی ہو یا جان و مال سے دفع خوف کے لیے دینا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جواز کا ایک حیلہ:

جو شخص حاکم کے یہاں جاکر کسی حاجت مند کا کام کراتا ہے اسے جائز طور پر حق المحنت مل جائے تو رشوت سے بچ سکتا ہے، اس کا حیلہ یہ ہے کہ حاجت مند کسی مناسب شخص کو کام کرانے کے لیے مقررہ اجرت پر اجیر کرلے پھر وہ شخص حاکم کے یہاں جاکر اس کا کام کرادے اس طرح اجرت کی شکل میں حق المحنت دینا لینا جائز ہے اور اس کا رشوت سے کوئی علاقہ نہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

"وحيلة حلها للآخذ أن يستأجره يومًا إلى الليل أو يومين فتصير منافعه مملوكة ثم يستعمله في الذهاب إلى السلطان للأمر الفلاني." (۱)

فتاوی امجدیہ میں ہے:

"زید کا جو کام ملازمت میں داخل نہیں اگر اس کام کی کوئی اجرت لے مثلاً یکہ والوں سے یہ کہہ کر کہ تمھارا یکّہ پاس کرادوں گا اور اس کام کا اتنا معاوضہ لوں گا اور پاس کرادیا تو جو معاوضہ ٹھہرا، لے سکتا ہے کہ یہ اپنے کام کا بدلہ ہے اور اس میں حرج نہیں معلوم ہوتا۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

ایک **سوال** یہ ہوا کہ جو ادارہ یا فرد، حکومت یا کسی پرائیویٹ کمپنی کی طرف سے مقررہ شرائط پوری نہ کرے اور رشوت دے کر اپنا کام بنائے تو کیا حکم ہے۔

ایک مندوب کی جانب سے یہ **سوال** بھی ہوا کہ کچھ صوبوں کے مدارس اسلامیہ میں نئے مدرس و ملازم کی تقرری کے لیے مینیجران خطیر رقم لیتے ہیں اور وہ رقم یا تو خود ہضم کر جاتے ہیں یا بعض اوقات مدرسہ کی تحویل میں بھی دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

اس کے **جواب** میں بہ اتفاق رائے کہا گیا کہ جو ادارہ یا فرد حکومت یا کسی پرائیویٹ کمپنی کی مقررہ شرائط پوری نہ کرے تو اسے رشوت دے کر اپنا کام بنانا حرام و گناہ ہے کہ یہ فریب اور احقاق باطل کے زمرے میں ہے، اسی طرح وہ جو بعض صوبوں میں ہو رہا ہے کہ کسی نئے مدرس و ملازم کی تقرری کے لیے مجلس انتظامی کے مینیجر ایک خطیر رقم امیدوار سے وصول کرتے ہیں۔ تو یہ رقم بھی رشوت ہے اور حرام۔ اور دینے والا اگر مستحق نہیں تو اس کا دینا بھی رشوت ہے۔ اور ایسے مدرس یا ملازم کی تقرری ہرگز ہرگز جائز نہیں، کہ یہ ابطال حق بھی

---

(۱) فتح القدير، ج: ۷، ص: ۲۳۷، كتاب أدب القاضي، بركات رضا، پوربندر، گجرات

(۲) فتاوی امجدیہ، ج: ۴، ص: ۱۵۶، کتاب الحظر والاباحۃ، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، مئو۔

ہے اور احقاق باطل بھی، جو یقیناً رشوت ہے۔

رد المحتار میں ہے:

”الرشوة بالكسر : ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له أو يحمله على ما يريد.“(۱)

فیض القدیر میں ہے:

”الرشوة المحرمة: ما يتوصل به إلى إبطال حق أو تمشية باطل.“(۲) والله تعالى أعلم

☆☆☆☆

شرکاے سیمینار

(اکابر)

(۱) عزیز ملت حضرت علامہ و مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ دام ظلہ، سربراہ اعلیٰ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۲) صدر العلما حضرت علامہ و مولانا محمد احمد مصباحی صاحب دام ظلہ، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۳) رئیس القلم حضرت علامہ و مولانا یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ مہتمم دار القلم، نئی دہلی

(۴) سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ، صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

اسماے گرامی اصحابِ مقالات

(۵) مولانا قاضی فضل احمد مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، پکی باغ، بنارس
(۶) مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی	جامعہ نوریہ، بریلی شریف
(۷) مولانا ابرار احمد اعظمی	دار العلوم ندائے حق، جلال پور
(۸) مولانا محمد مبشر رضا ازہر مصباحی	دار العلوم شیخ احمد کھٹو، احمد آباد، گجرات
(۹) مولانا محمد انور نظامی مصباحی	مدرسہ فیض النبی، کٹگھرا، ہزاری باغ
(۱۰) مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج
(۱۱) مولانا عبد السلام قادری مصباحی	مدرسہ انوار العلوم، تلسی پور، بلرام پور
(۱۲) مولانا محمد سلیمان مصباحی	جامعہ عربیہ، سلطان پور
(۱۳) مولانا محمد مسیح احمد قادری مصباحی	جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار ، ج: ۹، ص: ۳٤، كتاب الحظر و الإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل فى البيع ، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(۲) فيض القدير ، ج: ۵، ص: ۲٦۸

(۱۴) مولانا شہاب الدین اشرفی	جامع اشرف، کچھوچھہ شریف
(۱۵) مولانا معین الدین اشرفی مصباحی	دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد
(۱۶) مولانا نور احمد قادری و مولانا مزمل اختر مصباحی	جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور
(۱۷) مولانا شہاب الدین نوری	دار العلوم فیض الرسول، براوں شریف
(۱۸) مولانا محمد عرفان عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۱۹) مولانا منظور احمد عزیزی	جامعہ عربیہ، سلطان پور
(۲۰) مولانا رحیم اکبری	سوجا شریف، راجستھان
(۲۱) مولانا صدر الوری قادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۲) مولانا خالد ایوب مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۳) مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۴) مولانا محمد ہارون مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۵) مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۶) مولانا محمد ناظم علی رضوی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۷) مولانا شمس الہدی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۸) مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۹) مولانا محمد اشرف خان مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۰) مولانا دستگیر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۱) مولانا نصر اللہ رضوی علیہ الرحمہ	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو
(۳۲) مولانا عبد الغفار اعظمی مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو
(۳۳) مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۴) مولانا اختر کمال قادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۵) مولانا جنید احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۶) مولانا شہباز مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۷) مولانا منظر عقیل مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۸) مولانا انفاس الحسن چشتی	جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، اوریا
(۳۹) مولانا محمد ناصر حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۰) مولانا محمد عارف اللہ مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو
(۴۱) مفتی معراج القادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۲) مولانا محمود احمد برکاتی مصباحی	دار العلوم قادریہ، بگھاڑو، سون بھدر

(۴۳) مولانابدرعالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۴) مولاناعبدالحق رضوی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۵) مولاناابراراحمدامجدی	مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی
(۴۶) مولانازاہدعلی سلامی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۷) مولاناآل مصطفی مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو
(۴۸) مولانانظام الدین قادری مصباحی	دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی، بستی
(۴۹) مولانانفیس احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۰) مفتی محمدنسیم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۱) مولاناعابدرضامصباحی ومولاناشاہدرضامصباحی	مرکزی دار القراءت، جمشید پور
(۵۲) مولاناقاضی شہیدعالم رضوی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

بقیہ شرکاے سیمینار

(۵۳) مولانااعجازاحمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۴) مولانامحمدعبدالمبین نعمانی مصباحی	دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو
(۵۵) مولانامفتی عبدالمنان کلیمی مصباحی	مدرسہ اکرم العلوم، مرادآباد
(۵۶) مولانامحمدادریس بستوی مصباحی	مہنداول، سنت کبیر نگر
(۵۷) مولانامسعوداحمدبرکاتی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۸) مولانامبارک حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۹) مولانامحمدنعیم الدین عزیزی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۰) مولاناشبیراحمد مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج
(۶۱) مولانامحموداحمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی، مبارک پور
(۶۲) مولاناڈاکٹرسعیداحسن قادری	یونانی میڈیکل کالج، پونہ
(۶۳) مولانامحمدجنید مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۴) مولاناشمس الدین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۵) مولانامحمدوسیم اکرم مصباحی	اڑیسہ
(۶۶) مولانامحمدعبداللہ صاحب	مرادآباد
(۶۷) مولانامحمدبشیر	اجمیر شریف
(۶۸) مولانامحمدعلی رضوی	الہ آباد

مقامی علماے کرام

(۶۹) مولانا نوشاد عالم خان مصباحی (ساؤتھ افریقہ)	کونڈوا، پونہ
(۷۰) مفتی ایاز احمد مصباحی	جامعہ قادریہ، کونڈوا، پونہ
(۷۱) مولانا محمد عابد مصباحی	چشتیہ مسجد، پمپری، پونہ
(۷۲) مولانا محمد ایوب اشرفی	جامعہ اشرفیہ حسامیہ، کونڈوا، پونہ
(۷۳) مولانا اشفاق احمد مصباحی	مسجد عائشہ، انڈری، پونہ
(۷۴) مولانا سید عبد الرحمٰن مصباحی	امام احمد رضا یوسفیہ مسجد، کوثر باغ، پونہ
(۷۵) مولانا محمد شفیق الرحمٰن مصباحی	پونہ
(۷۶) مولانا محمد عمر نعیمی	اقصیٰ مسجد، کونڈوا، پونہ
(۷۷) مولانا رضاء الاسلام مصباحی	دار العلوم چشتیہ نوریہ، کونڈوا، پونہ
(۷۸) مولانا کاشف رضا	جامعہ شمسیہ نوریہ، کونڈوا، پونہ
(۷۹) مولانا نسیم رضا	کونڈوا، پونہ
(۸۰) مولانا معین الدین مصباحی	پونہ
(۸۱) مولانا محمد شاہد رضا اشرفی	جنیدیہ مسجد، کونڈوا، پونہ
(۸۲) مولانا محمد اختر رضا	جامعۃ الصفہ، انڈری، پونہ
(۸۳) مولانا مختار احمد مصباحی	مدرسہ قمر علی درویش، کیمپ، پونہ
(۸۴) مولانا محمد مظہر	اہل بیت مسجد، کونڈوا، پونہ
(۸۵) مولانا محمد فہیم	پونہ
(۸۶) مولانا محمد عارف	جامعہ اشرفیہ حسامیہ، کونڈوا، پونہ
(۸۷) مولانا ممتاز عالم	پونہ
(۸۸) مولانا فیض احمد فیضی	غوثیہ مسجد، چنچوڑ، ریلوے اسٹیشن، پونہ
(۸۹) مولانا عبد العزیز عزیزی	پونہ
(۹۰) مولانا عبد المجید علیمی	شبنم غریب نواز، ہانڈے واڑی، پونہ
(۹۱) مولانا عبد المجید مصباحی	کونڈوا، پونہ
(۹۲) مولانا خالد عطاری	پونہ
(۹۳) مولانا سرفراز عطاری	پونہ

(۹۴) مولانا مراد علی رضوی	انجمن اسلام مسجد، بھوسری، پونہ
(۹۵) مولانا تنویر حسن	غوثیہ، کالا کھڑک، واکڑ، پونہ
(۹۶) مولانا شہاب الدین نعمانی	سبحانیہ مسجد، کالے واڑی، پونہ
(۹۷) مولانا جاوید احمد ثقافی	پونہ
(۹۸) مولانا ابو شحمہ نوری	پونہ
(۹۹) مولانا محمد اسلام الدین اشرفی	کونڈوا، پونہ
(۱۰۰) مولانا توفیق الاسلام اشرفی	دار العلوم غریب نواز، سید نگر، پونہ
(۱۰۱) مولانا فاروق رضوی	جامعہ فاروقیہ، محمد واڑی، پونہ
(۱۰۲) مولانا سہیل رضا خان	جامعہ کنز الایمان، شرور، پونہ
(۱۰۳) مولانا قاری عبد اللطیف	لانڈے واڑی، مسجد، پونہ
(۱۰۴) مولانا قاری شمیم انور مصباحی	جامعہ قادریہ، کونڈوا، پونہ
(۱۰۵) قاری شمس الدین	پونہ
(۱۰۶) حافظ ادریس	کونڈوا، پونہ
(۱۰۷) حافظ مسیح الزماں	پونہ
(۱۰۸) حافظ امانت رسول	کونڈوا، پونہ

ممبئی مہاراشٹر کے علماے کرام

(۱۰۹) مولانا معین الحق علیمی مصباحی	ممبئی
(۱۱۰) مفتی توفیق احسن برکاتی مصباحی	ممبئی
(۱۱۱) مولانا محفوظ الرحمٰن علیمی	ممبئی
(۱۱۲) مولانا فیض احمد مصباحی	کھوپولی
(۱۱۳) مولانا مفتی عبد المصطفیٰ نوری	دھولیہ
(۱۱۴) مولانا محمد امین رضوی	دھولیہ
(۱۱۵) مفتی محمد عاقب کھربے	کھوپولی
(۱۱۶) مولانا افتخار ندیم مصباحی	ناندیڑ
(۱۱۷) مولانا ذوالقرنین	عثمان آباد
(۱۱۸) مولانا محمد وسیم مصباحی	نیو ممبئی
(۱۱۹) مولانا شمس الدین مصباحی	ناسک
(۱۲۰) مولانا مشتاق احمد مصباحی	ناسک
(۱۲۱) مولانا رحمت علی	ناسک
(۱۲۲) مولانا فرید احمد مسعودی	جلگاؤں
(۱۲۳) مولانا محمد احمد مصباحی	ملاڈ
(۱۲۴) مولانا انوار احمد نظامی	بھیونڈی
(۱۲۵) مولانا عبید الرحمٰن اشرفی	بھیونڈی
(۱۲۶) مولانا قاری شاہ حسین	بھیونڈی

☆☆☆☆☆

بائیسواں فقہی سیمینار

منعقدہ : ۱۵/۱۶/۱۷/ صفر ۱۴۳۶ھ
مطابق ۹/ ۱۰/ ۱۱/ دسمبر ۲۰۱۴ء
بروز : سہ شنبہ، چہار شنبہ، پنج شنبہ
بمقام : امام احمد رضا لائبریری، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

فارن کرنسی اکاؤنٹ میں جمع سرمایے کی زکات

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

فارن کرنسی اکاؤنٹ میں جمع سرمایے کی زکات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علی رسولہ الکریم

فارن کرنسی اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم عام طور پر نقد ہاتھ میں نہیں آتی بلکہ اس کا چیک ہی دوسروں کو دیا جاتا ہے تو اس رقم کا حیلۂ شرعیہ کیسے ہو، کیا چیک کا حیلہ ہو سکتا ہے یا کوئی اور آسان صورت ہے جسے اختیار کر کے بھیجنے والوں کی طرف سے زکات ادا کر دی جائے؟

فارن کرنسی اکاؤنٹ: اس اکاؤنٹ کی مختصراً تفصیل یہ ہے:

اس کا مکمل حساب و کتاب چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ (CHARTERED ACCOUNTANT) سے بنوا کر اس کے دستخط اور مہر کے بعد دہلی وزارتِ داخلہ (HOME MINISTERY) میں بھیجا جاتا ہے، فارن کے لوگ مدرسہ کے اسی اکاؤنٹ میں رقوم بھیجتے ہیں اور حساب کو شفاف رکھنے کے لیے حکومت یہ چاہتی ہے کہ اس رقم سے جو کچھ بھی خریداری کرنی ہو وہ بذریعۂ چیک کی جائے یعنی اکاؤنٹ سے روپے نکالے بغیر اس کا چیک بائع کو دے دیا جائے۔ ہاں اگر کسی کو وظیفہ یا نقد اجرت دینی ہو تو کیش نکال کر دے سکتے ہیں۔ مگر اس کے لیے پہلے ان سے درخواست لیں گے پھر کمیٹی منظور کرے گی۔

یہ ممکن نہیں کہ رقم نکال کر حیلۂ شرعیہ کر کے فارن اکاؤنٹ میں جمع کر دیں کیوں کہ وہاں سے صرف رقم نکالی جا سکتی ہے، اس میں جمع نہیں کی جا سکتی **لہٰذا**:

سوال **یہ ہے کہ فارن کرنسی اِکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم زکات و صدقۂ فطر کی ہو تو اس کا حیلۂ شرعیہ کیسے ہوگا جب کہ اکاؤنٹ کے چیک سے دام ادا کیا جائے اور یہ حساب کو شفاف رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے؟**

فیصلہ (۶۴)

فارن کرنسی اکاؤنٹ میں جمع سرمایے کی زکات

فارن کرنسی اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم عام طور پر نقد ہاتھ میں نہیں آتی بلکہ اس کا چیک ہی دوسروں کو دیا جاتا ہے تو اس رقم کا حیلۂ شرعیہ کیسے ہو، کیا چیک کا حیلہ ہو سکتا ہے یا کوئی اور آسان صورت ہے جسے اختیار کر کے بھیجنے والوں کی طرف سے زکات ادا کر دی جائے؟

فارن کرنسی اکاؤنٹ :اس اکاؤنٹ کی مختصراً تفصیل یہ ہے:

اس کا مکمل حساب و کتاب چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ (CHARTEREDACCOUNTANT) سے بنوا کر اس کے دستخط اور مہر کے بعد دہلی وزارتِ داخلہ (HOME MINISTERY) میں بھیجا جاتا ہے، فارن کے لوگ مدرسہ کے اسی اکاؤنٹ میں رقوم بھیجتے ہیں اور حساب کو شفاف رکھنے کے لیے حکومت یہ چاہتی ہے کہ اس رقم سے جو کچھ بھی خریداری کرنی ہو وہ بذریعۂ چیک کی جائے یعنی اکاؤنٹ سے روپے نکالے بغیر اس کا چیک بائع کو دے دیا جائے۔ ہاں اگر کسی کو وظیفہ یا نقد اجرت دینی ہو تو کیش نکال کر دے سکتے ہیں۔ مگر اس کے لیے پہلے ان سے درخواست لیں گے پھر کمیٹی منظور کرے گی۔

یہ ممکن نہیں کہ رقم نکال کر حیلۂ شرعیہ کر کے فارن اکاؤنٹ میں جمع کر دیں کیوں کہ وہاں سے صرف رقم نکالی جا سکتی ہے، اس میں جمع نہیں کی جا سکتی **لہٰذا** :

سوال یہ ہے کہ فارن کرنسی اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم زکات و صدقۂ فطر کی ہو تو اس کا حیلۂ شرعیہ کیسے ہوگا جب کہ اکاؤنٹ کے چیک سے دام ادا کیا جائے اور یہ حساب کو شفاف رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے؟

جواب : اس بات پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ چیک مال نہیں اس لیے اس کا حیلۂ شرعی نہیں ہو سکتا اور ”فارن کرنسی اکاؤنٹ“ سے زیادہ تر چیک ہی وصول ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ طے ہوا کہ کوئی شرعی حل تلاش کیا جائے۔ اس سلسلے میں غور و خوض کے بعد زکات کی ادائگی سے متعلق جو طریقے آسان اور مناسب

قرار پائے وہ درج ذیل ہیں:

(۱):- فارن کرنسی اکاؤنٹ میں جتنی رقم آئی ہے اتنی رقم ادارہ کسی مستحق کو دے کر مالک بنا دے، پھر وہ مستحق ادارے کو دے دے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ادارہ ایک فنڈ اس حیلۂ شرعی کے لیے خاص رکھے۔

(۲):- جہاں یہ نہ ہو سکے تو دوسری صورت یہ ہے کہ اُس رقم سے چیک کے ذریعہ جو مال خریدا جائے اُس پر پہلے تملیک فقیر ہو، پھر فقیر کی جانب سے ادارے کے لیے ہبہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆ ☆ ☆

مآخذ

(۱) درمختار میں ہے: "ولو تصدق بدراهم نفسه أجزأ إن كان على نية الرجوع، و كان دراهم المؤكل قائمة."

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "فيه إشارة إلى أنه لا يشترط الدفع من عين مال الزكاة، و لذا لو أمر غيره بالدفع عنه جاز." [۱]

(۲) ردالمحتار میں ہے: "الوكيل بدفع الزكاةِ إذا أمسك دراهمَ المؤكل و دفع من ماله ليرجع ببدلها في دراهم المؤكل صح، بخلاف ما إذا أنفقها أوّلًا على نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرّع." [۲]

(۳) البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں متن کی عبارت: " لا إلى بناء مسجد و تكفين ميت و قضاء دينه و شراء قن يعتق" کے تحت ہے:

"و الحيلة في الجواز في هذه الأربعة أن يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمر بعد ذلك بالصرف إلى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة و للفقير ثواب هذه القرب. كذا في المحيط". [۳]

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار، ج: ۳، ص: ۱۸۹، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء. دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) رد المحتار على الدر المختار ، ج: ۳، ص: ۱۸۹، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(۳) البحر الرائق ، ج:۲، ص:٤٢٤، كتاب الزكاة، باب المصرف ، دار الكتب العلمية، بيروت

فقہی فروعی اختلاف کی شرعی حیثیت

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

فقہی فروعی اختلاف کی شرعی حیثیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عقائد میں کچھ اصول ہوتے ہیں کچھ فروع، دونوں کا درجہ الگ الگ ہے، اسی طرح کچھ ضروریات ہوتے ہیں، کچھ وہ جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہوں، مگر ضروری کی حد تک نہ پہنچے ہوں۔ کچھ وہ جو ظنیات مشہورہ یا آحاد سے ثابت ہوں۔ ہر ایک کا درجہ اور اس کے منکر کا حکم (تکفیر، تضلیل، تفسیق، عدم تفسیق و تضلیل) جداگانہ ہے۔

اسی طرح احکام فقہیہ اجتہادیہ میں کچھ وہ ہوتے ہیں جن پر ائمۂ مذاہب کا اجماع ہو، اگر چہ عہد صحابہ میں اختلاف رہا ہو، کچھ وہ ہوتے ہیں جن میں ائمہ کا اختلاف ہوتا ہے، کچھ وہ جن میں امام مذہب کا ایک قول ہوتا ہے اور ان کے اصحاب کا اختلاف ہوتا ہے، کچھ وہ جن میں خود امام مذہب کے کئی قول ہوتے ہیں، کچھ وہ جن میں امام اور اصحاب کا قول نہیں ملتا اور اقوال مشایخ مختلف ہوتے ہیں، ایک دوسرا فرق مسائل ظاہر الروایہ و مسائل نوادر کا ہوتا ہے۔

اسی طرح اسبابِ اختلاف میں بھی فرق ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) اختلاف بوجہ قوّتِ دلیل۔

(۲) اختلاف بوجہ عصر و زمان وغیرہ اسباب ستّہ۔

ان سب کے باوجود اگر فقہاے مرجحین نے کسی ایک حکم کو اپنی نظر ثاقب سے طے کر دیا ہے تو ہم پر اسی کی پیروی واجب ہے۔ أمّا نحن فعلینا اتباع ما رجّحوہ و صحّحوہ. بحر وغیرہ.

مگر جب ترجیح و تصحیح مختلف ہو تو مفتی کے لیے حکم الگ ہے اور اسبابِ ستّہ میں سے کسی سبب کے تحت تبدیلیِ حکم کا فیصلہ دور مرجحین پر محدود نہیں بلکہ ہر دور میں جاری رہے گا۔

تفصیل شرح عقود رسم المفتی، نشر العَرف فی بناء بعض الأحکام علی العُرف للعلامة الشامی، أجلی الإعلام أن الفتویٰ مطلقاً علی قول الإمام، للإمام أحمد رضا قدّس سرہ وغیرہ میں ہے۔

اب **نِکاتِ سوال** درج ذیل ہیں:

(۱) مسائل اجتہادیہ کیا ہیں؟

(۲) کیا عقائد میں اجماع اور مسائل اجتہادیہ میں اجماع کا درجہ اور حکم ایک ہی ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

(۳) ترجیح یا فتویٰ مختلف ہو تو کب دونوں میں سے کسی بھی ایک پر عمل و فتویٰ کا اختیار ہوتا ہے؟ متعدّد مثالوں سے وضاحت فرمائیں۔

(۴) مسائل اجتہادیہ میں اختلاف کا حق کسی نوعِ مجتہد کے ساتھ خاص ہے یا کسی خاص باب یا خاص مسئلے یا خاص صورت میں دوسرے کو بھی یہ حق ملتا ہے؟

(۵) فقہا میں جو اختلافات رونما ہوئے کیا اُن میں صرف یہ ہوا ہے کہ اَفقہ نے فقیہ سے اختلاف کیا یا زیادہ تر ایسا ہوا ہے کہ فقیہ نے اپنے مساوی یا اَفقہ سے اختلاف کیا؟ مثالوں کی روشنی میں واضح کریں۔

(۶) کسی دلیل یا اختلاف عصر و زمان کی وجہ سے کسی فقیہ کا اپنے دور کے افقہ یا مساوی سے اختلاف یا دور ماقبل کے افقہ سے اختلاف جائز ہوتا ہے یا نہیں؟

بہر تقدیر دلیل اور مثالوں سے واضح کریں۔ خصوصًا نفی جواز کی شرعی حیثیت پوری طرح عیاں کریں۔

(۷) دور اجتہاد کے بعد فقہاے محققین میں جو اختلافات رونما ہوئے کیا وہ بھی امت کے لیے باعثِ رحمت ہیں اور خاطی مستحق اجر ہے؟ یا معاملہ برعکس ہے؟ دلیل کی روشنی میں بتائیں۔ اٰجرکم اللہ أجراً حسناً.

فیصلہ(٦٥)

فقہی فروعی اختلاف کی شرعی حیثیت

عقائد میں کچھ اصول ہوتے ہیں کچھ فروع، دونوں کا درجہ الگ الگ ہے، اسی طرح کچھ ضروریات ہوتے ہیں، اور کچھ وہ جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہوں، مگر ضروری کی حد تک نہ پہنچے ہوں۔ کچھ وہ جو ظنیات مشہورہ یا آحاد سے ثابت ہوں۔ ہر ایک کا درجہ اور اس کے منکر کا حکم (تکفیر، تضلیل، تفسیق، عدم تفسیق و تضلیل) جداگانہ ہے۔

اسی طرح احکام فقہیہ اجتہادیہ میں کچھ وہ ہوتے ہیں جن پر ائمۂ مذاہب کا اجماع ہو، اگرچہ عہد صحابہ میں اختلاف رہا ہو، کچھ وہ ہوتے ہیں جن میں ائمہ کا اختلاف ہوتا ہے، کچھ وہ جن میں امام مذہب کا ایک قول ہوتا ہے اور ان کے اصحاب کا اختلاف ہوتا ہے، کچھ وہ جن میں خود امام مذہب کے کئی قول ہوتے ہیں، کچھ وہ جن میں امام اور اصحاب کا قول نہیں ملتا اور اقوال مشایخ مختلف ہوتے ہیں، ایک دوسرا فرق مسائل ظاہر الروایہ و مسائل نوادر کا ہوتا ہے۔

اسی طرح اسباب اختلاف میں بھی فرق ہوتا ہے مثلاً:

(۱)اختلاف بوجہِ قوتِ دلیل۔ (۲)اختلاف بوجہِ عصروزمان وغیرہ اسباب ستہ۔

ان سب کے باوجود اگر فقہاے مرجحین نے کسی ایک حکم کو اپنی نظرِ ثاقب سے طے کر دیا ہے تو ہم پر اسی کی پیروی واجب ہے أمّا نحن فعلينا اتباع ما رجّحوه و صحّحوه. بحر وغيره.

مگر جب ترجیح و تصحیح مختلف ہو تو مفتی کے لیے حکم الگ ہے اور اسباب ستہ میں سے کسی سبب کے تحت تبدیلیِ حکم کا فیصلہ دور مرجحین پر محدود نہیں بلکہ ہر دور میں جاری رہے گا۔

تفصیل شرح عقود رسم المفتی، نشر العَرف فی بناء بعض الاحکام علی

العُرف للعلامة الشامی، أجلی الاعلام أن الفتویٰ مطلقا علی قول الامام للامام احمد رضا قدس سرہ وغیرہ میں ہے۔

اس تمہید وتفصیل کے بعد جو سوالات پیش ہوئے اور بحث ومذاکرہ کے بعد جو جوابات طے ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:

سوال ① :- مسائل اجتہادیہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب:- اجتہادی مسائل وہ شرعی احکام ہیں جن کے بارے میں شریعت کی کوئی دلیل قطعی نہ ہو۔ یعنی جن کے بارے میں کتاب اللہ کی کوئی نص مفسَّر ومحکم اور سنتِ متواترہ ومشہورہ اور اجماع نہ ہو۔

- المستصفیٰ في علم الأصول لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي میں ہے:

و المجتهَد فيه هو كل حكم شرعي ليس فيه دليل قطعي. [۱]

یہی تعریف امام فخرالدین رازی کی کتاب "المحصول في علم أصول الفقه" میں بھی ہے۔[۲]

- بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی کی کتاب "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں ہے:

أجمع الصحابة على أنّ ما لا قاطع فيه محلُّ الاجتهاد.[۳]

- عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

(ثم المجتهَد فيه ما لا يكون مخالفا لما ذكرنا) من الكتاب و السنة المشهورة و الإجماع.[٤]

- بدائع الصنائع میں ہے:

قَامَ عليه "دليلٌ قطعيٌ" و هو النصُّ المفَسَّرُ مِن الكتاب الكريم أو الخبر المشهور و المتواتر و الإجماع. اهـ.[٥] و الله تعالى أعلم.

---

(۱) المستصفیٰ ج:۱، ص: ۳٤٥، دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولى، ۱٤۱۳هـ.

(۲) المحصول للرازي ج:٦، ص: ۲۷، الطبعة الثانية، موسسة الرسالة، بيروت، ۱٤۱۲هـ/ ۱۹۹۲ء

(۳) فواتح الرحموت، ج: ۲، ص: ۲۷۸، الأصل الثالث: الإجماع، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان

(٤) العناية شرح الهداية، ج: ٤، ص: ۱۸۷، كتاب أدب القاضي، باب كتاب القاضى إلى القاضي، فصل آخر، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(٥) بدائع الصنائع، ج: ۷، ص: ٦، كتاب آداب القاضي، فصل: و أما شرائط القضاء، بركات رضا، پوربندر، گجرات

سوال ۲ :- کیا عقائد میں اجماع اور مسائل اجتہادیہ میں اجماع کا درجہ و حکم ایک ہی ہے، یا دونوں میں کچھ فرق ہے؟

جواب:- اعتقادیات میں اجماع اور اجتہادیات میں اجماع کا درجہ و حکم کئی حیثیتوں سے الگ الگ ہے:

- اعتقادیات میں سکوت، دلیلِ رضا ہوتا ہے اور اجتہادیات میں دلیلِ رضا نہیں ہوتا، مگر یہ کہ خارج سے کوئی قرینہ رضا پر شاہد ہو۔
- اعتقادیات میں اجماع سے اختلاف کفر کلامی بھی ہوتا ہے اور کفر فقہی بھی اور ضلالت بھی، جب کہ اجتہادیات میں اجماع سے اختلاف کفر ہوتا ہی نہیں، نہ کلامی، نہ فقہی۔ ہاں! فسق و ضلالت ہوتا ہے۔
- اعتقادیات میں اجماع کی حجیت قطعی ہوتی ہے جب کہ اجتہادیات میں اجماع کے تحقق کی جو واقعی صورت ہے اس کے پیش نظر اس کی حجیت اختلافی و مجتہد فیہ ہے۔
- اعتقادیات میں اجماع قطعی بھی ہوتا ہے اور ظنی بھی۔ جب کہ اجتہادیات و فروع میں اجماع صرف ظنی ہوتا ہے۔

یہ فروق اعتقادیات اور اجتہادیات کے مختلف گوشوں کے پیش نظر بیان کیے گئے ہیں ورنہ بنیادی طور پر ان کے درمیان صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ اعتقادیات میں اجماع قطعی ہوتا ہے اور اس کی حجیت بھی قطعی ہوتی ہے، ظنی یا اجتہادی نہیں ہوتی۔ اس کے بر خلاف اجتہادیات میں اجماع ظنی ہوتا ہے اور اس کی حجیت بھی ظنی اور کبھی اجتہادی و اختلافی ہوتی ہے۔

اب اس فرق کا ثمرہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے کہ اعتقادیات میں سکوت دلیلِ رضا بنتا ہے اور اجتہادیات میں نہیں، اعتقادیات میں اجماع سے اختلاف کفر ہوتا ہے اور اجتہادیات میں نہیں۔

- اجماع کی خلاف ورزی بہر حال قابلِ نکیر ہے خواہ وہ اجماع مسائل اصلیہ اعتقادیہ میں ہو یا مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں ہو۔ البتہ اجماع کے مدارج مختلف ہیں، مثلاً کوئی، آیت اور خبرِ متواتر کی طرح قطعی ہوتا ہے اور کوئی خبر مشہور کی طرح اور کوئی اخبار آحاد کی طرح ظنی ہوتا ہے۔

اور مدارج کے اختلاف کے لحاظ سے نکیر کے مدارج بھی مختلف ہوں گے۔ مگر غیر اجماعی مسائل میں اگر کوئی فقیہ اپنی کسی دلیل کے باعث اختلاف کرے تو وہ ہر گز قابل نکیر نہیں۔

فواتح الرحموت بشرح مسلّم الثبوت میں ہے:

(قال فخر الإسلام: إجماع الصحابة كالمتواتر فيُكفّر جاحدُه ... و إجماع مَن

بعدهم كالمشهور، فيُضَلَّلُ جاحِده إلّا ما فيه خلاف) كالإجماع بعد استقرار الخلاف، فإنه يفيد الظن و (كالمنقول أحادًا) ... و الذي يظهر لهٰذا العبد في تقرير كلام هذا الحبر الإمام ... أنّ مقصوده قدس سره: أن الإجماع مطلقًا في القطعية كالأية و الخبر المتواتر ، و أصله أن يُّكَفَّر جاحده ؛ لأنه إنكارٌ لحكمٍ مقطوعٍ إلّا أنه لا يكفر لعروض عارض ، و أشار إليه بتقييده بقولهٖ في "الأصل"، و لذا لم يُكَفِّرِ الخوارج، ثم بَيَّنَ مراتبَ الإجماع:

● **فالأعلى في القطعية** إجماع الصحابة المقطوعُ اتفاقهم بتنصيص الكل بالحكم أو بدلالة توجب أنهم اتفقوا قطعًا و هذا ظاهر.

● **ثم إجماع مَن بعدهم**.

وجه الفرق أن الصحابة كانوا معلومين بأعيانهم فتعلم أقوالهم بالبحث و التفتيش ، فإذا أخبر جماعة عدد التواتر حصل العلم باتفاقهم قطعًا ، و أمّا من بعدهم فتكثّروا و وقع فيهم نوع من الانتشار فوقع شبهة في اتفاقهم، و احتمل أن يكون هناك مجتهد لم يطلع على قوله النّاقلون، لكن لما كان هذا الاحتمال بعيدًا لِعدم وقوع الانتشار كذلك مع كون الناقلين جماعة تكفي للعلم صار بمنزلة الخبر المشهور الذي فيه احتمال بعيد، و صار أدون درجة من إجماع الصحابة.

● ثم الإجماع الذي وقع بعد تقرر الخلاف السابق، حجيّته ظنية لاحتمال حياة القول السابق بالدليل.

● و كذا الإجماع المنقول أحادًا للاحتمال في ثبوته.

● و كذا الإجماع الذي وقع عن سكوت و لا قرينة تدلّ قطعًا على أن السكوت للرضا لاحتمال عدم الموافقة.

فصارت هذه للاحتمالات الثلاثة حجة ظنية كخبر الواحد الصحيح، و إلى هذا أشار بقوله: "و إذا صار الإجماع مجتهَدًا في السلف" يعني لا يكون على حجيته دليل قاطع لعدم ثبوت الاتفاق فيه قطعًا و هو الإجماع بعد استقرار الخلاف ، و الإجماع الأحادي و الإجماع السكوتي مع عدم دلالة الدليل على القاطع على كونه بالرضا فافهم.

(والكلُّ) من الإجماعات (مقدّم على الرأي) والقياسِ (عند الأكثر) من أهل الأصول؛ لأنه إمّا بمنزلة الخبر المتواتر أو المشهور أو الاٰحاد و الكلُّ مقدّم على الرأي.(۱)

امام ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح صحیح مسلم میں ہے:

العلماء إنّما ينكرون ما أجمع عليه، أمّا المختلف فيه فلا إنكار فيه؛ لأنّ على أحد المذهبين كلّ مجتهدٍ مصيبٌ. و هذا هو المختار عند كثير من المحققين أو أكثرهم. و على المذهب الآخر المصيب واحد والمخطي غير متعين لنا، والإثم مرفوع عنه.(۲) والله تعالى أعلم.

سوال ③ :- ترجیح، تصحیح یا فتویٰ مختلف ہو تو کب دونوں میں سے کسی بھی ایک پر عمل و فتویٰ کا اختیار ہوتا ہے؟ کچھ مثالوں سے وضاحت فرمائیں۔

جواب:- کسی مسئلے میں ترجیح، تصحیح یا فتویٰ مختلف ہو اور اسباب ترجیح میں سے کوئی بھی سبب نہ پایا جائے، یا اسبابِ ترجیح بھی یکساں قوت کے ہوں تو کسی بھی ایک پر مفتی کو عمل و فتویٰ کا اختیار ہوتا ہے۔

در مختار میں ہے:

إذا كان في المسألة قولان مصحّحان جاز الإفتاءُ و القضاءُ بأحدهما.(۳)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے قیود بیان کرتے ہوئے درج ذیل اسباب ترجیح ذکر فرمائے ہیں:

قوله (و في وقف البحر إلى آخره) و هذا محمول علىٰ :

۱- ما إذا لم يكن لفظ التصحيح في أحدهما اٰكد من الاٰخر كما أفاده ح. أي فلا يخير بل يتبع الاٰكد كما سيأتي. أقول: و ينبغي تقييد التخيير أيضًا .

---

(۱) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج: ۲، ص: ۳۰۳، ۳۰۴، الأصل الثالث، الإجماع، مسألة إنكار حكم الإجماع القطعي، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان

(۲) المنهاج شرح صحيح مسلم بر هامش مسلم، ج :۱، ص : ۵۱ ، مجلس بركات، مبارك پور.
شرح صحيح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۳، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، دار إحياء التراث العربي-بيروت ، الطبعة الثانية: ۱۳۹۲ھ

(۳) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار ، ج: ٦، ص : ٥٥٤، كتاب الوقف، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

۲- بما إذا لم يكن أحد القولين في المتون لما قدمناه اٰنفا عن البيري ، و لما في قضاء الفوائت من البحر من أنه إذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما وافق المتون أولى. اهـ.

۳ـ و كذا لو كان أحدهما في الشروح و الاٰخر في الفتاوى، لما صرّحوا به من أن ما في المتون مقدم على ما في الشروح، و ما في الشروح مقدم على ما في الفتاوى، لكن هذا عند التصريح بتصحيح كل من القولين أو عدم التصريح أصلا، أمّا لو ذكرت مسألة المتون ولم يصرّحوا بتصحيحها بل صرّحوا بتصحيح مقابلها فقد أفاد العلامة قاسم ترجيح الثاني؛ لأنه تصحيح صريح، و ما في المتون تصحيح التزامي، و التصحيح الصريح مقدّم على التصحيح الالتزامي أي التزامِ المتون ذِكرَ ما هو الصحيح في المذهب.

٤ - و كذا لا تخيير لو كان أحدهما قول الإمام والاٰخر قول غيره؛ لأنه لـمّا تعارض التصحيحان تساقطا، فرجعنا إلى الأصل و هو تقديم قول الإمام، بل في شهادات الفتاوى الخيرية: المقرَّر عندنا أنّه لا يفتى و يعمل إلا بقول الإمام الأعظم و لا يعدل عنه إلى قولهما أو قول أحدهما أو غيرهما إلّا لضرورة كمسألة المزارعة و إن صرّح المشايخ بأن الفتوى على قولهما؛ لأنه صاحب المذهب و الإمام المقدّم. اهـ.

و مثله في البحر عند الكلام على أوقات الصلاة ، و فيه من كتاب القضاء: يحلّ الإفتاء بقول الإمام، بل يجب و إن لم يعلم من أين قال. اهـ.

٥ - و كذا لو علّلوا أحدَهما دون الاٰخر كان التعليل ترجيحًا لِلمُعَلَّلِ، كما أفاده الرملي في فتاواه من كتاب الغصب.

٦ - و كذا لو كان أحدهما استحسانًا و الاٰخر قياسًا ؛ لأن الأصل تقديم الاستحسان، إلّا في ما استثني كما قدّمناه ، فيرجع إليه عند التعارض.

۷ - و كذا لو كان أحدهما ظاهر الرواية، و به صرّح في كتاب الرضاع من البحر حيث قال: الفتوى إذا اختلف كان الترجيح لظاهر الرواية. و فيه من باب المصرف: إذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية و الرجوع إليها.

۸ - و كذا لو كان أحدهما أنفع للوقف، لما سيأتي في الوقف و الإجارات أنه

يُفتىٰ بكل ما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه.

۹- و كذا لو كان أحدهما قول الأكثرين ، لما قدّمناه عن الحاوي.

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حکم مذکور کے اِن نو شرائط و قیود پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و الحاصل أنه إذا كان لأحد القولين مرجّح على الاٰخر ثم صحّح المشايخ كلّا من القولين ينبغي أن يكون المأخوذ به ما كان له مرجّح؛ لأن ذلك لم يزل بعد التصحيح فيبقى فيه ز يادة قوة لم توجد في الاٰخر ، و هٰذا ما ظهر لي من فيض الفتاح العليم.[۱]

یوں ہی اگر دو قولوں میں سے ایک اوسع اور دوسرا احوط ہو تو بھی مفتی کو حسب تقاضاے مصلحت دونوں میں سے کسی ایک قول کے اختیار کا حق ہوتا ہے۔

فتاوی رضویہ کے درج ذیل فتاویٰ سے اس پر روشنی پڑتی ہے:

(الف) "خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف ، قصر ، مد کی غلطی میں علماے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فتوی تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔ في الدر المختار: وزلة القاري لو في إعراب لا تُفسد و إن غير المعنى ، به يفتى ، بزاز ية."

ردالمحتار میں ہے:

"لا تفسد في الكل ، و به يفتى ، بزاز ية و خلاصة."

مگر علماے متقدمین و خود ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم در صورتِ فسادِ معنی، فسادِ نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقویٰ اور اسی پر عمل احوط و احریٰ۔

"في شرح منية الكبير: هو الذي صحّحه المحقّقون و فرّعوا عليه، فاعمل بما تختار ، و الاحتياط أولى ، سيّما في أمر الصلاة التي هي أول ما يحاسب العبد عليها."[۲]

(ب) "جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگاکر غور سے سننا اور خاموش رہنا فرض ہے

---

(۱) رد المحتار ، ج: ۱، ص : ۱۷۲ ، ۱۷۳ ، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۹۲، ۹۳، باب القراءۃ، سنی دار الاشاعت، مبارک پور، اعظم گڑھ

قال اللہ تعالیٰ: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝[1] علما کو اختلاف ہے کہ یہ استماع وخاموشی فرض عین ہے کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پر لازم ہے کہ ان میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکب حرام وگنہ گار ہوگا، یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہوکر خاموش بیٹھا سن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط، ثانی اوسع اور اول احوط ہے "[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ④ :- مسائل اجتہادیہ میں اختلاف کا حق کسی نوعِ مجتہد کے ساتھ خاص ہے یا کسی خاص باب، یا خاص مسئلے یا خاص صورت میں دوسرے کو بھی یہ حق ملتا ہے؟

جواب:- اجتہادی مسائل میں اختلاف تو نوع مجتہد کے ساتھ خاص ہے مگر فروعی وتحقیقی مسائل میں اختلاف نوع مجتہد کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ یہ اختلاف عموماً فقہاے مقلدین کے درمیان ہی پایا جاتا ہے اور اس کے شواہد بے شمار ہیں:

(**الف**) اصحاب تخریج وترجیح کی تخریجات وترجیحات میں اختلاف کا تعلق نوع مقلد سے ہی ہے۔

(**ب**) اصحاب تمییز نے اپنی کتابوں میں جن مسائل کا انتخاب فرمایا ہے ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ بھی اسی باب سے ہے۔

(**ج**) عصر حاضر کے فقہاے محققین کے درمیان دلائل شرعیہ کی بنیاد پر جو اختلافات واقع ہوئے وہ بھی غیر مجتہد فقہا کے ہی اختلافات ہیں، پھر فقہی فروعی اختلافات کا یہ سلسلہ دورِ اجتہاد کے بعد سے مسلسل چلا آرہا ہے جس پر کبھی امت کے افراد نے نکیر نہیں کی، نہ کسی پر طعن وتشنیع کی۔ تو ان کا یہ اتفاق اور تعاملِ عام اس کی اجازت ومشروعیت کی واضح دلیل ہے۔

(**د**) فتاوی رضویہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جو تَطَفُّلَات ذکر فرمائے ہیں وہ بھی بابِ اختلافات سے ہی ہیں اور ان میں کثیر مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق فقہاے غیر مجتہدین سے ہے جیسے علامہ ابن عابدین شامی، علامہ طحطاوی، بحر العلوم علامہ عبد العلی لکھنوی اور اس پایے کے دوسرے علما و فقہا رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالیٰ۔ واللہ تعالی أعلم.

سوال ⑤ :- علما کے باہمی اختلاف کا رحمت ہونا اور خاطی کا مستحقِ اجر ہونا صرف مجتہدین کے ساتھ خاص ہے یا غیر مجتہد علما کے باہمی اختلافات بھی رحمت ہیں اور خاطی مستحقِ اجر وثواب ہے یا معاملہ برعکس ہے؟

---

(۱) القرآن الكريم، الاعراف: ۷، الآية: ۲۰٤.

(۲) فتاوی رضویہ، ج: ۹، ص: ۱۶۷، رضا اکیڈمی، وج: ۱۰، نصف اول، مکتبہ رضا، بیسل پور

جواب: دورِ اجتہاد کے بعد فقہاے محققین میں جو اختلافات رونما ہوئے وہ بھی امت کے لیے باعثِ رحمت ہیں اور خاطی مستحقِ اجر ہے۔ دلائل یہ ہیں:

(الف) طلبِ علم کے کئی درجات ہیں اور تحقیق کے ذریعہ طلبِ حکمِ شرعی اس کا سب سے اونچا درجہ ہے اس لیے وہ نہ صرف مستحقِ اجر ہوگا بلکہ مستحقِ اجرِ عظیم ہونا چاہیے کہ کام جس قدر اہم اور مشقت طلب ہوتا ہے اس کا اجر بھی اسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔

مطلقاً طلبِ علم پر حدیثِ نبوی میں اجر و ثواب کا وعدہ ہے اور طلبِ حکمِ شرعی پر دوگنے اجر و ثواب کی بشارت، چناں چہ حدیثِ نبوی شاہد ہے:

عن واثلة بن الأسقع، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من طلب العلم فأدركه كان له كفلان من الأجر ، فإن لـم يدركه كان له كفل من الأجر. رواه الدارمي.

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو طلبِ علم میں رہے اور اسے اچھی طرح حاصل بھی کرلے، اس کے لیے اجر کے دو حصے ہیں اور اگر علم حاصل نہ کرسکے تو اس کے لیے اجر کا ایک حصہ ہے۔ یہ حدیث دارمی نے روایت کی۔[1]

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

(من طلب العلم فأدركهٗ) أي حصَّله وقيل: "أدركه" أبلغُ مِن "حصَّله" لأن الإدراك بلوغُ أقصى الشيء (كان له كفلان) نصيبان (من الأجر) أجرِ الطلب و أجرِ الإدراك كالمجتهد المصيب (فإن لم يُدركه كان له كفل من الأجر) كالمخطي، و نظيرُ ذٰلك الخبر الصحيح: "إذا اجتهد المجتهد فأصاب، فله أجران و إن أخطأ فله أجر واحد.اهـ"[2].

حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری کی اس تشریح سے عیاں ہوتا ہے کہ یہاں طالبِ علم سے مراد فقیہ غیر مجتہد ہے اور "ادراك" کے مفہوم "بلوغُ أقصى الشيء" سے تحقیقِ کامل کا پتہ چلتا ہے جس کا مطلب ہے "تحقیق میں طاقت بھر کوشش"۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقیہ محقق تحقیقِ حق پر دونے اجر کا حق دار ہے، جیسے فقیہ مجتہد دونے اجر کا حق دار ہوتا ہے اور اگر فقیہ محقق طاقت بھر کوشش کے باوجود

---

(۱) مشكاة المصابيح، ص:٣٦، كتاب العلم، الفصل الثالث، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) مرقاة المفاتيح، ج:١، ص:٤٦٨، كتاب العلم، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

تحقیقِ حق نہ کر سکے تو بھی فقیہ مجتہد کی طرح ایک ثواب کا حق دار ہوتا ہے۔

(ب) صاحبِ ہدایہ امام برہان الدین رُشدانی مَرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقۂ مجتہدین کے فقہا سے نہیں، عام طور پر آپ کا شمار ائمۂ ترجیح سے کیا گیا ہے، پھر بھی آپ کے قولِ ضعیف و شاذ پر بوقتِ ضرورت عمل کو تقلیدِ مذہبِ غیر سے احسن کہا گیا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"وقال العلامة الشامي في "الفوائد المخصصة" : صاحبُ الهداية مِن أجلِّ أصحاب الترجيح فيجوز للمبتلیٰ تقليده؛لأنّ فيما ذكرناه مشقة عظيمة **فجزاه الله تعالیٰ خير الجزاء** حيث اختار التوسيع والتسهيل الذي بنيت عليه هذه الشريعة الغرّاء السهلة السمحة. اه" (۱)

اصل مسئلے کی وضاحت اور ضروری تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد اول، ص: ۶۲، ۶۳ میں ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ صاحبِ ہدایہ کے قولِ شاذ پر خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ان کے حق میں دعا فرما رہے ہیں: فجزاه الله تعالیٰ خير الجزاء.

اور مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اسے نقل کر کے باقی رکھا، بلکہ مزید افادات سے بھی نوازا، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ فقیہ غیر مجتہد اپنی تحقیق پر اللہ عزوجل کی بارگاہ سے **خیر جزا** کا حق دار ہے جو بلا شبہہ **اجرِ عظیم** سے عبارت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیہ محقق کون ہے:

فقیہ محقق کا رتبہ "عالم" سے بڑھ کر ہے اور عالم کی تعریف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یوں فرمائی:

"جو عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے بغیر کسی کی مدد کے نکال سکے۔"(۲)

اور فقیہ محقق: وہ عالم دین ہے جس کی نظر مذہب کے اصول و فروع اور دلائل و حالاتِ زمانہ پر وسیع و دقیق ہو، ساتھ ہی عرصۂ دراز تک کسی مفتی محقق سے تربیت افتا حاصل کی ہو۔

---

(۱) الطراز المعلم فيما هو حدث من أحوال الدم مشموله فتاویٰ رضویہ، ج:۱، ص:۶۳، كتاب الطهارة، باب الوضوء، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲) احکام شریعت، حصہ دوم، ص: ۲۳۱، رضا اکیڈمی، ممبئی

❶ **مذہب کے اصول و فروع اور دلائل کی معلومات کے لیے** کتب مذہب کا وسیع مطالعہ

❷ اور **دِقّت نظر کے لیے ذہنِ ثاقب و تفقّہ**

❸ اور **در پیش مسائل پر اصول و فروع کے صحیح انطباق و تطبیق کے لیے** تربیت و تقویٰ

ضروری ہے۔

(۱) فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"علم الفتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیبِ حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔"(۱)

(۲) آج کے زمانے میں مفتی مجتہد تو ناپید ہیں۔ ہاں! مفتی ناقل ہیں اور وہ نہیں مگر جسے فقہ کا وافر حصہ ملا ہو۔ حفظِ مذہب، نقلِ مذہب، فہمِ مذہب رکھتا ہو، طبعاً صاحبِ فقاہت ہو، فکرِ سلیم اور ذہنِ ثاقب رکھتا ہو، خلافِ مروت امور اور اسبابِ فسق سے دور و نفور ہو کہ اکثر متاخرین کی رائے میں فاسق مفتی نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے مفتی سے فتویٰ پوچھنا جائز ہے۔ کیوں کہ فتویٰ امورِ دین سے ہے اور فاسق کی بات دیانت میں نامعتبر۔

شرح المهذب للإمام النووي میں ہے:

"شرط المفتي كونه مكلفا مسلما ، ثقة ، مامونا ، متنزّهاً عن أسباب الفسق و خوارم المروة، فقيهَ النفس، سليمَ الذهن، رصينَ الفكر."(۲)

"ينبغي أن يكون المفتي ظاهر الورع، مشهورا بالديانة الظاهرة والصيانة الباهرة."(۳)

درمختار میں ہے:

"و الفاسق لا يصلح مفتيا؛ لأن الفتوىٰ من أمور الدين والفاسق لايقبل قوله في الديانات."(٤)

---

(۱) فتاوی رضویہ، ج:۹، ص:۲۳۱، کتاب الحظر والاباحۃ، علم و تعلیم، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲) شرح المهذب ، ج:۱، ص:۷۰، دار الفكر، بيروت، لبنان

(۳) شرح المهذب ، ج:۱، ص:۷۰، دار الفكر، بيروت، لبنان

(٤) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار ج: ۸، ص: ۲۹، ۳۰، كتاب القضاء، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

البحر الرائق میں المجمع و شرح المجمع کے حوالے سے ہے:

"إن أولى ما يستنزل به فيض الرحمة الإلٰهية في تحقق الواقعات الشرعية طاعة الله عز وجل والتمسك بحبل التقوىٰ، قال الله تعالىٰ: وَاتَّقُوا اللّٰهَ [آل عمران: ۲۰۰]. وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ. [البقرة: ۲۸۲].(۱)

(۳) جو شخص فتویٰ دینے کا اہل نہیں، اسے فتویٰ دینا ناجائز و گناہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے: من أفتى بغير علم لعنته ملائكة السماوات والأرض. جو بے علم فتویٰ دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔(۲)

نیز فرماتے ہیں، ﷺ: أجرأكم على الفتيا أجرأكم على النار. تم میں سے جو شخص فتویٰ دینے پر زیادہ جرأت رکھتا ہے وہ دوزخ کی آگ پر زیادہ دلیر ہے۔(۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ⑥ :- فقہا میں جو اختلافات رونما ہوئے کیا ان میں صرف یہ ہوا کہ اَفقہ نے فقیہ سے اختلاف کیا، یا زیادہ تر ایسا ہوا ہے کہ فقیہ نے اپنے مساوی یا اَفقہ سے اختلاف کیا؟

جواب: فقہا میں جو اختلافات رونما ہوئے ان میں زیادہ تر ایسا ہوا ہے کہ فقیہ نے اپنے مساوی یا اَفقہ سے اختلاف کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ خصوصًا امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہما نے کثیر مسائل میں آپ سے اختلاف کیا یہاں تک کہ بہت سے مسائل میں ان ہی کے اقوال پر بعد کے مشائخ نے فتوے دیے اور تقریبًا بیس مسائل میں امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتاویٰ جاری ہوئے۔ ہدایہ، فتح القدیر، نہایہ، عنایہ، بحر الرائق، بدائع الصنائع، شرح وقایہ، درِ مختار وغیرہا اسفار میں اس کے بکثرت نمونے موجود ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے رسالہ

---

(۱) البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج: ٦، ص: ٢٨٦، كتاب القضاء، دار المعرفة، بيروت، لبنان

(۲) • تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف الميم/ محمد بن إسحاق المعروف بأخى العريف، ج: ٥٢، ص: ٢٠، رقم الترجمة: ٦٠٧٧، دار الفكر بيروت، طبع اول: ١٤١٥ھ/ ١٩٩٥م.
• الفقه و المتفقه للخطيب البغدادى، ج: ٢، ص: ٣٢٧، مطبوعه دار ابن الجوزي، سعوديه، طبع دوم: ١٤٢١ھ)، ما جاء من الوعيد لمن أفتى وليس هو من أهل الفتوى

(۳) سنن الدارمي، مقدمة/ باب الفتيا و ما فيه من الشدة، ج: ١، ص: ٦٩، رقم الحديث: ١٥٧، دار الكتاب العربي، بيروت، طبع اول: ١٤٠٧ھ

"الظفر لقول زفر" میں امام زفر کے مفتیٰ بہ اقوال شمار کیے گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ⑦ :- کسی دلیل یا اختلافِ عصر و زمان کی وجہ سے کسی فقیہ کا اپنے دور کے اَفقہ یا مساوی سے اختلاف، یا دورِ ماقبل کے اَفقہ سے اختلاف جائز ہوتا ہے یا نہیں ؟

جواب: کسی دلیل یا اختلافِ عصروزمان کی وجہ سے کسی فقیہ کا اپنے دور کے اَفقہ یا مساوی سے اختلاف یا دورِ ماقبل کے اَفقہ سے اختلاف جائز ہوتا ہے۔

خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دوسرے فقہاے صحابہ کا اختلاف، اکابر صحابہ سے اصاغر کا اختلاف، صحابہ سے تابعین کا، اور تابعین سے تبع تابعین وغیرہم کا اختلاف، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ سے امام محمد بن ادریس شافعی، اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ کا اختلاف، اساتذہ سے تلامذہ کا اختلاف، افضل سے مفضول کا اختلاف، اہلِ بیتِ اطہار سے دوسرے فقہاے صحابہ کا اختلاف، یہاں تک کہ آج کے فقہا کا اپنے پیش رَو فقہا سے اختلاف، اِس کے روشن دلائل ہیں۔ عمدۃ القاری، فتح الباری، بدایۃ المجتہد، جامع الترمذی، شرح صحیح مسلم، ہدایہ، شروحِ ہدایہ، المجموع شرح المہذب، المغنی، فواتح الرحموت بحث اجماع وغیرہا کتابوں میں جابجا اس کے شواہد پائے جاتے ہیں۔ اور یہ امر بھی نزاع و اختلاف سے بالاتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضروریاتِ دین
اور
ضروریاتِ اہلِ سنت کی وضاحت

☆- سوال نامہ
☆- فیصلے

سوال نامہ
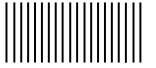
(۱) ضروریاتِ دین کی وضاحت
(۲) ضروریاتِ اہلِ سنت کی وضاحت

(۱) ضروریاتِ دین اور ضروریاتِ اہلِ سنت کی واضح تعریف کیا ہے؟

(۲) کن امور کا شمار ضروریاتِ دین میں ہوگا اور کن امور کا ضروریاتِ اہل سنت میں؟

(۳) ان دونوں کا الگ الگ حکم کیا ہے؟

فیصلہ (٦٦)

ضروریات دین کی وضاحت

علماے اسلام کی کتابوں اور مذاکرات میں ضروریات دین اور ضروریات اہل سنت کے الفاظ استعمال ہوتے رہتے ہیں، مگر ان کا تعارف کیا ہے اور ان کے مسائل و احکام کیا ہیں، اس سے بہت سے لوگ ناآشنا ہیں، اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ ان تمام امور کو یک جا کر کے اپنے دینی بھائیوں کو آگاہ کر دیا جائے۔ یہ معلومات سوال و جواب کی شکل میں حسب ذیل ہیں:

سوال ① :- ضروریات دین کی واضح اور جامع تعریف کیا ہے؟

جواب :- **ضروریات دین**: دین کے وہ احکام و مسائل جو قرآن کریم یا حدیث متواتر یا اجماع سے اس طرح ثابت ہوں کہ ان میں نہ کسی شبہہ کی گنجائش ہو، نہ تاویل کی کوئی راہ۔ اور ان کا دین سے ہونا خواص و عوام سبھی جانتے ہوں جیسے اللہ عزّ و جلّ کی وحدانیت، انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام کی نبوت و رسالت اور ان کی شان عظمت کا اعتقاد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا، وغیرہ۔

- فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

"المعلوم من الدين بالضرورة... **ضابطه** هو أن يكون قطعيا مشهورا بحيث لايخفىٰ على العامة المخالطين للعلماء بأن يعرفوه بداهة من غير افتقار إلى نظر واستدلال" . [1]

(١) الفتاوى الحديثية لأحمد بن حجر الهيتمي المكي، ص: ١٤١، دار الفكر، بيروت، وص:٤٧٥، طبعة مصطفى الحلبي الثانية، بيروت، لبنان

● فتاویٰ شامی میں ہے:

”وصرح أيضا بأن ما كان من **ضروريات الدين** وهو ما يَعرِف الخواصُ والعوام أنه من الدين كوجوب اعتقاد التوحيد والرسالة والصلواتِ الخمس وأخواتِها يكفر منكره،وما لا فلا كفساد الحج بالوطء قبل الوقوف وإعطاءِ السدسِ الجدةَ ونحوِه أي مما لا يَعرِف كونَه من الدين إلا الخواصُ.“[1]

● التقرير والتحبیر میں ہے:

”ماكان من ضروريات الدين أي دين الإسلام وهو مايعرِفه منه الخواصُ والعوام من غير قبولٍ للتشكيك كوجوب اعتقاد التوحيد والرسالة ووجوب الصلوات الخمس وأخواتِهامن الزكاة والصيام والحج“.[2]

● المعتقد المنتقد میں ہے:

”قيل: الإيمان هو التصديق بالقلب فقط أي قبولُ القلب وإذعانُه لِمَاعُلم بالضرورة أنه من دين محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بحيث يَعلمه الخاصة والعامّة من غير افتقار إلى نظر واستدلال.“ [3]

● حاشیہ چلپی علیٰ شرح العقائد میں ہے:

”ما اشتهر كونه من الدين بحيث يعلمه العامّة بلا دليل كوحدة الصانع ووجوب الصلوٰة وحرمة الخمر حتى لو لم يُصَدِّق بوجوب الصلوٰة مثلا عند سؤالـها فهو كافر عند الجمهور.“[4]

● الصارم الربانی میں ہے:

”مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔اول **ضروریاتِ دین**: جن کا منکر کافر، ان کا ثبوت

---

(۱) رد المحتار، ج : ۲، ص : ٤٤٠، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في منكر الوتر والسنن أو الإجماع، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) التقرير والتحبيرعلى تحرير الكمال بن الهمام ،ج : ۳، ص : ۱٥۱، دار الفكر، بيروت، سنة النشر : ۱٤۱۷ھ - ۱۹۹٦م..

(۳) المعتقد المنتقد ، ص: ۱۹٤، المجمع الإسلامي، مبارك پور.

(٤) حاشية چلپي على شرح العقائد ، ج:۳،ص :۱٤٥.

قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات، واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے، جن میں نہ شبہے کی گنجائش، نہ تاویل کو راہ"۔[۱]

● بہار شریعت میں ہے :

"**ضروریاتِ دین** وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں، جیسے اللہ عزّوجلّ کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہا۔ مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، حضور (ﷺ) کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔"[۲]

● مسئلۂ دائرہ میں خواص و عوام سے کون مراد ہیں؟

خواص سے مراد علمائے کرام ہیں اور عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو علمائے کرام کی صحبت میں رہتے ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ وہ کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح طور سے نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کرے گا، البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے، ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔[۳]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

أقول: المراد العوام الذين لهم شغل بالدين و اختلاط بعلمائه، و إلا فكثير من جَهَلة الأعراب لا سيّما في الهند و الشرق لا يعرفون كثيرًا من الضروريات، لابمعنى أنهم لها منكرون، بل هم عنها غافلون.[٤]

---

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، مشمولہ فتاوی حامدیہ، ص:۱۳۴، جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

(۲) بہار شریعت، حصہ اول، ص: ۱۷۲، ۱۷۳، مکتبۃ المدینہ

(۳) بہار شریعت، حصہ اول، ص: ۱۷۲، ۱۷۳، مکتبۃ المدینہ

(٤) فتاوی رضویہ، غیر مترجم، ج: ۱، ص: ٦، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء، رضا اکیڈمی، ممبئی

سوال ۲ :- کن امور کا شمار ضروریات دین میں ہوگا؟

جواب:ضروریات دین کی مثالیں[عقائد سے متعلق]:

◉ اللہ جلّ شانہٗ کا ایک ہونا ◉ ذات وصفات میں شریک سے پاک ہونا ◉ بے عیب ہونا ◉ اس کی ذات کا واجب الوجود ہونا ◉ تنہا عبادت کا مستحق ہونا ◉ الوہیت میں منفرد ہونا ◉ قدیم ہونے میں منفرد ہونا ◉ تخلیق یعنی ممکنات کی ایجاد میں منفرد ہونا ◉ بے مثل ہونا ◉ رحیم ◉ خبیر ◉ لم یَلِد ◉ لم یولَد ◉ حی ہونا ◉ قیوم ہونا ◉ علم والا ہونا ◉ اللہ تعالیٰ کے علم کا جزئیات وکلیات کو محیط ہونا◉ قدرت والا ہونا ◉ ارادہ والا ہونا ◉ قدیم ◉ سمیع ◉ بصیر ◉ متکلّم ہونا ◉ رب العالمین ہونا ◉ آسمانی کتابیں نازل کرنا ◉ رسولوں کو بھیجنا ◉ تمام رسولوں پر ایمان لانا ◉ فرشتوں کے وجود پر ایمان رکھنا ◉ مردوں کو زندہ کرنا ◉ جزاو سزا کے لیے حشر ونشر ہونا ◉ مومنوں کے لیے خلود فی الجنۃ[۱] ◉ کافروں کے لیے خلود فی النار[۲] ◉ دنیا کا حادث ہونا ◉ اللہ تعالیٰ کا اجسام کے مانند جسم سے پاک ہونا ◉ اس پر ایمان رکھنا کہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں ◉ وہ مخلوق کی مشابہت سے منزّہ ہے ◉ اس میں تغیّر نہیں آسکتا ◉ اسے مقدار عارض نہیں ◉ وہ شکل سے منزّہ ہے◉ اس کا مکان اور جگہ سے پاک ہونا ◉ اس پر ایمان رکھنا کہ اللہ جلّ شانہٗ کا علم ذاتی ہے ◉ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بعض غیوب کا علم عطافرمایاہے ◉ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا علم دوسروں سے زائد ہے ◉ ابلیس کا علم معاذاللہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے ہرگز وسیع نہیں ◉ جو علم اللہ جلّ شانہٗ کی صفتِ خاصہ ہے، وہ ہرگز ابلیس لعین کے لیے نہیں ہوسکتا ◉ سرکار علیہ الصّلاۃ والسلام کے علم کو بچے، پاگل کے علم سے تشبیہ دینا سرکار کی توہین ہے ◉ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ہیں◉ وہ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا ◉ وہ تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں ◉ قرآن کریم کو کلام الٰہی جاننا ◉ قرآن کریم کو کامل ماننا، یعنی جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح محفوظ ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے ◉ انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو دوسرے تمام انسانوں سے افضل ماننا ◉ جنت اور اس کی نعمتیں ◉ دوزخ اور اس کے عذاب ◉ احکام میں نسخ واقع ہونا ◉ تعظیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ◉ مسجد حرام سے بیت المقدس تک سفر معراج کا اعتقاد رکھنا ◉ انبیاے کرام کا صاحب معجزات ہونا ◉ مسلمان کو

---

(۱) خلود فی الجنۃ : جنت میں ہمیشہ رہنا۔

(۲) خلود فی النّار : جہنم میں ہمیشہ رہنا۔

مسلمان جاننا ○ کافر کو کافر جاننا ○ اس پر یقین رکھنا کہ وحیِ الٰہی کا نزول، کتب آسمانی کی تنزیل، جن و ملائکہ ، قیامت و بعث، حشر و نشر ،حساب و کتاب ، ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں ○ نبی کو ولی سے افضل جاننا ○ اجماع کو حجت ماننا○ قیاس وفقہ کو حجت ماننا۔ وغیرہ یہ تمام عقائد ضروریات دین سے ہیں۔

ضروریات دین کی مثالیں [اعمال سے متعلق]:

● جنابت سے غسل کا واجب ہونا ○ پانی دستیاب نہ ہونے پر تیمم کا واجب ہونا ○ پیشاب، پاخانہ جیسی چیزوں سے وضو کا ٹوٹنا ○ پنج وقتہ نمازوں کا وجوب ○ پنج وقتہ نمازوں کی رکعات ○ نماز میں رکوع و سجدہ جیسے ارکان کا واجب ہونا ○ قصداً حدث کے سبب نماز کا ٹوٹنا ○ شرائطِ جمعہ سے نماز جمعہ کا واجب ہونا ○ جانور، فصل اور نقود[1] میں زکات کا وجوب ○ روزۂ رمضان کا وجوب ○ صاحب استطاعت پر حج کا وجوب ○ خرید وفروخت کی حلت ○ اقرار پر مواخذہ○ اجارہ کی حلت ○ وقف کی حلت ○ ہدیہ کی حلت ○ ہبہ کی حلت ○ صدقہ کی حلت ○ رشتہ داروں میں وراثت جاری ہونا ○ قرآن پاک میں ذوی الفروض کے مقررہ حصے ○ نکاح کی حلت ○ طلاق کی حلت ○ قصاص ودیت کا نفاذ ○ قتل مرتد کا حلال ہونا ○ شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے کی حلت ○ غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے لگانے کی حلت ○ چور کے ہاتھ کاٹنے کی حلت ○ اللہ کی قسم کھانے کی حلت ○ امامت وخلافت ○ غلام آزاد کرنے کی حلت ○ حالتِ حیض ونفاس میں قصداً وطی کرنے کی حرمت ○ بلا وضو نماز پڑھنے کی حرمت ○ رمضان کے روزے کی حالت میں جماع کی حرمت ○ ربا کی حرمت ○ غصب کی حرمت ○ محارم نسبیہ، محارم صہریہ، محارم رضاعیہ سے نکاح کی حرمت ○ تین طلاق والی عورت کا شوہر پر حرام ہونا ○ بیٹی اور اس کی ماں سے ایک ساتھ نکاح کی حرمت ○ ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح کی حرمت ○ ناحق قتل کی حرمت ○ زنا کی حرمت ○ لواطت کی حرمت ○ چوری کی حرمت ○ خمر کی حرمت ○ جوے کی حرمت ○ عدم اضطرار کی حالت میں مردار کھانے کی حرمت ○ جھوٹی گواہی دینے کی حرمت ○ غیبت کی حرمت ○ چغلی کی حرمت ○ ایذاے مسلم کی حرمت ○ مس وتقبیلِ اجنبیہ کا معصیت ہونا ○ درود خوانی کی خوبیاں ○ تلاوت قرآن کریم کی خوبیاں ○ کھانا کھلانے کی خوبیاں ○ صدقات وخیرات کی خوبیاں ○ بیوی کی وراثت کا حکم ○ نکاح ثانی کی اباحت ○ کذب کی

---

(۱) نقود : نقد کی جمع، سونا، چاندی، روپے، پیسے۔

حرمت ○ وغیرہ اعمال ضروریات دین سے ہیں۔

سورۂ نمل میں اللہ عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے:

” وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ “(۱)

سورۂ فاتحہ میں ارشاد ہے:

” اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ “(۲)

سورۂ اخلاص میں ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۙ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠ (۳)

سورۂ بقرہ میں ہے:

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ (٤)

* فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

منها (أي من ضرور يات الدين) في الاعتقادي: وحدانية الله تعالىٰ وتفرُّده بالألوهية وتنزُّهه عن الشريك، وسماتِ الحادثات كالألوان، وتفرُّدُه باستحقاق العبودية على العالمين و بإيجاد الخلق، وحياتُه وعلمه وقدرته وإرادته وإنزاله الكتبَ و إرسالُه الرسلَ، وأن له عبادا مكرمين وهم الملائكة، و أنه يُحيي الموتى ويحشُرهم إلى دار الثواب والعقاب، و أن المؤمنين مخلدون في الجنة والكافرين مخلدون في النار، وأن العالم حادث وأنه تعالىٰ محيط بالجزئيات كالكليات، وغيرُ ذٰلك من كل خبر نص عليه القرآن والسنة المتواترة نصا لا يحتمل التأويل أو اجتمعت الأمة على أن ذٰلك هو معناه، وعُلم من الدين بالضرورة.

ومنها: في العملي: وجوبُ الوضوء والغسل من الجنابة، والتيممُ، وانتقاضُ الطهارة بنحو البول، وحصولُ الجنابة بنحو الجماع والحيض، ووجوبُ الصلوات الخمس وعددُ ركعاتها، ووجوبُ نحو الركوع والسجود فيها وبطلانُها بتعمد نحوالحدث ووجوبُ

---

(۱) القرآن الكريم، سورة النمل، الآية: ۳۰.

(۲) القرآن الكريم، سورة الفاتحة، الآية: ۱.

(۳) القرآن الكريم، سورة الإخلاص، الآية: ۱ـ٤.

(٤) القرآن الكريم، سورة البقرة، الآية: ۲۵۵.

الجمعة بشروطها، ووجوبُ الزكاة في الأنعام والزرع والنقود دون التجارة... ووجوبُ صوم رمضانَ والحجِ والعمرة على من استطاعهما، وحِلُّ البيع والمؤاخذةُ بالإقرار وحِلُّ الأخذ بالشفعة، وحِلُّ الإجارة والاعتدادُ بالوقف والهبة والصدقة والهدية، وحصولُ التوارث بين الأقارب، وأقدارُ الأنصباء المذكورة في القرآن لذوي الفروض، وحِلُّ النكاح ووقوعُ الطلاق وجريانُ القَوَد أو الدية، وحِلُّ قتل المرتد ورجمِ الزاني المحصن وجَلدِ غيره، وقطعِ السارق، ... والحلفِ بالله سبحانه وتعالى، وتولي الإمامة العظمى، والعَتاقِ ونفوذِه، وتحريمُ تعمّد الوطء في الحيض والنفاس، والصلاةِ بنحو غير وضوء والجماعِ في نهار رمضانَ بخلافه في الحج ، وتحريمُ الربا والغصب والمكس، ونكاحِ المحارم بالنسب أو الرضاع أو المصاهرة، والجمعِ بين نحو الأم وابنتها والأختين في النكاح، وتحريمُ المطلقة ثلاثا وقتلِ النفس بغير الحق، والزنا واللواط ولو في مملوكه ... والسرقةِ وشرب الخمر والقمار وأكل الميتة في حال الاختيار، وشهادة الزُور والغيبة والنميمة وإيذاء المسلمين ونحو ذلك.

فالاعتقادي بأقسامه السابقة والعملي بأقسامه الثلاثة؛ يعني ما قلنا إنه واجب أو حلال أو حرام معلوم من الدين بالضرورة من حيث أصل كل منها، وإن وقع خلاف في بعض تفاصيل صور من العملي.(۱)

❋ فتاویٰ رضویہ میں ہے :

”روافض میں جو ضروریاتِ دین سے کسی امر کا منکر ہو، مثلا قرآن عظیم کو بیاض عثمانی کہے، اس کے ایک لفظ، ایک حرف، ایک نقطے کی نسبت گمان کرے کہ معاذاللہ صحابۂ کرام یا ہم اہل سنت، خواہ کسی شخص نے گھٹادیا، بڑھادیا، بدل دیا، یا حضرت جناب امیرالمومنین مولیٰ علی کرّم الله وجهه الكريم خواہ دیگر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کل یا بعض سے افضل

(۱) الفتاوى الحديثية،ج : ۱، ص: ۱٤۱، ۱٤۲، مطلب في أنه لا بد فى الواجبات التفصيلية من التصديق بها إن علمها جميعها، دار الفكر ،بيروت، لبنان

بتائے، قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مثل مرتدین کے ہے۔"[۱]

* تفسیرات احمدیہ میں ہے :

"إن المعراج إلى المسجد الأقصىٰ قطعي، ثابت بالكتاب وإلى سماء الدنيا ثابت بالخبر المشهور وإلى مافوقه من السمٰوات ثابت بالآحاد، فمنكر الأول كافر البتة ومنكر الثاني مبتدع مضل ومنكر الثالث فاسق." [۲]

● بہار شریعت میں ہے:

"مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذاللہ کفر پر ہوا، تاوقتے کہ اس کے خاتمہ کا حال دلیلِ شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کُفر میں شک کیا جائے، کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔ خاتمہ پر بِنا روزِ قیامت اور ظاہر پر مدار حکمِ شرع ہے، اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا نصرانی یا بُت پرست مر گیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کفر پر مرا، مگر ہم کو اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا حکم یہی ہے کہ اُسے کافر ہی جانیں، اس کی زندگی میں اور موت کے بعد تمام وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لیے ہیں، مثلاً میل جول، شادی بیاہ، نمازِ جنازہ، کفن دفن، جب اس نے کفر کیا تو فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علمِ الٰہی پر چھوڑیں، جس طرح جو ظاہراً مسلمان ہو اور اُس سے کوئی قول و فعل خلافِ ایمان نہ ہو، فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں، اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔" [۳]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

" **اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے** ٥ **سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف**، کسی طرح، کسی بات میں اصلاً احتیاج نہیں رکھتا ٥ **مخلوق کی مشابہت سے منزّہ ہے** ٥ اس میں تغیر نہیں آسکتا، ازل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے

---

(۱) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۵، ص:۴۴۱، رضا اکیڈمی وفتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۱۱، ص: ۶۹۱، برکات رضا، پوربندر، گجرات

(۲) تفسیرات احمدیه، تحت الآية : سبحان الذي أسرىٰ بعبده الخ، ص: ۳۲۸.

(۳) بہار شریعت، ج:۱، حصہ اول، ص:۱۸۵، ۱۸۶، مکتبۃ المدینہ۔

ایک طور پر ہو، پھر بدل کر اور حالت پر ہو جائے ۝ وہ جسم نہیں، جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں ۝ **اُسے مقدار عارض نہیں** کہ اِتنا یا اُتنا کہہ سکیں، لمبا چوڑا یا دَلدار موٹا یا پتلا یا ناپ، یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں ۝ **وہ شکل سے منزّہ ہے**، پھیلا یا سمٹا گول یا لمبا، تکونا یا چوکھونٹا، سیدھا یا ترچھا، یا اور کسی صورت کا نہیں ۝ حد و طرف و نہایت سے پاک ہے اور اس معنی پر نامحدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو، بلکہ یہ معنی کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے، غرض نامحدود کہنا نفی حد کے لیے ہے، نہ اثبات مقدار بے نہایت کے لیے ۝ وہ کسی چیز سے بنا نہیں ۝ اس میں اجزا یا حصے فرض نہیں کر سکتے ۝ جہت اور طرف سے پاک ہے۔ جس طرح اُسے دہنے بائیں، یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنی پر آگے، پیچھے یا اُوپر بھی ہرگز نہیں ۝ وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو ۝ کسی مخلوق سے جُدا نہیں کہ اُس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو ۝ **اُس کے لیے مکان اور جگہ نہیں** ۝ اُٹھنے، بیٹھنے، اُترنے، چڑھنے، چلنے، ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات سے منزّہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہ بے شمار ہیں یہ پندرہ کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدۂ اولیٰ ہے کہ تمام مطالب تنزیہ کا حاصل و خلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزّ و جلّ کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد ہوئی۔ آیات تسبیح خود کس قدر کثیر و وافر ہیں۔ و قال تعالیٰ: اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔ و قال تعالیٰ: فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔ و قال تعالیٰ: فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ بے شک اللہ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔ و قال تعالیٰ: لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ و قال تعالیٰ: هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔ و قال تعالیٰ: وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں، یہ آیات محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنیٰ میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقّت و اشکال نہیں، جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے بے تغییر و تبدیل، بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریات دین اسلام سے ہے۔“[۱]

---

(۱) قوارع القهار على المجسمة الفجار، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۲۲۰، ۲۲۱، رضا اکیڈمی، ممبئی

● اسی میں دوسری جگہ ہے:

" علم غیب ذاتی کہ اپنی ذات سے بے کسی کے دیے ہوئے اللہ عزّ وجلّ کے لیے خاص ہے۔ اُن آیتوں میں یہی معنیٰ مراد ہیں کہ بے خدا کے دیے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ کے بتائے سے انبیا کو معلوم ہونا ضروریات دین سے ہے۔"(۱)

● اور اسی میں آگے ہے:

"جو شخص شیطان کے علم کو زیادہ بتاتا ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے وہ کافر ہے۔"(۲)

● اور اسی میں ہے:

" جو کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب مطلقًا نہ تھا یا حضور کا علم اور سب آدمیوں کے برابر ہے وہ کافر ہے۔"(۳)

● ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں ہے:

"بہت سے صغائر ایسے ہیں جن کا معصیت ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، مثلاً اجنبیہ سے مس و تقبیل، صغیرہ ہے "اِلَّا اللَّمَمَ" میں داخل ہے، اگر حلال جانے کافر ہے۔"(٤)

● المعتقد المنتقد میں ہے:

"فما كان ثبوته ضرورة عن نقل اشتهر وتواتر فاستوىٰ معرفة الخاص والعام استو يا فيه كالإيمان برسالته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وبماجاء به من وجود الله أي وجوب وجود ذاته المقدسة سبحانه ، وانفرادِه باستحقاق العبودية على العٰلمين؛إذ هو مالكهم؛ لأنه الذي أوجدهم من العدم،وهذا الانفراد هو معنىٰ نفي الشريك في استحقاق العبودية ، وهو معنىٰ التفرد بالألوهية،ومايلزمه من الانفراد بالقدم ،وما يُعلم منه الانفرادُ بالقدم من انفراده تعالىٰ بالخلق أي إيجاد الممكنات؛ لأنه الدليل علىٰ وجوب وجوده ، وانفرادِه بالقدم ،وما يلزم الانفراد بالخلق من كونه حيا عليما

(۱) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۳۶، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۲) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۳۶، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(۳) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۹۸، رضا اکیڈمی، ممبئی۔
(٤) ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص:۳۱، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

قديرا مر يدا، وما جاء به من أن القرآن كلام الله ، وما يتضمنه القرآن من الإيمان بأنه تعالىٰ متكلم سميع عليم مُرسِلُ رُسلٍ قصّهم علينا، ورسلٍ لم يقصصهم،منزل الكتب،وله عباد مكرمون،وهم الملائكة، وأنه فرض الصوم والصلوٰة والحج والزكوٰة،وأنه يحيي الموتىٰ ،وأن الساعة آتية لاريب فيه ،وأنه حرم الربا والخمر والقمار ونحو ذٰلك مما جاء مجيء هذا مما تضمنه القرآن،أو تواتر من أمور الدين ،فكل ذٰلك لا يختلف فيه حال الشاهد والغائب."(۱)

- فتاویٰ رضویہ میں "ارشاد الساری" کے حوالہ سے ہے:

"النبي أفضل من الولي وهو أمر مقطوع به والقائل بخلافه كافر ؛لأنه معلوم من الشرع بالضرورة "۔یعنی نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے؛کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔"(۲)

- فتاویٰ رضویہ ہی میں ہے:

"حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخرِ جمیع انبیا و مرسلین بلا تاویل وبلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہہ کو بھی راہ دے کافر، مرتد، ملعون ہے"۔(۳)

- اسی میں دوسری جگہ ہے:

"اور ائمہ کرام وعلمائے اعلام حجیتِ اجماع کو ضروریاتِ دین سے بتاتے اور مخالفت اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں، مواقف عضد الدین و شرح مواقف علامہ سید شریف مطبوعہ استنبول جلد اول میں ہے: كون الإجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين۔" (٤)

---

(۱) المعتقد المنتقد ،ص : ۲۱۰، ۲۱۱، المجمع الإسلامي، مبارك پور.

(۲) ردّ الرفضة مشمولہ فتاوی رضویہ غیر مترجم، ج:۱۰ص: ۵۲۴، رضا اکیڈمی، ممبئی ورد الرفضۃ، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۱۴،ص: ۲۶۳، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔

(۳) المبین ختم النبیین ، مشمولہ فتاوی رضویہ غیر مترجم، ج:٦، ص:۵۷، رضا اکیڈمی، ممبئی و مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۳۳۳، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔

(٤) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:٦، ص:۳۵، کتاب السیر، رضا اکیڈمی، ممبئی، فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۱۴، ص:۲۸۸، کتاب السیر، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔

● اسی میں آگے ہے:

"وقوع نسخ بلاشبہہ قطعیات سے ثابت، بلکہ باعتبار شرائع سابقہ ضروریاتِ دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔"(۱)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"خمر کی حرمت قطعیہ، بلکہ ضروریاتِ دین سے ہے، اس کے ایک قطرہ کی حرمت کا منکر قطعًا کافر ہے"۔(۲)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"وراثتِ زوجہ بلاشبہہ ضروریاتِ دین سے ہے جس پر تمام فرقِ اسلام کا اجماع اور ہر خاص وعام کو اس کی اطلاع، تو مطلقًا اس کا انکار یعنی یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت ہی نہیں صریح کلمہ کفر ہے۔"(۳)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

" نبوت مطلقًا ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجہ افضل ہے، کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اُس کی نبوت سے۔ اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں۔ پہلی بات ضروریات دین سے ہے اس کا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتیٰ کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے۔"(۴)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"رد المحتار میں شرح تحریر علامہ ابن ہمام سے منقول: لا خلاف في كفر المخالف في ضرور يات الإسلام من حدوث العالم و حشر الأجساد و نفي العلم بالجزئيات و إن كان من أهل القبلة المواظب طول عمره على الطاعات."(۵)

---

(۱) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۶، ص:۴۸، کتاب السیر، رضا اکیڈمی، ممبئ، فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۱۴، ص: ۳۱۶، کتاب السیر، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

(۲) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۲۵، ص: ۲۰۷، کتاب الأشربہ، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

(۳) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۱۲، ص:۱۷۴، کتاب الطلاق، برکات، رضا، پور بندر، گجرات۔

(۴) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۷۰، کلام، رضا اکیڈمی، ممبئ۔

(۵) مقامع الحديد على خدّ المنطق الجديد مشمولہ فتاوی رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۲۷۸، رضا اکیڈمی، ممبئ۔

● فتاوی رضویہ میں ہے:

” الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد **انکار ضروریات** کہاں، مثلاً:

(۱) جو اس قرآن مجید کو جو بفضلِ الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود، ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، عیاذًا باللہ بیاضِ عثمانی بتائے، اس کے ایک حرف یا ایک نقطہ کی نسبت صحابہ یا اہل سنت یا کسی شخص کے گھٹانے یا بڑھانے کا دعوٰی کرے۔

(۲) یا احتمالاً کہے شاید ایسا ہوا ہو۔

(۳) یا کہے مولیٰ علی یا باقی ائمہ یا کوئی غیر نبی انبیاے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔

(۴) یا کہے باری تعالیٰ کبھی ایک حکم سے پشیمان ہوکر اسے بدل دیتا ہے۔

(۵) یا کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا ”تعالی اللہ عمّا یقول الظّٰلمون علوا کبیرا.“

(۶) یا دامن عفت مأمن، طیب اطیب، اعطر اطہر، حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالی علیٰ زوجھا الکریم وابیھا وعلیھا وبارك وسلم کے بارے میں اس افک مبغوض، مغضوب، ملعون کے ساتھ اپنی ناپاک زبان آلودہ کرے۔

(۷) یا جو نجدی وہابی حضور پر نور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کوئی مثل آسمان میں یا زمین میں، طبقات بالا میں یا زیریں میں موجود مانے، یا کہے کبھی ہوگا، یا شاید ہو، یا ہے تو نہیں مگر ہو جائے تو کچھ حرج بھی نہیں۔

(۸) یا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کرے۔

(۹) یا کہے آج تک جو صحابہ تابعین خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین سمجھتے رہے خطا پر تھے، نہ پچھلا نبی ہونا حضور کے لیے کوئی کمال، بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں جو میں سمجھا۔

(۱۰) یا حضور اقدس مالک و معطی جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اور حضرت سیدنا و مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسمائے کریمہ طیبہ لکھ کر کہے یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

(۱۱) یا حضور فریاد رس بیکساں حاجت روائے دو جہاں صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے استعانت کو برا کہہ کر یوں ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ کا ہو رہا اسے دوسرے بادشاہ سے بھی کام نہیں رہتا پھر کیسے ـــــ کا کیا ذکر ہے اور یہاں دو ناپاک قوموں کے نام لکھے۔

(۱۲) یا ان کے مزار پر انوار کو فائدہ زیارت میں کسی پادری کافر کی گور کے برابر ٹھہرائے، اشد مقت اللہ علی قومہ۔

(۱۳) یا اس کی خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے۔

(۱۴) یا کہے مرکر مٹی میں مل گئے۔

(۱۵) یا ان کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم الی غیر ذٰلك من الخرافات الملعونة.

(۱۶) یا کوئی نیچری نئی روشنی کا مدعی مسلمانوں کی جنت کو معاذاللہ رنڈیوں کا چکلہ کہے۔

(۱۷) یا نارِ جہنم کو الم نفسانی سے تاویل کرے۔

(۱۸) یا وجود ملائکہ علیہم السلام کا منکر ہو۔

(۱۹) یا کہے ہم بانی اسلام کو برا کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

(۲۰) یا نصوص قرآنیہ کو عقل کا تابع بتائے کہ جو بات قرآن عظیم کی قانون نیچری کے مطابق ہوگی مانی جائے ورنہ کفر جلی کے روئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی۔

(۲۱) یا کوئی جھوٹا صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہوجاتا ہے تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہوجاتی ہیں یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا اسے راستہ سے کیا کام۔[1]

(۲۲) یا کہے یہ رکوع وسجدہ تو محجوبوں کی نماز ہے، محبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت، ہماری نماز ترک وجود ہے۔

(۲۳) یا یہ نماز، روزہ تو عالموں نے انتظام کے لیے بنالیا ہے۔

(۲۴) یا کہے مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجھہ اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے اور انبیاے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کوئی خدا کا محبوب نہ تھا۔

(۲۵) یا اس (جھوٹے صوفی) کے جلسہ میں لاالٰہ الااللہ فلان رسول اللہ اسی مغرور (صوفی) کا نام لے کر کہا جائے اور وہ اس پر راضی ہوجائے۔

---

(۱) ''جھوٹا صوفی'' جو صوفی نہ ہو اور صوفی بنے، یہ لوگ اپنے کو عارف باللہ جتاتے اور تکالیف شرعیہ نماز، روزہ، وغیرہ سے اپنے کو بے نیاز کہتے ہیں ایسے صاحبِ ہوش وخرد کے لیے یہ حکم ہے۔ ۱۲ مرتب غفرلہ

یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں، ھداھم اللہ تعالیٰ الی الصراط المستقیم اٰمین ۔"(۱)

● فتاوی رضویہ میں ہے:

" جو حضراتِ شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، خواہ ان میں سے ایک کی شانِ پاک میں گستاخی کرے اگر چہ صرف اسی قدر کہ انھیں امام و خلیفۂ برحق نہ مانے کتب معتمدہ، فقہ حنفی کی تصریحات اور عامۂ ائمۂ ترجیح و فتویٰ کی تصریحات پر مطلقًا کافر ہے۔

در مختار مطبوعہ مطبع ہاشمی، ص:۶۴ میں ہے: إن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورةً كفر بها كقوله : إنّ الله تعالىٰ جسم كالأجسام و إنكاره صحبة الصديق."

اگر ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔"(۲)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"یہی سبب ہے کہ ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن عظیم جو بحمد اللہ تعالیٰ شرقاً غرباً، عرباً عجماً، قرناً فقرناً تیرہ سو برس سے آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود و محفوظ ہے باجماع مسلمین بلا کم و کاست وہی "تنزیل رب العالمین" ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور ان کے ہاتھوں میں ان کے ایمان، ان کے اعتقاد، ان کے اعمال کے لیے چھوڑی، اسی کا ہر نقص و زیادت و تغییر و تحریف سے مصون و محفوظ، اور اسی کا وعدہ حقہ صادقہ "اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" میں مراد و ملحوظ ہونا ہی یقیناً ضروریات دین سے ہے

● نہ یہ کہ " قرآن جو تمام جہان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں تیرہ سو برس سے آج تک ہے"۔ یہ تو نقص و تحریف سے محفوظ نہیں۔

● ہاں ایک وہم تراشیدہ، صورت ناکشیدہ، دندان غول کی خواہر پوشیدہ، غار سامرّا میں اصلی قرآن بغل کتمان میں دبائے بیٹھی ہے "اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" کا مطلب یہی ہے یعنی مسلمانوں سے عمل تو اسی محرف، مبدل، ناقص، نامکمل پر کرائیں گے اور اس اصلی جعلی کو "برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر" کی کھوہ میں

---

(۱) التقاط از إعلام الأعلام بأن هندوستان دار الاسلام مشمولہ، فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۱۲۴ تا ۱۲۸، کتاب السیر، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔

(۲) ردّ الرفضة مشمولہ فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۰، ص:۵۱۶، رضا اکیڈمی، ممبئی و فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص: ۲۵۰، برکات رضا، پوربندر، گجرات

چھپائیں گے، گویا "حافظون" کے معنی یہ ہیں کہ "قرآن کو مسلمانوں سے محفوظ رکھیں گے، انھیں اس کی پرچھائیں نہ دکھائیں گے۔

● بعض ناپاکوں نے اس سے بڑھ کر تاویل نکالی ہے کہ "قرآن اگرچہ کتنا ہی بدل جائے مگر علم الٰہی ولوح محفوظ میں توبدستور باقی ہے" حالانکہ علم الٰہی میں کوئی شے نہیں بدل سکتی، پھر قرآن کی کیا خوبی نکلی۔ توریت وانجیل درکنار، مہمل سے مہمل ردی سے ردی کوئی تحریر جس میں مصنف کا ایک لفظ ٹھکانے سے نہ رہا، بلکہ دنیا سے سراسر معدوم ہوگئی ہو علم الٰہی ولوح محفوظ میں یقیناً بدستور باقی ہے۔

● ایسی ناپاک تاویلات ضروریات دین کے مقابل نہ مسموع ہوں، نہ ان سے کفر وارتداد اصلا مدفوع ہوں ان کی حالت وہی ہے جو نیچریہ نے آسمان کو بلندی جبرئیل وملائکہ کو قوت خیر، ابلیس وشیاطین کو قوت بدی، حشر ونشر وجنت ونار کو محض روحانی، نہ جسدی بنالیا۔ قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل المرسلین، ایک دوسرے شقی نے نبی بالذات سے بدل دیا، ایسی تاویلیں سن لی جائیں تو اسلام وایمان قطعاً درہم برہم ہوجائیں، بت پرست لاالٰہ الا اللہ کی تاویل کرلیں گے کہ یہ افضل واعلی میں حصر ہے یعنی خدا کے برابر دوسرا خدا نہیں ہے، وہ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے نہ یہ کہ دوسرا خدا ہی نہیں جیسے لا فتی الا علي ، لا سيف إلا ذو الفقار وغیرہ محاوراتِ عرب سے روشن ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ ایسے مرتدان لیام مدعیان اسلام کے مکروہ اوہام سے نجات وشفا ہے و باللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین." [۱]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

" مسلمانو! اصل مدار ضروریات دین ہیں، اور ضروریات اپنے ذاتی، روشن، بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی ان کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر۔ مثلاً عالم کے بجميع اجزائه حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی، غایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ مقامع الحديد على خد المنطق الجديد میں مذکور۔ تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوا اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں۔" [۲]

---

(۱) رد الرفضة مشمولہ فتاوی رضویہ غیر مترجم، ج:۱۰، ص:۵۲۶، ۵۲۷، رضا اکیڈمی ممبئی، فتاوی رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۲۶۷، ۲۶۸، برکات رضا، پوربندر، گجرات

(۲) رد الرفضة مشمولہ فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۰، ص:۵۲۶، رضا اکیڈمی، ممبئی، وفتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۲۶۶، برکات رضا، پوربندر، گجرات

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

" جو شخص معجزات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کو غلط بتائے کافر مرتد ہے، مستحق لعنت ابد ہے، حضور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزۂ احیاے موتی کا غلط کہنے والا بھی یقیناً کافر مرتد ہے۔ اور وہ تاویل کہ احوال قوم زندہ کرنا مراد ہے اسے کفر وارتداد سے نہ بچائے گی کہ ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں۔"(۱)

سوال ③ :- ضروریات دین کے منکر کا کیا حکم ہے۔؟

جواب:- ضروریات دین میں سے کسی بھی ایک کا انکار بلکہ ان میں ادنیٰ سا شک کرنا بھی کفر قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے اور ایسا کافر کہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں جو ادنیٰ سا شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک ضروریاتِ دین، اُن کا منکر، بلکہ اُن میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے، ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر"۔(۲)

● اسی میں دوسری جگہ ہے:

"ضروریاتِ دین کا جس طرح انکار کفر ہے، یوں ہی ان میں شک و شبہہ اور احتمالِ خلاف ماننا بھی کفر ہے، یوں ہی ان کے منکر، یا ان میں شاک کو مسلمان کہنا، یا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے"۔(۳)

● در مختار میں ہے:

"وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها... فلا يصح الاقتداء به أصلًا."(٤)

● فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

"فالقسم الأول من أنكره من العوام والخواص فقد كفر؛لأنه كالمكذب

---

(۱) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۶، ص:۵۲، رضا اکیڈمی، ممبئی وفتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۳۲۳، برکات رضا، پوربندر، گجرات

(۲) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۲۹، رسالہ: رماح القہار علی کفر الکفار، ص:۴۱۳، ۴۱۴، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔

(۳) المبین ختم النبیین مشمولہ فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۶، ص:۵۹، ۶۰، رضا اکیڈمی ممبئی و فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۱۴، ص:۳۳۸، برکات رضا پوربندر، گجرات۔

(٤) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار ج: ٢، ص: ٣٠٠، ٣٠١، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

للنبي صلى الله تعالیٰ علیه وسلم في خبره."[1]

● المعتمد المستند میں ہے:

"الإكفار لايجوز إلا إذا تحقق لنا قطعا أنه مكذِّب أو مستخف ،ولا قطع إلا في الضرور يات ؛ لأن في غيرها له أن يقول :لم يثبت عندي."[2]

● المعتقد المنتقد میں ہے:

"ماكان من أصول الدين وضرور ياته يكفر المخالف فيه."[3]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"وليس إكفارجاحدالفرض لازما له وإنما هو حكم الفرض القطعي المعلوم من الدين بالضرورة."[4]

● ایثار الحق علی الخلق میں ہے:

"إجماع الأمة على تكفير من خالف الدين المعلوم بالضرورة".[5]

● شفااور اس کی شرح نسیم الریاض میں ہے:

(أجمع العلماء) على (أن شاتم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتنقص له كافر) مرتد بسببه (و الوعيد جار عليه بعذاب الله تعالى له، و حكمُه عند الأمة القتل و من شك في كفره و عذابه كفر) لأن الرضا بالكفر كفر و لتكذيبه للقرآن في قولهِ تعالى: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [التوبة:٦١]).[6]

---

(١) الفتاویٰ الحديثية ، ص : ١٤٤، دارالفكر ،بيروت، لبنان

(٢) المعتمد المستند ، ص: ٢١٢، المجمع الإسلامي ، مبارك فور، أعظم جراه.

(٣) المعتقد المنتقد، ص:٢١٢، المجمع الإسلامى، مبارك پور، أعظم گڑھ.

(٤) فتاویٰ رضو یه غير مترجم،كتاب الطهارة، رساله الجود الحلو في أركان الوضوء، ج: ١، ص: ٨، رضا اکیڈمی، ممبئی .

(٥) إيثار الحق على الخلق، لابن الوز ير عزّ الدين اليمني (المتوفى ٨٤٠هـ) ص:١١٢، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

(٦) نسيم الر ياض فى شرح شفاء القاضي عياض، ج :٦، ص :١٥١، القسم الرابع في تفسير وجوه الأحكام فيمن تنقصه أو سبّه، دار الكتب العلمية ، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ/ ٢٠٠١م.

فیصلہ (۶۷)

ضروریاتِ اہل سنت کی وضاحت

سوال ① :- ضروریاتِ اہل سنت کی واضح اور جامع تعریف کیا ہے؟

جواب:- ضروریات اہل سنت وجماعت وہ مسائل ہیں جن کا مذہب اہل سنت وجماعت سے ہونا عوام و خواص سب کو معلوم ہو، ساتھ ہی ان کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہہ اور احتمال تاویل ہو۔ جیسے عذاب قبر، وزن اعمال، قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کے ثبوت کا اعتقاد۔

- الصارم الربانی میں ہے:

”دوم **ضروریاتِ مذہبِ اہلِ سنت وجماعت** : جن کا منکر گمراہ، بدمذہب، ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے، اگرچہ باحتمال تاویل باب تکفیر مسدود۔“[۱]

سوال ② :- کن امور کا شمار ضروریاتِ اہل سنت میں ہوگا؟

جواب: ضروریات اہل سنت وجماعت کے مصادیق:

- خلفاے اربعہ علیہم الرضوان کو تمام صحابہ سے افضل جاننا ◦ ختنین (حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کرنا ◦ عذاب قبر حق ہے ◦ سوال منکر ونکیر حق ہے ◦ وزن اعمال حق ہے ◦ معراج جسمانی کا حق جاننا ◦ شیخین (حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو باقی صحابۂ کرام سے افضل سمجھنا ◦ موزوں پر مسح کو جائز سمجھنا ◦ قرآن کو کلام الٰہی غیر مخلوق جاننا ◦ تمام صحابہ واہل بیت علیہم الرحمۃ و

(۱) الصارم الربانی علی إسراف القادیانی، مشمولہ فتاویٰ حامدیہ، ص:۱۳۴، جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

الرضوان کا ادب کرنا ٭ ہمیشہ جماعت کا ساتھ دینا اور شذوذ سے بچنا ٭ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شفاعت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونا ٭ کرامات اولیا کا حق ہونا ٭ گناہ کبیرہ کے سبب اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا ٭ تقلید شخصی کے وجوب کا اعتقاد رکھنا ٭ تقدیر کے خیر و شر پر ایمان رکھنا ٭ اہل قبلہ کی نماز جنازہ جائز سمجھنا ٭ اللہ عزوجل کو جہت سے پاک ماننا ٭ اللہ تعالیٰ کا جسم و جسمانیات سے مطلقا پاک ہونا ٭ آخرت میں اہل جنت کا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے شرف یاب ہونا ٭ سلطان اسلام کے خلاف خروج نہ کرنا ٭ ہر مسلمان امام نیک و فاجر کے پیچھے نماز درست جاننا ٭ سواد اعظم کے اتباع کو رحمت اور اس میں اختلاف کو عذاب جاننا ٭ حیات انبیا (ایک پل کے لیے موت طاری ہونے کے بعد ان کا باحیات ہونا) ٭ ملائکہ و انبیا کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ٭ امام عالی مقام کا معرکہ کربلا میں بے قصور اور شہید ہونا ٭ یزید کا فاسق و فاجر ہونا ٭ اشعری یا ماتریدی ہونا۔

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"جس طرح اجماعِ اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے۔" (۱)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

" مذہب اہل سنت پر قائم رہنا فرض اعظم ہے اور فقہ میں ایک مذہب مثلاً حنفی مذہب پر قائم رہنا۔ اور جو کسی مذہب پر قائم نہیں پہلی صورت میں دہریہ اور دوسری صورت میں غیر مقلد ہے اور یہ فرقہ بھی بدعتی ناری ہے۔

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے: فمن كان خارجا عن هذه الأربعة فهو من أهل البدعة والنار. واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۲)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"کرامات اولیا کا انکار گمراہی ہے۔" (۳)

● تکملہ البحر الرائق میں ہے:

"وفي خَبَرِ عبد اللهِ بن عُمَرَ عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أَنَّهُ قال: من

(۱) دوام العيش في "الأئمة من قريش"، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج:۱۴، ص:۱۸۷، برکات رضا، پوربندر، گجرات
(۲) دوام العيش في "الأئمة من قريش"، فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج:۱۴، ص:۱۸۷، برکات رضا، پوربندر، گجرات
(۳) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۶، ص:۵۳، رضا اکیڈمی، ممبئی، فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۳۲۴، برکات رضا، پوربندر، گجرات

كان على السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اسْتَجَابَ اللهُ دُعَاءَهُ وَكَتَبَ له بِكُلِّ خَطْوَةٍ يَخْطُوهَا عشرَ حَسَنَاتٍ وَرَفَعَ له عَشْرَ دَرَجَاتٍ. فَقِيلَ له: يا رَسُولَ اللهِ! مَتَى يَعْلَمُ الرَّجُلُ أَنَّهُ من أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ؟ فقال: إِذَا وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَشَرَةَ أَشْيَاءَ فَهُوَ على السُّنَّةِ والجماعة: (١)أنْ يُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ بِالْجَمَاعَةِ.(٢)وَلَا يَذْكُرَ أَحَدًا من الصَّحَابَةِ بِسُوءٍ وَ يَنْقُصَهُ.(٣) وَلَا يَخْرُجَ على السُّلْطَانِ بِالسَّيْفِ.(٤) وَلَا يَشُكَّ فِي إِيمَانِهِ.(٥)وَ يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ من اللهِ تَعَالى.(٦) وَلَا يُجَادِلَ فِي دِينِ اللهِ تَعَالى.(٧) وَلَا يُكَفِّرَ أَحَدًا من أَهْلِ التَّوْحِيدِ بِذَنْبٍ.(٨) وَلَا يَدَعَ الصَّلَاةَ عَلَى مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ.(٩) وَ يَرَى الْمَسْحَ على الْخُفَّيْنِ جَائِزًا فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ. (١٠)وَ يُصَلِّيَ خَلْفَ كل إِمَامٍ بَرٍّ أو فَاجِرٍ.

وفي الْحَاوِي: مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَنْ فِيْهِ عَشَرَةُ أَشْيَاءَ:

الْأَوَّلُ : أَنْ لَا يَقُولَ شيئا فِي اللهِ تَعَالى لَا يَلِيقُ بِصِفَاتِهِ.

وَالثَّانِي : يُقِرُّ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللهِ تَعَالى وَلَيْسَ بِمَخْلُوقٍ.

والثالث : يَرَى الْجُمُعَةَ وَالْعِيدَيْنِ خَلْفَ كل بَرٍّ وَفَاجِرٍ.

وَالرَّابِعُ : يَرَى الْقَدَرَ خَيْرَهُ وَشَرَّهُ من اللهِ تَعَالى.

وَالْخَامِسُ : يَرَى الْمَسْحَ على الْخُفَّيْنِ جَائِزًا.

وَالسَّادِسُ : لَا يَخْرُجُ على الْأَمِيرِ بِالسَّيْفِ.

وَالسَّابِعُ : يُفَضِّلُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا على سَائِرِ الصَّحَابَةِ .

وَالثَّامِنُ : لَا يُكَفِّرُ أَحَدًا من أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ.

وَالتَّاسِعُ : يُصَلِّي على مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ.

والعاشر : يَرَى الْجَمَاعَةَ رَحْمَةً وَالْفُرْقَةَ عَذَابًا. "[1]

- فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”نصوص قرآنیہ و احادیثِ مشہورہ متواترہ و اجماعِ امت مرحومہ مبارکہ سے جو کچھ درباره الوہیت ورسالت وماکان ومایکون ثابت، سب حق ہیں اور ہم سب پر ایمان لائے، جنت اور اس کے جاں فزا احوال، دوزخ اور اس کے جاں گزا اہوال، قبر کے نعیم وعذاب، منکر نکیر سے سوال وجواب، روزِ قیامت حساب وکتاب

(١) تكملة البحر الرائق ،ج:٨، ص: ٣٣٣، ٣٣٤، كتاب الكراهية ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

ووزنِ اعمال وکوثر وصراط وشفاعتِ عُصاۃ اہلِ کبائر، اور اس کے سبب اہل کبائر کی نجات إلى غير ذلك من الواردات سب حق۔ جبر وقدر باطل، ولٰکن أمر بين اَمَرين، جوبات ہماری عقل میں نہیں آتی اس کو موکول بہ خدا کرتے، اور اپنا نصیبہ، اٰمنّا به کلٌّ من عندِ ربّنا بناتے ہیں"۔(۱)

● شرح عقائد میں ہے:

"و المعراج لرسول الله ﷺ في اليقظة بشخصه إلى السماء ثم إلىٰ ماشاء الله تعالىٰ من العلىٰ حق أي ثابت بالخبر المشهور حتى أن منكره يكون مبتدعا."(۲)

● اسی میں ہے:

" و بالجملة من لا يرى المسح على الخفين فهو من أهل البدعة ، حتى سُئل أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه عن أهل السنة والجماعة فقال:أن تحب الشيخين ولا تطعن في الختنين وتمسح على الخفين."(۳)

● ملفوظات اعلیٰ حضرت میں ہے:

"اگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات مان بھی لی جائے تو ان کی موت، بلکہ تمام انبیاے کرام علیهم الصلاة والسلام کے لیے صرف آنی ہے، ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ، یقینیہ، ضروریاتِ مذہب اہل سنّت سے ہے، اس کا مُنکِر نہ ہوگا، مگر بدمذہب گمراہ۔ تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہی ہیں، ان کا نزول مُمتنع کیوں کر ہو گیا"۔ (٤)

● فتاویٰ حامدیہ میں ہے:

"اہل سنت کے نزدیک تمام انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بحیات حقیقی زندہ ہیں۔ ان کی موت صرف تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ہوتی ہے پھر ہمیشہ حیات حقیقی ابدی ہے ائمۂ کرام نے اس مسئلہ کو محقق فرمادیا ہے۔"(۵)

---

(۱) اعتقاد الاحباب فی الجميل والمصطفی و الآل و الأصحاب ، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۲۹، ص:۳۸۲، ۳۸۳، برکات رضا، پور بندر، گجرات

(۲) شرح العقائد النسفية، ص: ١٤٢، مجلس البركات، مبارك فور، اعظم جره

(۳) شرح العقائد النسفية، ص: ١٥٧، ١٥٨، مجلس البركات، مبارك فور، اعظم جره

(٤) ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص:۵۵، رضا اکیڈمی، ممبئی

(٥) فتاویٰ حامدیہ، ص:۱۷۷، جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”مگر اس (یزید پلید علیه مایستحقُّهٗ من العزیز المجید) کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم (حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہبِ اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے، بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبتِ سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمّہ ہو“۔(۱)

● الروضة البهية میں ہے:

”اعلم أن مدار جميع عقائد أهل السّنة والجماعة على كلام قطبين،أحدهما الإمام أبو الحسن الأشعري والثاني الإمام أبو منصور الماتريدي فكل من اتبع واحدا منهما اهتدىٰ وسلم من الزيغ والفساد في عقيدته.“(۲) و الله تعالىٰ أعلم.

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”ثالثاً: لامذہبوں کا اہل سنت کے ساتھ اختلاف مثل اختلاف صحابۂ کرام بتانا صراحۃً انھیں اہل سنت بتانا ہے حالاں کہ ہمارے علما صراحۃً فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ، بدعتی، جہنمی ہیں۔

طحطاوی علی الدر المختار، ج:۴، مطبوعہ مصر، ص:۱۵۳ میں ہے: هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب أربعة و هم الحنفيون و المالكيون و الشافعية و الحنبلية، رحمهم الله و من كان خارجًا عن هذه الأربعة في هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار. یہ نجات والا گروہ یعنی اہل سنت و جماعت آج چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں جمع ہو گیا ہے۔ اب جو ان چاروں سے باہر ہے وہ بدمذہب جہنمی ہے۔“(۳)

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اللہ عزّوجل مکان وجہت وجلوس وغیرہا تمام عوارض جسم وجسمانیات وعیوب ونقائص سے پاک ہے، یہ لفظ جو اس شخص نے کہا سخت گمراہی کے معنیٰ دیتا ہے، اس پر توبہ لازم ہے، عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہل

---

(۱) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۶، ص:۱۰۷، ۱۰۸، کتاب السیر، رضا اکیڈمی، ممبئی، و فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۴، ص:۵۹۲، کتاب السیر، برکات رضا، پور بندر، گجرات۔

(۲) الروضة البهية فيما بين الأشاعرة والماتريدية، للعلامة الحسن بن عبد المحسن المشهور بأبي عذبة، ص: ۳، المقدمة في الكلام على إمامي أهل السنة و الآخذين عليهما، مجلس دائرة المعارف النظاميه، حیدرآباد دکن، طبع اول ۱۳۲۲ھ.

(۳) الشهابي على خداع الوهابي، مشمولہ فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۲۰۴، رضا اکیڈمی، ممبئی

سنت کرے۔ واللہ الہادی۔[1]

- فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"تقلید ائمہ فرض قطعی ہے، بے حصول منصب اجتہاد اُس سے روگردانی گمراہ بددین کا کام ہے۔"[2]

- فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"إن العلم القطعي يستعمل في معنيين:

أحدهما: قطع الاحتمال على وجه الاستيصال بحيث لا يبقى منه خبر و لا أثر.

و الثاني: أن لا يكون هناك احتمال ناش من دليل و إن كان نفس الاحتمال باقيا ...

و الأول يسمى علم اليقين و مخالفه كافر على الاختلاف في الإطلاق كما هو مذهب فقهاء الآفاق، و التخصيص بضروريات الدين كما هو مشرب العلماء المتكلمين، والثاني علم الطمأنينة و مخالفه مبتدع ضال و لا مجال إلى إكفاره كمسألة وزن الأعمال يوم القيامة."[3]

سوال ③ :- ضروریاتِ اہل سنت و جماعت سے کسی ایک کے انکار کا حکم کیا ہے؟

جواب:- ضروریاتِ اہل سنت میں سے کسی بھی امر کا انکار کفر نہیں، البتہ ضلالت و گمرہی ضرور ہے، اس کا مرتکب گمراہ، بدمذہب، سخت فاسق و فاجر ہے۔

- قواطع الادلہ فی الاصول میں ہے:

"والضرب الثاني: ما يضل مخالفه إذا تعمّد ولا يصير كافرا وهذا إجماع الأمة الخاصة وذلك مما ينفرد بمعرفته العلماء كتحريم المرأة على عمتها وخالتها، وإفساد الحج بالوطء قبل الوقوف بعرفة، وتوريث الجدة السدس، وحجب بني الأم مع الجد، ومنع توريث القاتل، ومنع وصية الوارث، فإذا اعتقد المعتقد في شيء من هذا خلاف ما عليه إجماع العلماء لم يكفر، لكن يحكم بضلالته وخطائه."[4] **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

---

(۱) فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۲۳۱، کلام، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲) أطائب الصيب على أرض الطيب مشمولہ فتاویٰ رضویہ غیر مترجم، ج:۱۱، ص:۳۱۱، کلام، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۳) الزلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم: ج:۲۸، ص:۶۶۷، کلام، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔ وج:۲۱، ص:۳۷۵-۳۷۶، امام احمد رضا اکیڈمی۔

(٤) قواطع الأدلة في الأصول، ج:١، ص:٤٧٢، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: ١٤١٨هـ/ ١٩٩٩م.

شرکاے سیمینار

------﴿اکابر﴾------

(۱)-عزیز ملت حضرت علامہ و مولانا شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ دام ظلہ، سربراہ اعلیٰ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۲)-حضرت علامہ و مولانا مفتی عبید الرحمٰن رشیدی مصباحی دام ظلہ، خانقاہ رشیدیہ، جون پور، پورنیہ

(۳)-حضرت علامہ و مولانا محمد احمد مصباحی دام ظلہ، ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۴)-محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی دام ظلہ، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۵)-رئیس التحریر حضرت علامہ و مولانا یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ، مہتمم دار القلم، نئی دہلی

(۶)-فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، بانی و سربراہ اعلیٰ جامعہ نوریہ، شام پور، اتر دیناج پور

------﴿اصحاب مقالات﴾------

(۷) سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی — صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۸) مولانا قاضی فضل احمد مصباحی — مدرسہ ضیاء العلوم، کچی باغ، بنارس

(۹) مولانا محمد مسیح احمد قادری مصباحی — مدرسہ انوار القرآن، بلرام پور

(۱۰) مولانا عبد الرحیم اکبری — دار العلوم فیض صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان

(۱۱) مولانا محمد مبشر رضا ازہر مصباحی — دار العلوم شیخ احمد کھٹو، احمد آباد، گجرات

(۱۲) مولانا عبد السلام رضوی مصباحی — مدرسہ انوار العلوم، تلسی پور، بلرام پور

(۱۳) مولانا قاضی فضل رسول مصباحی — مدرسہ سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج

(۱۴) مولانا شبیر احمد مصباحی — مدرسہ سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج

(۱۵) مولانا رضاء الحق اشرفی مصباحی — جامع اشرف، کچھوچھا شریف

(۱۶) مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی — جامعہ نوریہ رضویہ، صالح نگر، بریلی شریف

(۱۷) مولانا محمد سلیمان مصباحی — جامعہ عربیہ، خیر آباد، سلطان پور

(۱۸) مولانا معین الدین اشرفی مصباحی — دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد

(۱۹) مولانا منظور احمد خاں عزیزی — جامعہ عربیہ، خیر آباد، سلطان پور

(۲۰) مولانا شہاب الدین اشرفی — جامع اشرف، کچھوچھا شریف

(۲۱) مولانا شہاب الدین احمد نوری — دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف

(۲۲) مولانا شیر محمد خاں مصباحی — دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ

(۲۳) مولانا اختر حسین فیضی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۲۴) مولانا محمد عارف اللہ مصباحی — مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو
(۲۵) مولانا انفاس الحسن چشتی — جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، اوریا
(۲۶) مولانا آل مصطفی مصباحی — جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو
(۲۷) مولانا ابرار احمد اعظمی — دار العلوم ندائے حق، جلال پور، امبیڈکر نگر
(۲۸) مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۲۹) مولانا محمد انور نظامی مصباحی — مدرسہ فیض النبی، کٹھرا، ہزاری باغ
(۳۰) مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی — مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی
(۳۱) مولانا محمد ناصر حسین مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۲) مولانا اختر کمال قادری مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۳) مفتی محمد معراج القادری مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۴) مولانا منظر عقیل مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۵) مولانا دستگیر عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۶) مولانا محمد نظام الدین قادری مصباحی — دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
(۳۷) مولانا محمد ذو الفقار مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۸) مولانا ارشاد احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۹) مولانا محمد شہباز احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۰) مولانا ساجد علی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۱) مولانا محمد جنید مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۲) مولانا محمد ناظم علی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۳) مولانا محمد محسن رضا مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۴) مولانا زاہد علی سلامی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

------﴿بقیہ شرکاے سیمینار﴾------

(۴۵) مولانا مفتی عبد المنان کلیمی مصباحی — مہتمم مدرسہ اکرم العلوم، مراد آباد
(۴۶) مولانا محمد علی فاروقی مصباحی — رائے پور
(۴۷) مولانا اعجاز احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۸) مولانا احمد رضا مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۹) مولانا مسعود احمد برکاتی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۵۰) مفتی بدر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۱) مولانا عبد الغفار اعظمی	مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو
(۵۲) مولانا صدر الوریٰ قادری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۳) مولانا مبارک حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۴) مفتی محمد نسیم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۵) مولانا نفیس احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۶) مولانا نعیم الدین عزیزی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۷) مفتی ایاز احمد مصباحی	جامعہ قادریہ، پونہ
(۵۸) مولانا ممتاز احمد مصباحی	مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، مئو
(۵۹) مولانا حمید الحق مصباحی	زمبابوے
(۶۰) مولانا حسیب اختر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۱) مولانا طفیل احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی، مبارک پور
(۶۲) مولانا جعفر صادق	مدرسہ ضیاء العلوم، ادری، مئو
(۶۳) مولانا محمود احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی، مبارکپور
(۶۴) مولانا محمد عرفان عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۵) مولانا محمود علی مشاہدی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۶) مولانا محمد قاسم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۷) مولانا محمد ہارون مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۸) مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۹) مولانا عبد اللہ ازہری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۰) مولانا محمد اشرف خاں مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۱) مولانا ازہر الاسلام ازہری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۲) مولانا محمد قاسم برکاتی مصباحی	جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف
(۷۳) مولانا محمد رضوان مصباحی	مدرسہ نثار العلوم، اکبر پور
(۷۴) مولانا ازہار احمد امجدی مصباحی	مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی
(۷۵) مولانا ضیاء الحق برکاتی مصباحی	جامعہ احسن البرکات، مارہرہ شریف

(۷۶) مولانا محمد نسیم مصباحی	علی گڑھ
(۷۷) مولانا سید حسام الدین رفاعی	خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ
(۷۸) مولانا محمد فاروق مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۹) مولانا محمد محبوب عزیزی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۸۰) مولانا طفیل احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۸۱) مولانا رفیع القدر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۸۲) مولانا غلام حسین مصباحی	الہ آباد
(۸۳) مولانا محمد افروز قادری	ساؤتھ افریقہ
(۸۴) مولانا غلام رحمانی حبیبی مصباحی	مرادآباد
(۸۵) مولانا ابرار احمد مصباحی	دہلی
(۸۶) مولانا نور عالم صاحب	پورنیہ
(۸۷) مولانا عرفان رضا مصباحی	محمد آباد
(۸۸) مولانا امتیاز احمد مصباحی	خیرآباد
(۸۹) مولانا نعیم اختر مصباحی	مبارک پور
(۹۰) مولانا فداء المصطفیٰ مصباحی	اتر دیناج پور
(۹۱) مولانا محمد اسلم پرویز مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۲) مولانا انوار احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۳) مولانا محمد فاروق صاحب	سکٹھی، مبارک پور،، اعظم گڑھ
(۹۴) مولانا رحمت اللہ مصباحی	ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۵) ڈاکٹر نور محمد صاحب	علی گڑھ
(۹۶) مولانا مظفر الاسلام مصباحی	خالص پور
(۹۷) قاری عبد القیوم صاحب	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۸) قاری نور الحق صاحب	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۹) مولانا اسلام الدین صاحب	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

ان کے علاوہ شعبۂ تحقیق فی الفقہ، تخصص فی الادب، تخصص فی الحدیث اور تدریب افتا کے ۷۰ محققین نے شرکت کی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

تیئیسواں فقہی سیمینار

منعقدہ : ۱۶/۱۷/۱۸/ صفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸/۲۹/۳۰/ نومبر ۲۰۱۵ء

بروز : سنیچر، اتوار، دوشنبہ

بمقام : امام احمد رضا لائبریری، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

باہتمام : مجلس شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید و فروخت

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید و فروخت

سوالات :

(۱) قبل دباغت ناپاک کھالوں کی خرید و فروخت سے متعلق مسلم تجار کے لیے عند الشرع کوئی راہِ جواز نکل سکتی ہے یا نہیں۔

(۲) کیا عند الشرع ممکن ہے کہ خود مسلم تجار اس میں ملوث نہ ہوں، بلکہ کسی غیر مسلم وکیل کی وساطت سے اس طرح کی کھالوں کی خرید و فروخت ہو۔

فیصلہ(۶۸)
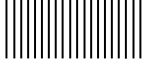
دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید وفروخت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید وفروخت تعامل ناس کی وجہ سے جائز ہے۔ (مرتّب غفرلہٗ)

مقالات کا خلاصہ پیش ہونے اور دیر تک بحث وتمحیص کے بعد حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی کے ایک مضمون کی روشنی میں کچھ بحث کے بعد درج ذیل امور پر جملہ مندوبین کا اتفاق ہوا۔

ہمارے مذہب حنفی میں مردار کی کھال کی بیع دباغت وطہارت سے پہلے باطل ہے اور یہی مذہب جماہیر فقہاے امصار علیہم رحمۃ اللہ الغفار کا ہے۔

اس کے برخلاف امام ابن شہاب زہری اور امام لیث بن سعد اور بعض شوافع کا مذہب جواز کا ہے۔ چناں چہ امام نووی علیہ الرحمہ کی شرح صحیح مسلم میں ہے:

وَ الْمَذْهَب السَّابع: أَنَّهُ يُنْتَفَع بِجُلُودِ الْميْتَة وَإِنْ لَمْ تُدْبَغ ، وَيَجُوز اِسْتِعْمَالهَا فِي الْمَائِعَات وَالْيَابِسَات وَهُوَ مَذْهَب الزُّهْرِيّ ، وَهُوَ وَجْه شَاذّ لِبَعْضِ أَصْحَابنَا لَا تَفْرِيع عَلَيْهِ ، وَلَا الْتِفَات إِلَيْهِ.اھ[1]

(۱) المنهاج شرح صحيح مسلم ج: ۱، ص: ۱۵۹، كتاب الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، مجلس البركات

احکام القرآن للجصاص میں ہے:

وأما قول الليث بن سعد في إباحة بيع جلد الميتة قبل الدباغ فقولٌ خارجٌ عن اتفاق الفقهاء و لم يتابعه عليه أحد. اهـ[1]

یہ اُس وقت کی بات ہے جب لوگ مُردار کی کھال کی خرید و فروخت سے بچتے تھے اور اب تو ایک عرصہ سے اس میں ابتلاے عام ہو چکا ہے، عام طور پر مردار کی کھال خریدی بیچی جاتی ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، عالمی سطح پر مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس میں مبتلا ہے اور اس کی مصنوعات کو عوام و خواص سبھی دانستہ استعمال کرتے ہیں۔ آج کل چمڑے سے ایسی بہت سی چیزیں تیار ہو رہی ہیں جنھیں ہم روز مرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں، کچھ چیزیں یہ ہیں:

(۱)جوتے، چپل	(۲)ٹوپ، ٹوپیاں	(۳)جیکٹ
(۴)پتلون	(۵)بیلٹ، گھڑی کا فیتہ	(۶)دستانہ
(۷)چرمی موزہ	(۸)دف، ڈھول، ڈمرو، ڈگڈگی	(۹) کتابوں کی جلد
(۱۰)تھیلا، پرس، بٹوا	(۱۱)چمڑے کا اشتہاری وال پیپر	(۱۲)بیگ
(۱۳)صوفہ، نمدہ	(۱۴)موبائل، کمپیوٹر وغیرہ کا کَور	(۱۵) پورٹ فولیو(جزدان)
(۱۶) لیدر بورڈ	(۱۷)جانوروں کو پکڑنے کا پھندا۔	(۱۸)گھوڑے کی زین
(۱۹) برتن، اوزار	(۲۰)گاڑی وغیرہ کی سیٹوں کا غلاف	(۲۱)کٹلری (ٹیبل کے اوپر بچھانے کے لیے)

(۲۲)سریش (ایک قسم کا گوند جس سے پلائی وغیرہ کی لکڑیوں کو چپکاتے ہیں۔)

یہ بجا ہے کہ کھال کی مصنوعات دباغت و طہارت کے بعد ہی تیار ہوتی ہیں مگر کیا اس سے بیعِ باطل کی بھی تطہیر و تصحیح ہو جاتی ہے؟ —— ایسا تو ہرگز نہیں، بیع باطل کھال کی دباغت کے بعد بھی باطل ہی رہتی ہے اور مفیدِ ملک نہیں ہوتی۔ تو ناپاک کھال کی بیعِ باطل میں اصحابِ معاملات کا ابتلا ہے اور بیوعِ باطلہ سے حاصل شدہ کھالوں کی مصنوعات کی خرید و فروخت اور استعمال میں عامۂ امت کا ابتلا ہے جس سے عوام و خواص کا بچنا حرجِ عظیم کا باعث ہے اور ایسا ابتلاے عام موجبِ تخفیف و اباحت ہوتا ہے۔

اس کی دلیل جانوروں کے گوبر کا مسئلہ ہے:

---

(۱) أحكام القرآن للجصاص، ج: ۱، ص: ۱٤٢، باب جلود الميتة إذا دبغت، تحت قوله تعالى: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ الآية، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

جانوروں کے گوبر سے عموماً کھیتوں کی کھاد کے طور پر فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور مال کی حیثیت سے اسے جمع بھی کیا جاتا ہے؛ اس لیے اسے مال سمجھا جاتا ہے اور اس کی خرید و فروخت کی جاتی ہے، فقہاے حنفیہ بیع کو فائدۂ عامہ کے تابع مانتے ہیں[1] اس لیے وہ جانوروں کے گوبر اور اس کی کھاد کی خرید و فروخت کو جائز و درست قرار دیتے ہیں، کثیر کتبِ فقہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں کچھ تصریحات یہاں بقدر حاجت پیش کی جاتی ہیں۔

ہدایہ کتاب الکراہیۃ میں ہے:

قَالَ: وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ السِّرْقِينِ، وَيُكْرَهُ بَيْعُ الْعَذِرَةِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ السِّرْقِينِ أَيْضًا؛ لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ، فَشَابَهَ الْعَذِرَةَ وَجِلْدَ الْمَيْتَةِ قَبْلَ الدِّبَاغِ.

وَ لَنَا: أَنَّهُ مُنْتَفَعٌ بِهِ؛ لِأَنَّهُ يُلْقَى فِي الْأَرَاضِي لِاسْتِكْثَارِ الرّيعِ فَكَانَ مَالًا، وَالْمَالُ مَحَلٌّ لِلْبَيْعِ. بِخِلَافِ الْعَذِرَةِ؛ لِأَنَّهُ يُنْتَفَعُ بِهَا مَخْلُوطًا، وَيَجُوزُ بَيْعُ الْمَخْلُوطِ، هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَهُوَ الصَّحِيحُ. وَكَذَا يَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِالْمَخْلُوطِ لَا بِغَيْرِ الْمَخْلُوطِ فِي الصَّحِيحِ، وَالْمَخْلُوطُ بِمَنْزِلَةِ زَيْتٍ خَالَطَتْهُ النَّجَاسَةُ.[2]

غایۃ البیان شرح ہدایہ میں ہے:

(قوله: فكان مالًا) لأنّ المال ما يُتموَّل. أي يُدّخّرُ لوقتِ الحاجة و قد تموّل المسلمون السِّرقين و انتفعوا به من غيرِ نكيرٍ من أحدٍ من السّلف.[3] و ما كان منتفعًا

---

(۱) جیساکہ ہدایہ، غایۃ البیان، در مختار عن الملتقیٰ کے منقولہ جزئیات نیز دیگر جزئیات فقہیہ سے عیاں ہے، مثلاً فتح القدیر میں ہے:
فَإِنَّ بُطْلَانَ الْبَيْعِ دَائِرٌ مَعَ حُرْمَةِ الِانْتِفَاعِ وَهِيَ عَدَمُ الْمَالِيَّةِ ، فَإِنَّ بَيْعَ السِّرْقِينِ جَائِزٌ وَهُوَ نَجِسُ الْعَيْنِ لِلْانْتِفَاعِ بِهِ كَمَا ذَكَرْنَا. (ج: ٦، ص: ٣٩٢، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد، بركات رضا، پوربندر، گجرات)

(۲) الهداية ج: ٤، ص: ٤٥٢، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مجلس البركات، مبارك فور

(۳) بلکہ بعض اسلاف نے خود بھی کھیت میں گوبر ڈالا اور اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ چناں چہ کفایہ میں ہے:
(قوله: ولا بأس ببيع السرقين) روي أنّ سعد بن وقّاص رضي الله تعالى عنه كان يعرّ أرضه بنفسه و يقول: مكيل، غير مكتل.
عرّ الأرض: إذا أصلحها بالعرة و هي السرقين. اهـ (الكفاية شرح الهداية ج:٨، ص:٤٨٦، فصل في البيع من كتاب الكراهية، كوئٹه، پاكستان)

به كان مالاً فجاز بيعه.اھ(١)

نیز غایۃ البیان میں ہے:

(قوله: يجوز بيع المخلوط) لأن المخلوط مال عندنا يجوز بيعُه، و نجاسةُ العين تمنع الأكل و لا تمنع الانتفاع فجاز بيعُ ذلك لوجود الانتفاع. اھ(٢)

در مختار کتاب الحظر والاباحۃ میں یہی مسئلہ ان الفاظ میں ہے:

(**كُرِهَ بَيْعُ الْعَذِرَةِ**) رَجِيعِ الْآدَمِيِّ (**خَالِصَةً لَا**) يُكْرَهُ بَلْ يَصِحُّ بَيْعُ (**السِّرْقِينِ**) أَيْ الزِّبْلِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ (**وَصَحَّ**) بَيْعُهَا (**مَخْلُوطَةً بِتُرَابٍ أَوْ رَمَادٍ غَلَبَ عَلَيْهَا**) فِي الصَّحِيحِ (**كَمَا صَحَّ الِانْتِفَاعُ بِمَخْلُوطِهَا**) أَيِ الْعَذِرَةِ بَلْ بِهَا خَالِصَةً عَلَى مَا صَحَّحَهُ الزَّيْلَعِيُّ وَغَيْرُهُ خِلَافًا لِتَصْحِيحِ الْهِدَايَةِ فَقَدِ اخْتَلَفَ التَّصْحِيحُ. وَفِي الْمُلْتَقى أَنَّ الِانْتِفَاعَ كَالْبَيْعِ أَيْ فِي الْحُكْمِ فَافْهَمْ. (٣)

ردالمحتار میں ہے:

(قوله: و في الملتقى إلخ) الظاهر أنّه أشار بنقله إلى أن تصحيح الانتفاع بالخالصة تصحيح لجواز بيعها أيضًا. و ''قوله فافهم'' تنبيه على ذلك.اھ(٤)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عبارت کے متعدّد کلمات پر کچھ ضروری نوٹ بھی قلم بند فرمائے ہیں انھیں ردالمحتار میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ان عبارات سے یہ افادات حاصل ہوئے:

(الف) گوبر سے عام طور پر انتفاع کیا جاتا ہے اور مسلمان اسے مال سمجھتے ہیں۔

---

(١) حاشية الشلبي على تبيين الحقائق ج: ٧، ص: ٥٧، كتاب الكراهية، فصل في البيع عن غاية البيان للإمام الإتقاني رحمه الله تعالى، بركات رضا، پوربندر.

(٢) حاشية الهداية ج: ٤، ص: ٤٥٢، كتاب الكراهية عن غاية البيان للإمام الإتقاني رحمه الله تعالى ، مجلس البركات ، مبارك فور

(٣) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ج: ٩، ص: ٥٥٢، ٥٥٣، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء ، فصل في البيع ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(٤) رد المحتار على الدر المختار ، ج: ٩، ص: ٥٥٣، كتاب الحظر و الإباحة، باب الاستبراء، ، فصل في البيع ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(**ب**) الانتفاع کالبیع۔ انتفاع بیع کی طرح ہے، لہٰذا جب انتفاع جائز ہوگا تو بیع بھی جائز ہوگی۔ مگر یہ اُس وقت ہوگا جب انتفاع کا عام عرف وعادت ہو۔

(**ج**) مال وہ ہے جس کی کوئی قیمت ہو اور وقتِ حاجت کے لیے اسے ذخیرہ بنا کر رکھا جائے ـــــ یہ تعریف گوبر پر صادق آتی ہے، لہٰذا وہ مال ہے۔

اور کھلی ہوئی بات ہے کہ ناپاک کھال کو بھی وقتِ حاجت کے لیے ذخیرہ کیا جاتا ہے، اس کا دام بھی عرف عام کے مطابق طے کر کے دیا، لیا جاتا ہے، اور اسے اصطلاحِ ناس میں مال بھی سمجھا جاتا ہے؛ اس لیے آج کے حالات میں یہ ضرور مال ہے اور اس کی خرید وفروخت جائز ودرست ہے۔

حضرات شافعیہ مردار کی کھال کو مال نہیں تسلیم کرتے تاہم اسے حقّ ثابت کا درجہ دیتے ہیں اور مالک کی اجازت کے بغیر اسے لے لینا جائز نہیں قرار دیتے۔ ملاحظہ ہو المنہاج شرح مسلم ج:۱، ص:۸۰، مجلس برکات زیر حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا « مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ ». الحدیث

خلاصۂ کلام یہ کہ

(۱) ناپاک کھال کی بیع اصل مذہب حنفی میں ناجائز وباطل ہے جس کی صراحت کثیر کتب فقہ میں موجود ہے۔ عامۂ فقہاے امصار کا بھی اصل مذہب یہی ہے۔

(۲) آج کے زمانے میں ناپاک کھال بھی بڑی منفعت بخش چیز ہوگئی ہے، عام طور پر اس کی تجارت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لوگ اس کو مال سمجھتے اور اپنے عرف میں اس کا دام بھی طے کرتے اور دیتے لیتے ہیں، اور اب اس کی مصنوعات میں عوام وخواص سب کا ابتلا بھی ہو چکا ہے، لہٰذا بوجہِ عرف وعادتِ ناس وابتلاے عام ناپاک کھال بھی شرعاً مالِ متقوّم ہے جیسے گوبر کو اسی بنیاد پر مال متقوم کا درجہ پہلے ہی سے دیا جا چکا ہے تو اس بنا پر اس کی بیع جائز ودرست ہے۔ اس کی دوسری نظیر کچھ پھلوں کے ظہور سے پہلے ان کی بیع کا جواز ہے کہ عادتِ ناس وابتلاے عام کی بنا پر اسے بھی فقہا نے جائز قرار دیا جب کہ وہ اصل مذہب میں باطل تھی۔ بناءً علیہ مردار کی کھال آج کے زمانے میں شرعاً مال ہے اور اس کی خرید وفروخت جائز ودرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روزے کی حالت میں علاج کے نئے مسائل

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

روزے کی حالت میں گلوکوز اور انسولین لینے کا حکم

(۱) روزے کی حالت میں گلوکوز یا انسولین لینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) بصورتِ عدم جواز اگر مریض کے خون میں شکر کی مقدار نارمل سطح سے بہت زیادہ کم ہو جائے اور گلوکوز یا انسولین لینا ضروری ہو جائے تو کیا اسے روزہ توڑنے کی رخصت ہوگی ؟ روزہ توڑنے کی صورت میں اُس پر کفّارہ ہوگا یا نہیں ؟

اس طرح کے مریض کے لیے ایامِ رمضان میں روزہ نہ رکھنے اور دیگر ایام میں قضا کرنے کی رخصت کہاں تک ہو سکتی ہے ؟

فیصلہ (۶۹)

روزے کی حالت میں گلوکوز اور انسولین لینے کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
حَامِدًا و مُصَلِّيًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

اِنجکشن سے گلوکوز یا انسولین لینے سے روزہ فاسد نہ ہوگا، اور اگر تجربہ سے معلوم ہے یا کوئی علامت شاہد ہے کہ منھ سے گلوکوز نہ لینے پر مرض بڑھ جائے گا، یا دیر میں اچھا ہوگا، یا ضرر ہوگا تو روزہ نہ رکھے، ٹھیک ہونے کے بعد قضا کرے۔ [1]

دَورِ حاضر میں علاج و معالجے کے کچھ ایسے جدید طریقے رائج ہیں جن کا ذکر کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ نہیں ملتا، یا ان کے بارے میں فقہاے کرام کے درمیان اختلاف نظر آتا ہے؛ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسے مسائل سیمینار میں لائے جائیں اور فقہاے کرام کی بحث و تحقیق کے بعد جو امور طے ہوں ان سے اپنے دینی بھائیوں کو آگاہ کیا جائے تاکہ وہ آسانی کے ساتھ ان پر عمل کر سکیں۔ طے شدہ امور سوال و جواب کی شکل میں حسب ذیل ہیں:

(۱) شوگر کے جو مریض روزہ رکھ سکتے ہیں اگرچہ کچھ مشقت کے ساتھ، وہ ضرور روزے رکھیں۔ اور جنھیں بھوک یا پیاس شدت سے بدحال ہو جانے یا برابر چکر آنے کا تجربہ ہو اور علاج سے اس پر کنٹرول نہ ہو سکے وہ روزے نہ رکھیں، پھر ٹھنڈک کے موسم میں جب دن چھوٹے ہوں، یا خداے پاک شفا عطا فرمادے یا مرض میں افاقہ ہو جائے تب روزوں کی قضا کریں۔ ۱۲ مرتب غفرلہٗ

سوال(۱): روزے کی حالت میں گلوکوز یا انسولین لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کتب فقہ میں ان امور کی صراحت ہے کہ اگر کوئی ایسا مریض ہے جو روزہ نہیں رکھ سکتا، یا روزہ سے اسے ضرر ہوگا، یا مرض بڑھے گا، یا دیر میں اچھا ہوگا اور اس کی کوئی علامت ظاہر ہو یا یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب حاذق، غیر فاسق کے بیان سے معلوم ہو تو جتنے دنوں تک یہ حالت رہے، اسے اجازت ہے کہ روزے نہ رکھے اور بعد صحت ان کی قضا کرے۔ اس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ.[۱]

ترجمہ: تو تم میں جو کوئی یہ (رمضان کا) مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ [کنز الایمان]

لہٰذا اگر ایسی صورت حال سامنے ہو جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو بالاتفاق روزے کی حالت میں گلوکوز یا انسولین لینا یا جس دوا کی بھی ضرورت ہو اسے استعمال کرنا جائز ہوگا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

المرِيضُ إذَا خَافَ على نَفْسِهِ التَّلَفَ أو ذَهَابَ عُضْوٍ يُفْطِرُ بِالْإِجْمَاعِ وَإِنْ خَافَ زِيَادَةَ الْعِلَّةِ وَامْتِدَادَهَا فَكَذٰلِكَ عِنْدَنَا وَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ إِذَا أَفْطَرَ. كَذَا فِي الْمُحِيطِ.

ثُمَّ مَعْرِفَةُ ذٰلِكَ بِاجْتِهَادِ الْمَرِيْضِ. وَالْاِجْتِهَادُ غَيْرُ مُجَرَّدِ الْوَهْمِ بَلْ هُوَ غَلَبَةُ ظَنٍّ عَنْ أَمَارَةٍ أَوْ تَجْرِبَةٍ أَوْ بِإِخْبَارِ طَبِيْبٍ مُسْلِمٍ غَيْرِ ظَاهِرِ الْفِسْقِ. كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِير.[۲] و الله تعالى أعلم.

سوال(۲) روزے کی حالت میں گلوکوز یا انسولین لینے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب: گلوکوز لینے یعنی اسے عام دواؤں کی طرح کھانے، پینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا لازم ہوگی۔ چاہے وہ گلوکوز پاؤڈر ہو جسے پانی میں گھول کر پیا جاتا ہے، یا گلوکوز ٹیبلیٹ ہو جسے منہ میں رکھ کر

(۱) القرآن الحکیم، البقرہ:۲، آیت:۱۸۵

(۲) الفتاوى الهندية، ج: ۱، ص: ۲۲۷ كتاب الصوم، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

نگل لیا جاتا ہے، یا گلوکوز سیرپ ہو جسے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ایک یا دو چمچہ پیا جاتا ہے۔

ہاں! **انجکشن سے انسولین یا گلوکوز لینے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا**؛ اس لیے کہ مفسد صوم وہ دوا یا غذا ہے جو منافذ اصلیہ یا غیر اصلیہ کے ذریعہ دماغ یا معدہ تک پہنچے اور اگر مسامات کے ذریعہ کوئی چیز دماغ یا معدہ تک پہنچے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ انجکشن کے ذریعہ جسم میں جو سوراخ ہوتا ہے وہ منفذ نہیں ہوتا، بلکہ مصنوعی مسام ہوتا ہے؛ اس لیے کہ مَسَام، سَمُّ الْإِبَرة سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں" سوئی کا سوراخ"۔ لہذا انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوگا چاہے گوشت میں لگایا جائے یا رگ میں لگایا جائے۔ جمہور فقہاے اہل سنت کا یہی موقف ہے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

● بدائع الصنائع میں ہے:

"وَمَا وَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ أَوْ إِلَى الدِّمَاغِ مِنَ الْمَخَارِقِ الْأَصْلِيَّةِ كَالْأَنْفِ وَالْأُذُنِ وَالدُّبُرِ بِأَن اسْتَعَطَ أَوِاحْتَقَنَ أَوْ أَقْطَرَ فِي أُذُنِهِ فَوَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ أَوْ إِلَى الدِّمَاغِ فَسَدَ صَوْمُهُ.

أَمَّا إِذَا وَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ فَلَا شَكَّ فِيهِ لِوُجُودِ الْأَكْلِ مِنْ حَيْثُ الصُّورَةِ . وَكَذَا إِذَا وَصَلَ إِلَى الدِّمَاغِ ؛ لأنّ له مَنْفَذًا إلى الجَوْفِ، فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَا الجَوْفِ اهـ.

وَأَمَّا مَا وَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ أَوْ إِلَى الدِّمَاغِ مِنْ غَيْرِ الْمَخَارِقِ الْأَصْلِيَّةِ بِأَنْ دَاوَى الْجَائِفَةَ وَالْآمَةَ ، فَإِنْ دَاوَاهَا بِدَوَاءٍ يَابِسٍ لَا يُفْسِدُ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَصِلْ إِلَى الْجَوْفِ وَلَا إِلَى الدِّمَاغِ. وَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ وَصَلَ يُفْسِدُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ ، وَإِنْ دَاوَاهَا بِدَوَاءٍ رَطْبٍ يُفْسِدُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَهُمَا لَا يُفْسِدُ .

هُمَا اعْتَبَرَا الْمَخَارِقَ الْأَصْلِيَّةَ؛ لِأَنَّ الْوُصُولَ إِلَى الْجَوْفِ مِنَ الْمَخَارِقِ الْأَصْلِيَّةِ مُتَيَقَّنٌ بِهِ وَمِنْ غَيْرِهَا مَشْكُوكٌ فِيهِ ، فَلَا نَحْكُمُ بِالْفَسَادِ مَعَ الشَّكِّ . وَلِأَبِي حَنِيفَةَ:أَنَّ الدَّوَاءَ إِذَا كَانَ رَطْبًا فَالظَّاهِرُ هُوَ الْوُصُولُ لِوُجُودِ الْمَنْفَذِ إِلَى الْجَوْفِ

فَيُبْنَى الْحُكْمُ عَلَى الظَّاهِرِ". [1]

● فتح القدیر میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَلَو اكْتَحَلَ لَمْ يُفْطِرْ) سَوَاءٌ وَجَدَ طَعْمَه فِي حَلْقِهِ أَوْ لَا؛لِأَنَّ الْمَوْجُودَ فِي حَلْقِهِ أَثَرُهُ دَاخِلًا مِنَ الْمَسَامِّ وَالْمُفْطِرُ الدَّاخِلُ مِنَ الْمَنَافِذِ كَالْمدْخَلِ وَالْمخْرَجِ لَا مِنَ الْمَسَامِّ الَّذِي هُوَ خَلَلُ الْبَدَنِ لِلاتِّفَاقِ فِيمَنْ شَرَعَ فِي الْمَاءِ يَجِدُ بَرْدَه فِي بَطْنِهِ وَلَا يُفْطِرُ .اهـ. [2]

حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق میں ہے:

(قوله: الدَّاخِلُ مِنَ الْمَسَامّ) المَسَامُّ الْمَنَافِذُ، مأْخُوذٌ مِنْ سَمّ الْإِبْرَة وَ إِنْ لَمْ يُسْمَع إِلَّا مِنَ الْأَطِبَّاءِ. [3]

● مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ "انجکشن" کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فی الواقع انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیوں کہ انجکشن سے دوا جوف میں نہیں جاتی۔ [4]

---

(۱) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، كتاب الصوم، فصل و أمّا ركنه، ج: ٢، ص: ١٤٠، بركات رضا، پوربندر، گجرات.

(۲) فتح القدير، كتاب الصوم، فصل و أمّا ركنه، ج: ٢، ص: ١٤٠، بركات رضا، پوربندر، گجرات

(۳) حاشية الشلبي المطبوع مع تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ، ج:٢، ص:١٦٩، باب ما يفسد الصوم و ما لايفسد، بركات رضا ، پوربندر، گجرات

(۴) فتاویٰ مفتی اعظم، ج۳، ص ۳۰۲، کتاب الصوم، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

سوال نامہ

روزے کی حالت میں ڈائلیسس (Dialysis) کا حکم

روزے کی حالت میں گردے کا ڈایلیسس کرانا جائز ہے یا نہیں خصوصًا جب کہ رات کو بھی یہ کام ہو سکتا ہے۔

اگر روزہ دار نے گردے کا ڈایلسس کرایا تو اُس کا روزہ رہے گا یا نہیں؟

اور روزہ ٹوٹنے کی صورت میں کیا حکم ہے؟

فیصلہ (۷۰)

روزے کی حالت میں ڈائلیسس کا حکم

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

ہیموڈائلیسس کی اجازت ہے، اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا، اور پیری ٹونیل ڈائلیسس سے دن میں ممکن حد تک بچے، عذر کے باعث نہ بچ سکے تو احتیاطاً بعد میں روزے کی قضا کرے، کوشش یہ کی جائے کہ یہ ڈائلیسس رات میں ہو۔ مرتب غفرلہٗ

سوال : روزے کی حالت میں ڈائلیسِس (خون کی صفائی) کرانے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب: ڈائلیسس (خون کی صفائی) کے دو طریقے ہیں:

(۱) ہیموڈائلیسِس (۲) پیری ٹونیل ڈائلیسِس۔

ہیموڈائلیسس میں خون سے فاسد مادوں، اضافی نمک اور زائد پانی مشین کے ذریعہ نکال لیا جاتا ہے، پھر دواؤں اور کیمیاوی وغذائی مواد کے اضافہ کے ساتھ رگوں کے ذریعہ خون جسم میں واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔ اس طریقۂ کار میں کوئی چیز منفذ سے جسم کے اندر نہیں جاتی اور نہ ہی جوفِ معدہ یا دماغ میں جاتی ہے؛ اس لیے اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

پیری ٹونیل ڈائلیسس میں مریض کے پیٹ میں موٹی تہ تک سوراخ کرکے اندر معدے سے متّصل بیرونی جھلی تک ایک پائپ ڈالا جاتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ ایک خاص قسم کا پانی "پیری ٹونیل فلوڈ" پیٹ کی جھلی میں ڈالا، پھر باہر نکالا جاتا ہے۔

جرّاحی اور دوار سانی کا یہ عمل جائفہ (زخم شکم) میں دوار سانی کے عمل کی طرح ہے جس کا حکم مذہب امام اعظم پر فساد صوم ہے جیسا کہ سوال (۲) کے جواب میں بدائع کی درج عبارت شاہد ہے اور قضا احتیاطاً واجب ہے جیسا کہ "تحفۃ الفقہا" میں صراحت ہے۔

عبارت یہ ہے: "وأما الجائفة والآمة إذا داواهما: فإن كان الدواء يابسا فلا يفسد؛ لأنه لا يصل إلى الجوف. وأما إذا كان رطبا فيفسد عند أبي حنيفة، وعندهما لا يفسد. فأبو حنيفة اعتبر ظاهر الوصول بوصول المغذي إلى الجوف حقيقة. وهما يعتبران الوصول بالمخارق الأصلية، لا غير. ويقولان: في المخارق الأصلية يتيقن الوصول، فأما في المخارق العارضة فيحتمل الوصول إلى الجوف، ويحتمل الوصول إلى موضع آخر، لا إلى محل الغذاء والدواء، فلا يفسد الصوم مع الشك والاحتمال، وأبوحنيفة يقول: الوصولُ إلى الجوف ثابت ظاهرا، فكفى لوجوب القضاء احتياطا." (۱)☆

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وفي دَوَاءِ الْجَائِفَةِ وَالْآمَّةِ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ على أَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْوُصُولِ إلَى الْجَوْفِ وَالدِّمَاغِ لَا لِكَوْنِهِ رَطْبًا أو يَابِسًا حتى إذَا عَلِمَ أَنَّ الْيَابِسَ وَصَلَ يُفْسِدُ صَوْمَهُ وَلَوْ عَلِمَ أَنَّ الرَّطْبَ لم يَصِلْ لم يُفْسِدْ هٰكَذَا في الْعِنَايَةِ، وإذا لم يَعْلَمْ أَحَدَهُمَا وكان

(۱) تحفة الفقهاء ص: ۱۷۱، كتاب الصوم، دار الفكر، بيروت، لبنان

☆ اس جزئیے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ فسادِ صوم کے لیے امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک غذا یا دوا کا محلِ غذا و دوا میں پہنچنا ضروری ہے۔ البتہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقینی طور پر محلِ غذا میں پہنچنا ضروری ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک عادۃً پہنچ جانا بھی کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ زخمِ شکم میں تر دوا ڈالنے سے صاحبین کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا کہ ہو سکتا ہے دوا غیر محلِ غذا و دوا میں پہنچی ہو گو عادۃً محلِ غذا و دوا میں پہنچنا ظاہر ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک فاسد ہو جاتا ہے کہ عادۃً ظاہر یہی ہے کہ دوا محلِ غذا و دوا میں پہنچی، مگر چوں کہ غیر محل غذا میں بھی پہنچنے کا احتمال ہے؛ اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احتیاطاً قضا واجب فرماتے ہیں، عبادات میں مذہب امام کے مطابق احتیاط پر عمل واجب ہے، اس لیے وہ زخم شکم (جائفہ) والے اس مسئلے میں احتیاطاً فسادِ صوم اور وجوبِ قضا کا موقف اپناتے ہیں۔

الغرض اس قدر تو روشن ہے کہ فساد صوم کے لیے دوا یا غذا کا محل غذا و دوا میں پہنچنا ضروری ہے خواہ یقیناً، خواہ عادۃً و ظاہراً۔ ۱۲ محمد نظام الدین الرضوی

الدَّوَاءُ رَطْبًا فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى يُفْطِرُ لِلْوُصُولِ عَادَةً. وَقَالَا: لَا، لِعَدَمِ الْعِلْمِ بِهٖ فَلَا يُفْطِرُ بِالشَّكِّ وَإِنْ كان يَابِسًا فَلَا فِطْرَ اتِّفَاقًا. هٰكَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ.[1]

بہار شریعت میں ہے:

"دماغ یا شکم کی جھلّی تک زخم ہے، اس میں دوا ڈالی، اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی روزہ جاتا رہا[2] خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک، اور اگر معلوم نہ ہو کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں اور وہ دوا تر تھی جب بھی جاتا رہا، اور خشک تھی تو نہیں"۔ ہندیہ۔[3]

ان فقہی عبارات کے پیش نظر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ گردے کا مریض پہلے تو یہ کوشش کرے کہ پیری ٹونیل ڈائلیسس رات میں ہو، تاکہ روزے کے فساد پھر قضا کا سوال ہی نہ اٹھے، اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے دن میں ہی یہ ڈائلیسس کرائے تو احتیاطًا روزے کی قضا بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) الفتاوی الهندية، ج:۱، ص: ۲۲٤، كتاب الصوم، الباب الرابع فيما يفسد و ما لايفسد، دار الكتب العلمية، بيروت
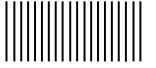
(۲) "دماغ یا شکم تک دوا پہنچنے" کا لفظ بظاہر "محلّ غذا و دوا" میں اس کے پہنچنے کا اشارہ دے رہا ہے جو تحفۃ الفقہا کی عبارت میں مصرّح ہے، مگر اس میں ایک احتمال "دماغ یا شکم کی جھلی تک پہنچنے" کا بھی ہے اور کچھ مندوبین نے اس احتمال کا سہارا بھی لیا، فیصلے میں "احتیاط" کا لفظ "اختلاف صاحبین" کے پیش نظر بھی ہے اور کچھ مندوبین کے اس احتمال کا سہارا لینے کے پیش نظر بھی۔ ۱۲ محمد نظام الدین الرضوی

(۳) بہار شریعت، حصّہ پنجم، ص: ۹۸۷، روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان، مکتبۃ المدینہ۔

سوال نامہ

روزے کی حالت میں انہیلر کے استعمال کا حکم

- روزے کی حالت میں دمہ کے مریض کو اسپرے استعمال کرنے کی رخصت ہوگی یا نہیں ؟
- اسپرے استعمال کرنے کی صورت میں اس کا روزہ درست ہو جائے گا یا نہیں ؟
- اگر روزہ درست نہ ہو تو قضا کرنی پڑے یا روزے کے بدلے فدیہ دینا ہوگا؟

فیصلہ(۱۷)

روزے کی حالت میں انہیلر کے استعمال کا حکم

سوال : روزے کی حالت میں دمہ کے مریض کا انہیلر استعمال کرنا مفسد صوم ہے یا نہیں؟ بصورتِ فسادِ صوم قضا لازم ہوگی یا فدیہ دینا کافی ہوگا؟

جواب: مریض کئی قسم کے ہوتے ہیں:

● ایک وہ جو رات کے اوقات میں انہیلر استعمال کرلیں تو سارا دن روزے کے ساتھ بآسانی گزار سکتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے روزے کے دن میں انہیلر کا استعمال جائز نہیں۔ بلا اضطرار و پریشانی دن میں استعمال کی صورت میں روزے کی قضا و کفارہ دونوں لازم ہوگا۔

● ایسا مریض اگر کسی وجہ سے سخت اضطراب کا شکار ہو جس کی وجہ سے انہیلر کا استعمال ضروری ہو تو اس کے لیے اجازت ہے، مگر روزے کی قضا کرنی ہوگی۔

● وہ مریض جن کا مرض شدید ہے اور دن کو بھی انہیلر استعمال کرنے سے ان کے لیے چارۂ کار نہیں تو وہ روزے نہ رکھیں اور جب انھیں سہولت کے ایام میسر ہوں تو روزے کی قضا کریں۔ بالفرض ایسے ایام میسر نہ ہوں اور عمر کے لحاظ سے انھیں آیندہ ایسے دن ملنے کی امید نہ ہو تو وہ روزے کا فدیہ دیں۔

اس کے دلائل یہ ہیں:

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”طاقت نہ ہونا ایک تو واقعی ہوتا ہے اور ایک کم ہمتی سے ہوتا ہے، کم ہمتی کا کچھ اعتبار نہیں، اکثر اوقات شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ ہم سے یہ کام ہرگز نہ ہوسکے گا اور کریں گے تو مرجائیں گے، بیمار پڑ جائیں گے، پھر جب خدا پر بھروسہ کرکے کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ادا کرا دیتا ہے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا دھوکا تھا۔ ۷۵ برس کی عمر میں بہت لوگ روزے رکھتے ہیں۔

● ہاں! ایسے کمزور بھی ہوسکتے ہیں کہ سرّ ہی برس کی عمر میں نہ رکھ سکیں تو شیطان کے وسوسوں سے بچ کر خوب صحیح طور پر جانچ چاہیے، ایک بات تو یہ ہُوئی۔

● دوسری یہ کہ ان میں بعض کو گرمیوں میں روزہ کی طاقت واقعی نہیں ہوتی مگر جاڑوں میں رکھ سکتے ہیں، یہ بھی کفارہ نہیں دے سکتے، بلکہ گرمیوں میں قضا کر کے جاڑوں میں روزے رکھنا ان پر فرض ہے۔

● تیسری بات یہ ہے کہ ان میں بعض لگاتار مہینہ بھر کے روزے نہیں رکھ سکتے، مگر ایک دو دن بیچ کر کے (ناغہ کر کے) رکھ سکتے ہیں تو جتنے رکھ سکیں اُتنے رکھنا فرض ہے، جتنے قضا ہو جائیں جاڑوں میں رکھ لیں۔

● چوتھی بات یہ ہے کہ جس جوان یا بوڑھے کو کسی بیماری کے سبب ایسا ضعف ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتے انھیں بھی کفارہ دینے کی اجازت نہیں، بلکہ بیماری جانے کا انتظار کریں، اگر قبل شفا موت آجائے تو اس وقت کفارہ کی وصیت کر دیں۔

غرض یہ ہے کہ کفارہ اس وقت ہے کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکیں نہ جاڑے میں، نہ لگاتار نہ متفرق، اور جس عذر کے سبب طاقت نہ ہو اُس عذر کے جانے کی امید نہ ہو، جیسے وہ بوڑھا کہ بڑھاپے نے اُسے ایسا ضعیف کر دیا کہ گنڈے دار (جدا جدا) روزے متفرق کر کے جاڑے میں بھی نہیں رکھ سکتا تو بڑھاپا تو جانے کی چیز نہیں، ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے، ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اٹھنی اُوپر بریلی کی تول سے [1]، یا ساڑھے تین سیر جَو ایک روپیہ بھر اُوپر [2]

اسے اختیار ہے کہ روز کا (کفارہ/فدیہ) روز دے دے یا مہینہ بھر کا پہلے ہی ادا کر دے یا ختمِ ماہ کے بعد کئی فقیروں کو دے یا سب ایک ہی فقیر کو دے، سب جائز ہے۔"[3]

اسی میں ہے:

"اگر صائم اپنے قصد و ارادہ سے اگر (اگر بتی) یا لوبان خواہ کسی شَے کا دُھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عمداً بے حالتِ نسیانِ صوم داخل کرے، مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متّصل کر کے دُھواں سُونگھے کہ دماغ یا حلق میں جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہو گا۔

(۱) موجودہ تول سے دو کلو سینتالیس گرام گیہوں

(۲) موجودہ تول سے چار کلو چورانوے گرام جَو۔

(۳) فتاوی رضویہ، جلد چہارم، ص: ۶۱۲، کتاب الصوم، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

در مختار میں ہے: مفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عودا أو عنبرا لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه فليتنبه له كما بسطه الشرنبلالي.

علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام وامداد الفتاح ومراقی الفلاح تینوں کتابوں میں فرمایا - وهذا لفظ المراقي- : وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه من أدخل بصنعه دخانا حلقه بأي صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر أوعود أو غيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسه واشتم دخانه ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبّه له.

ولا يتوهم أنه كشم الورد و مائه والمسك لوضوح الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل إلى جوفه بفعله.[1]

● *فتاویٰ ہندیہ میں ہے:*

"وَلَوْ قَدَرَ عَلَى الصِّيَامِ بَعْدَ مَا فَدَى بَطَلَ حُكْمُ الْفِدَاءِ الَّذِي فَدَاهُ حَتَّى يَجِبُ عَلَيْهِ الصَّوْمُ. هٰكَذَا فِي النِّهَايَةِ ".[2]

● *فتاویٰ رضویہ میں ہے:*

"فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا گیا ہے جو بہ سبب پیرانہ سالی روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو، نہ آیندہ طاقت کی امید، کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اس کے لیے فدیہ کا حکم ہے۔"[3]

● *اسی میں ہے:*

"کنز" میں ہے : الشيخ الفانى هو يفدي فقط" *غیر (شیخ) فانی پر قضا فرض ہے۔ پیش از قضا قضا (موت) آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب.* کمافی ردالمحتار وغیرہ من الأسفار.[4] والله تعالى أعلم.

---

(۱) الإعلام، بحال البخور في الصيام، مشموله فتاوى رضويه ، جلد چهارم ، ص : ۵۸۸، ۵۸۹، كتاب الصوم، مفسدات صوم، رضا اکیڈمی ، ممبئی

(۲) الفتاوى الهندية ، كتاب الصوم ، الباب الخامس:الأعذار التي تبيح الإفطار، ج: ۱، ص: ۲۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۳) فتاوی رضویہ ج:۴، ص:۶۰۲، کتاب الصوم، باب القضاء، والکفارۃ والفدیۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۴) تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصلاۃ والصیام، مشمولہ فتاوی رضویہ، ج:۴، ص:۶۱۱، کتاب الصوم / باب القضاء والکفارۃ والفدیۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی

سوال نامہ

روزے کی حالت میں
کیتھیٹر (مخصوص پائپ) استعمال کرنے کا حکم

سوال: دوا کے ساتھ یا دوا کے بغیر روزے کی حالت میں مریض کے پیشاب کی نالی میں کیتھیٹر کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

فیصلہ (۷۲)

روزے کی حالت میں کیتھیٹر (مخصوص پائپ) کے استعمال کا حکم

سوال: روزے کی حالت میں مریض کے پیشاب کی نالی میں کیتھیٹر داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا باقی رہے گا؟

جواب: روزے کی حالت میں مرد کے پیشاب کی نالی میں کیتھیٹر داخل کرنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا، کیوں کہ پیشاب کی نالی سے دوا زیادہ سے زیادہ مثانہ تک پہنچے گی اور مثانہ وجوف معدہ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے۔

اس کے دلائل یہ ہیں:

● تبیین الحقائق میں ہے:

” قَالَ رَحِمَهُ الله (وَإِنْ أَقْطَرَ فِي إِحْلِيلِهِ لَا) أَيْ لَا يُفْطِرُ سَوَاءٌ أَقْطَرَ فِيهِ الْمَاءَ أَوْ الدُّهْنَ. وَ هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ،وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يُفَطِّرُهُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ. وَمُحَمَّدٌ تَوَقَّفَ فِيهِ.وَقِيلَ: هُوَ مَعَ أَبِي يُوسُفَ.وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ.

وَهٰذَا الِاخْتِلَافُ مَبْنِيٌّ عَلَى أَنَّهُ هَلْ بَيْنَ الْمَثَانَةِ وَالْجَوْفِ مَنْفَذٌ أَمْ لَا. وَهُوَ لَيْسَ بِاخْتِلَافٍ عَلَى التَّحْقِيقِ.وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ لَا مَنْفَذَ لَهُ وَإِنَّمَا يَجْتَمِعُ الْبَوْلُ فِيهَا بِالتَّرْشِيحِ كَذَا يَقُولُ الْأَطِبَّاءُ.

وَهٰذَا الِاخْتِلَافُ فِيمَا إذَا وَصَلَ إلَى الْمَثَانَةِ وَأَمَّا إذَا لَمْ يَصِلْ بِأَنْ كَانَ فِي قَصَبَةِ الذَّكَرِ بَعْدُ لَا يُفْطِرُ بِالْإِجْمَاعِ.وَبَعْضُهُمْ جَعَلَ الْمَثَانَةَ نَفْسَهَا جَوْفًا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ.وَحَكَى بَعْضُهُمْ الْخِلَافَ مَا دَامَ فِي الْقَصَبَةِ، وَلَيْسَا بِشَيْءٍ.

وَاخْتَلَفُوا فِي الْإِقْطَارِ فِي قُبُلِهَا وَالصَّحِيحُ الْفِطْرُ".(۱)

● فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وإذا أَقْطَرَ في إحْلِيلِهِ لَا يُفْسِدُ صَوْمَهُ عِنْدَ أبي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللهُ تَعَالىٰ. كَذَا في الْمُحِيطِ سَوَاءٌ أَقْطَرَ فيه الْمَاءَ أو الدُّهْنَ... وفي الْإِقْطَارِ في أَقْبَالِ النِّسَاءِ يُفْسِدُ بِلَا خِلَافٍ وهو الصَّحِيحُ. هٰكَذَا في الظَّهِيرِيَّةِ.(۲)

اس کی ترجمانی بہار شریعت میں ان الفاظ میں ہے:

"مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا اگرچہ مثانہ تک پہنچ گیا ہو، اور عورت نے شرم گاہ میں ٹپکایا تو جاتا رہا"۔ عالمگیری۔(۳)

● در مختار میں ہے:

ولو أدخلت قطنة إن غابت فسد، وإن بقي طرفها في فرجها الخارج لا، ولو بالغ في الاستنجاء حتى بلغ موضع الحقنة فسد.(٤)

● فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَلَوْ أَدْخَلَ اصْبَعَهُ في اسْتِهِ أو الْمَرْأَةُ في فَرْجِهَا لَا يَفْسُدُ وهو الْمُخْتَارُ

---

(۱) تبيين الحقائق، ج: ۲ ، ص: ۱۸۳، ۱۸٤، باب مايفسد الصوم وما لا يفسده ، مطبع : بركات رضا، پوربندر، گجرات

(۲) الفتاوى الهندية، ج:۱، ص: ۲۲٤، كتاب الصوم ، الباب الرابع فيما يفسد و ما لايفسد، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) بہار شریعت حصہ پنجم، ص: ۹۸۷، روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان، مکتبۃ المدینہ

(٤) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار ، ج: ۳، ص: ۳٦۹، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

إِلَّا إِذَا كانت مُبْتَلَّةً بِالْـمَاءِ أو الدُّهْنِ فَحِينَئِذٍ يَفْسُدُ لِوُصُولِ الْـمَاءِ أو الدُّهْنِ. هٰكَذَا في الظَّهِيرِيَّةِ. [۱]

بہار شریعت میں اس کی ترجمانی ان الفاظ میں ہے:

"عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی کا کپڑا رکھا، اور بالکل باہر نہ رہا، روزہ جاتا رہا، اور خشک انگلی پاخانے کے مقام میں رکھی، یا عورت نے شرم گاہ میں تو روزہ نہ گیا، اور بھیگی رکھی یا اُس پر کچھ لگا تھا تو جاتا رہا۔ بشرطے کہ پاخانے کے مقام میں اُس جگہ رکھی ہو جہاں عمل دیتے وقت حُقنہ کا سرا رکھتے ہیں۔" [۲]

و اللہ تعالیٰ اعلم

(۱) الفتاوی الهندية، ج: ۱، ص: ۲۲۵، كتاب الصوم ، الباب الرابع فيما يفسد و ما لا يفسد، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) بہار شریعت ج۱، حصہ۵، ص:۹۸۶، روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان، مکتبۃ المدینہ

سوال نامہ

روزے کی حالت میں اینما کرانے کا حکم

قبض، یا بواسیر کے مریض کو اگر پاخانہ نہ ہو رہا ہو یا بڑی آنت کی دیواروں پر گندا مواد جمع ہونے کی وجہ سے بڑی تکلیف اور پریشانی ہو تو اس صورت میں قبض یا بواسیر توڑنے کے لیے اور آنت سے چپکی گندگی کو باہر نکالنے کے لیے مقعد کے راستے دوا یا پانی داخل کیا جاتا ہے، اس طریقۂ علاج کو ''اینما'' کہا جاتا ہے، اس میں مریض کے مقعد میں ایک پائپ کے ذریعہ گلیسرین نامی کیمیکل یا سوڈیم فاسفیٹ یا سُہاگہ اور دوسری دوائیں ڈالی جاتی ہیں۔

جس پائپ یا ٹیوب سے دوا اندر پہنچائی جاتی ہے اُس میں ربر کا گیند نما ایک غبّارہ (Balloon) بنا ہوتا ہے، جب غبّارے کو دبایا جاتا ہے تو اس کی ہوا کے دباو سے پائپ میں موجود دوا اندر پہنچ جاتی ہے۔

اور کچھ ''اینما کِٹ'' میں ایک تھیلی نما حصہ ہوتا ہے جس میں دوا بھری ہوئی ہوتی ہے، اس سے لگے پائپ کا سِرا مریض کے مقعد میں داخل کر دیا جاتا ہے اور تھیلی کو دبانے سے دوا آنت کے اندر چلی جاتی ہے، جس سے مریض کو پاخانہ ہو جاتا ہے اور راحت مل جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے

روزہ دار بواسیر یا قبض توڑنے کے لیے اینما کرائے تو روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟

فیصلہ(۷۳)
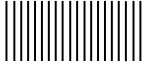
روزے کی حالت میں ”اینما“ کرانے کا حکم

سوال : روزہ دار بواسیر کے علاج یا قبض توڑنے کے لیے اینما کرے تو روزہ فاسد ہو گا یا نہیں؟

جواب: اینما (Enema) کی صورت میں مقعد میں دوا ڈالی جاتی ہے، یہ حُقنہ کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے؛ لہٰذا روزے کی حالت میں اینما کرانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا، اور قضا لازم ہوگی۔

اس کے دلائل یہ ہیں:

● محیط برہانی میں ہے:

”وإذا احتقن يفسد صومه، وإذا استنجى، وبالغ حتى وصل الماء إلى موضع الحُقنة يفسد صومه، و(يجب القضاء) من غير كفارة“.[۱]

● در مختار میں ہے:

ولو بالغ في الاستنجاء حتى بلغ موضع الحقنة فسد، وهذا قلما يكون، ولو كان فيورث داء عظيما... (احتقن أو استعط) في أنفه شيئا... (قضى فقط). ملتقطاً.[۲] **واللہ تعالیٰ اعلم**

---

(۱) المحيط البرهاني، ج:۲،ص :۳۸۳، كتاب الصوم ، الفصل الرابع في ما يفسد الصوم وما لا يفسد صومه، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(۲) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۶۹ تا ۳۸۲ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد و ما لا يفسد، دار الكتب العلمية، بيروت

سوال نامہ

روزے کی حالت میں زبان کے نیچے ٹیبلیٹ رکھنے کا حکم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

دل کی بعض بیماریوں کے لیے مریضوں کو سبکسون (Suboxone) نامی ٹکیا، یا نائٹرو گلیسرین (Nitroglycerin) اسپرے دیا جاتا ہے، یہ اسپرے یا ٹکیاں منہ کے اندر زبان کے نیچے رکھی جاتی ہیں اور فوراً منہ میں تحلیل ہو جاتی ہیں، اِن ٹکیوں کو زبان کے نیچے رکھنے سے مریض کو راحت محسوس ہوتی ہے۔ یہ ٹکیاں منہ کے اندر زبان کی گرمی سے پگھل کر زبان کے مسامات میں جذب ہو جاتی ہیں، اور مسامات کے ذریعہ دل پر اثر انداز ہو کر سینے کے درد میں راحت پہنچاتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے:

روزے کی حالت میں علاج کی غرض سے اس طرح کا اسپرے یا ٹکیا زبان کے نیچے رکھنا مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟
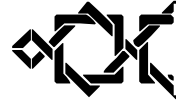
فیصلہ (۷۴)

روزے کی حالت میں زبان کے نیچے ٹیبلیٹ رکھنے کا حکم

سوال: بحالت روزہ دل کے مریضوں کا زبان کے نیچے ٹکیا رکھنا مفسد صوم ہے یا نہیں؟

جواب: تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ وہ ٹکیا منہ میں گھلتے ہی لعاب سے مل جاتی ہے اور لعاب حلق سے نیچے اترنے پر دوا کا مزہ بھی حلق میں بخوبی محسوس ہوتا ہے؛ اس لیے باتفاق رائے یہ فیصلہ ہوا کہ **بحالت روزہ اس طرح کی ٹکیا زبان کے نیچے رکھی اور کچھ دوا گھلنے کے بعد تھوک نگل گیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔**

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

- فتاوی ہندیہ میں ہے:

لَوْ مَصّ الهليلج فدخل البزاق حلقه لم يفسد ما لم يدخل عينه كذا في الظهيرية.
و لو مصّ سكرا حتى وصل الماء حلقه فعليه الكفارة كذا في محيط السرخسي. (۱)

- در مختار میں ہے:

(بقي بلل في فيه بعد المضمضة وابتلعه مع الريق) بخلاف نحو سكر. (۲)

اس کی ترجمانی بہار شریعت میں ان الفاظ میں ہے:

"شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، منہ میں رکھی اور تھوک نگل گیا روزہ جاتا رہا۔... یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا، مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا، تو نہیں"۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الفتاوى الهندية ج:۱، ص: ۲۲٤، الباب الرابع فيما يفسد و ما لا يفسد، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) الدر المختار ج: ۳، ص: ۳٦۷، ۳٦۸، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۳) بہار شریعت، حصہ پنجم، ص: ۹۸٦، روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان، مکتبۃ المدینہ

سوال نامہ

روزے کی حالت میں مریض کو بے ہوش کرنے کا حکم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

بعض بیماریوں کے علاج کے لیے کبھی مریض پر انیس تھیسیا (Anesthesia، مصنوعی بے ہوشی) طاری کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور کبھی مخصوص مدت کے لیے جسم کے مخصوص حصے کو بے حس (سُن) کرنے کی بھی نوبت آتی ہے۔ اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، کچھ طریقے درج ذیل ہیں:

(۱) جسم کے مسامات میں انجکشن لگانا۔

(۲) خون کی رگ میں زود اثر انجکشن لگانا۔

(۳) سیلنڈر کے ذریعہ ناک میں گیس سونگھا کر بے ہوش کرنا۔

(۴) آپریشن کے لیے ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگا کر جسم کو سُن کر دینا۔

ریڑھ کی ہڈی میں جو انجکشن لگایا جاتا ہے اُس کا اثر دماغ یا معدے تک نہیں پہنچتا۔ اور نہ ہی خون کی رگوں تک پہنچتا ہے۔ مصنوعی بے ہوشی کبھی کبھی چند گھنٹے کے لیے ہوتی ہے، اور کبھی ایک دن، دو دن تک رہتی ہے۔ اب سوال یہ ہے:

مصنوعی بے ہوشی و بے حِسی مُفسِدِ روزہ ہے یا نہیں؟ دو تین دنوں تک رہ جانے والی مصنوعی بے ہوشی نیز بے حسی کی صورت میں مریض کے لیے کیا حکم ہے؟

فیصلہ (۷۵)

روزے کی حالت میں مریض کو بے ہوش کرنے کا حکم

سوال : مصنوعی بے ہوشی یا بے حسی مفسد روزہ ہے یا نہیں ؟ اور اگر بے ہوشی دو تین دنوں تک رہ جائے تو اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے ؟

جواب: اس امر پر تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ بے ہوشی بذات خود مفسد صوم نہیں ہے خواہ وہ بے ہوشی مصنوعی ہو یا غیر مصنوعی۔ ہاں ! مصنوعی بے ہوشی کے اسباب و ذرائع کے لحاظ سے اس کے احکام مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً انجکشن لگانے سے مصنوعی بے ہوشی طاری ہوئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس صورت میں کوئی شے منفذ اصلی سے جوفِ معدہ میں نہیں جاتی ہے جیسا کہ سوال نمبر دو کے جواب میں اس کی وضاحت ہے۔

اور اگر سلینڈر کے ذریعہ ناک میں گیس سونگھانے یا منہ کے راستے گیس پہنچانے سے مصنوعی بے ہوشی طاری ہوئی تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں بے ہوش کرنے والی دوا ناک یا منہ کے راستے حلق یا دماغ تک ضرور پہنچتی ہے۔

اب اگر یہ بے ہوشی دراز ہو تو انجکشن کے ذریعہ بے ہوش کرنے کی صورت میں پہلا روزہ صحیح ہوگا اور باقی کی قضا لازم ہوگی۔[1] اور سلینڈر کے ذریعہ حلق یا دماغ تک گیس پہنچانے کی صورت میں بے ہوشی کے تمام ایام کی قضا لازم ہوگی۔

---

(۱) کیوں کہ روزہ صحیح ہونے کے لیے نیت شرط ہے اور دوسرے دنوں کے لیے روزے کی نیت نہیں پائی گئی کہ بے ہوش آدمی سے نیت ممکن نہیں۔ ۱۲ مرتب غفرلہٗ

قضا کے سلسلے میں دلائل یہ ہیں:

● البحر الرائق میں ہے:

"وَلَمْ يَجْعَلُوا الْعَقْلَ وَالْإِفَاقَةَ شَرْطَيْنِ لِلصِّحَّةِ ؛ لِأَنَّ مَنْ نَوَى الصَّوْمَ مِنْ اللَّيْلِ ثُمَّ جُنَّ فِي النَّهَارِ أَوْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ يَصِحُّ صَوْمُهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ،وَإِنَّمَا لَمْ يَصِحَّ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي لِعَدَمِ النِّيَّةِ؛لِأَنَّهَا مِنْ الْمَجْنُونِ وَالْمُغْمَى عَلَيْهِ لَا تُتَصَوَّرُ، لَا لِعَدَمِ أَهْلِيَّةِ الْأَدَاءِ". (۱)

● مبسوط سرخسی میں ہے:

"(قَالَ):رَجُلٌ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حِينَ غَرَبَت الشَّمْسُ فَلَمْ يُفِقْ إِلَّا بَعْدَ الْغَدِ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءُ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا غَرَبَت الشَّمْسُ وَهُوَ مُفِيقٌ فَقَدْ صَحَّ مِنْهُ نِيَّةُ صَوْمِ الْغَدِ وَرُكْنُ الصَّوْمِ هُوَ الْإِمْسَاكُ ، وَالْإِغْمَاءُ لَا يُنَافِيهِ فَتَأَدَّى صَوْمُهُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ لِوُجُودِ رُكْنِهِ وَشَرْطِه، وَعَلَيْهِ قَضَاءُ الْيَوْمِ الثَّانِي؛لِأَنَّ النِّيَّةَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي لَمْ تُوجَدْ،وَقَدْ بَيَّنَّا أَنَّ صَوْمَ كُلِّ يَوْمٍ يَسْتَدْعِي نِيَّةً عَلَى حِدَةٍ وَبِمُجَرَّدِ الرُّكْنِ بِدُونِ الشَّرْطِ لَا تَتَأَدَّى الْعِبَادَةُ". (۲)

● جوہرہ نیرہ میں ہے :

وَلَوْ نَوَى مِنَ اللَّيْلِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُغْمًى عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ بَعْدَ أَيَّامٍ جَازَ صَوْمُهُ لِلْيَوْمِ الْأَوَّلِ الَّذِي نَوَاهُ فِي لَيْلَتِهِ وَلَمْ يَجُزْ فِيمَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَلَوْ نَوىٰ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ صَوْمَ الْغَدِ لَمْ يَجُزْ. (۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) البحرالرائق شرح كنز الدقائق ، ج:٦، ص: ٤٤٩، شروط الصيام ، كتاب الصوم، دار الكتب العلمية، بيروت

(۲) مبسوط السرخسي، ص: ٦٥ ، ٦٦، المجلد الثاني، الجزء الثالث، كتاب الصوم ، دار الفكر، بيروت.

(۳) الجوهرة النيرة، ج: ٢ ، ص: ١٩٧، كتاب الصوم

سوال نامہ

روزے کی حالت میں ضرورت کے باعث خون نکلوانے کا حکم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

بدن سے خون نکلوانے کے مختلف اسباب اور مختلف حالات ہوتے ہیں، کبھی ٹیسٹ کرانے کے لیے خون نکلوایا جاتا ہے، جس میں حسب ضرورت بدن سے کم یا زیادہ خون نکالا جاتا ہے۔

کبھی کسی اور کو خون کا عطیہ دینے کے لیے نکلوایا جاتا ہے، عطیہ دینے کی مختلف صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کارِ نیک سمجھ کر بلڈ بینک میں جمع کرنے کے لیے خون نکلوایا جائے، اور فی الحال اس کی ضرورت نہ ہو، دوسری یہ کہ ایمرجنسی کی حالت میں کسی کی جان بچانے کے لیے خون دیا جائے۔ اگر خون نہ دیا جائے تو مریض کی جان جانے کا اندیشہ ہو۔

خون کا عطیہ دینے کی صورت میں ۲۵۰ر سے ۳۰۰ر ملی لیٹر تک خون جسم سے نکال لیا جاتا ہے، اس سے روزہ دار کو نقاہت اور کمزوری بھی لاحق ہو سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے:

کیا روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانا، یا بلڈ بینک میں عطیہ دینا جائز ہے؟ کیا کسی کی جان بچانے کے لیے روزے کی حالت میں خون دے سکتے ہیں؟

فیصلہ(۷۶)
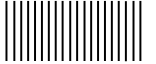
روزے کی حالت میں ضرورت کے باعث خون نکلوانے کا حکم

سوال : کیا روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانا، یا بلڈ بینک میں عطیہ دینا، یا ایمرجنسی کی صورت میں کسی کی جان بچانے کے لیے خون دینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب: اس سوال کے تین اجزا ہیں: (۱) روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانا۔ (۲) بلڈ بینک میں خون کا عطیہ دینا۔ (۳) ایمرجنسی کی صورت میں کسی کی جان بچانے کے لیے خون دینا۔

ان کے جوابات ترتیب وار درج ذیل ہیں:

[۱] روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانا جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ ٹیسٹ کے لیے معمولی خون لیا جاتا ہے جس سے ضعف کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

[۲] روزے کی حالت میں بلڈ بینک میں خون کا عطیہ دینا مکروہ وممنوع ہے؛ اس لیے کہ عطیہ دینے کی صورت میں ۲۵۰/ سے ۳۰۰/ ملی لیٹر تک خون نکال لیا جاتا ہے جس سے روزہ دار کو کمزوری لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

[۳] کسی کی جان بچانے کے لیے بحالت روزہ خون دینا جائز ہے؛ اس لیے کہ شریعت میں جس طرح سے اپنی ضرورت کا لحاظ رکھا گیا ہے اسی طرح دوسرے مسلمان کی ضرورت کا بھی لحاظ ہے۔ ہاں! اگر اس کے علاوہ کوئی غیر روزہ دار خون دینے کے لیے مل جائے اور اس کا خون مریض کے لیے کافی ہو، یا رات میں بھی خون دینے کی گنجائش ہو تو اس صورت میں بحالت روزہ خون دینا مکروہ ہوگا۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

● فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَلَا بَأْسَ بِالْحِجَامَةِ إنْ أَمِنَ على نَفْسِهِ الضُّعْفَ أَمَّا إذَا خَافَ فإنه يُكْرَهُ

وَيَنْبَغِي له أَنْ يُؤَخِّرَ إِلَى وَقْتِ الْغُرُوبِ، وَذَكَرَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ: شَرْطُ الْكَرَاهَةِ ضُعْفٌ يَحْتَاجُ فيه إِلَى الْفِطْرِ وَالْفَصْدُ نَظِيرُ الْحِجَامَةِ. هَكَذَا فِي الْمُحِيطِ.[۱]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"فصد سے روزہ نہ جائے گا، ہاں! ضعف کے خیال سے بچے تو مناسب"۔[۲]

● ردالمحتار میں ہے:

"(قَوْلُهُ : وَكَذَا لَا تُكْرَهُ حِجَامَةٌ) أَيِ الْحِجَامَةُ الَّتِي لَا تُضْعِفُهُ عَنْ الصَّوْمِ ، وَيَنْبَغِي لَه أَنْ يُؤَخِّرَهَا إِلَى وَقْتِ الْغُرُوبِ، وَالْفَصْدُ كَالْحِجَامَةِ، وَذَكَرَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ أَنَّ شَرْطَ الْكَرَاهَةِ ضُعْفٌ يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى الْفِطْرِ كَمَا فِي التَّتَارْخَانِيَّة . إمْدَادٌ ، وَقَالَ قَبْلَهُ : وَكُرِهَ لَهُ فِعْلُ مَا ظَنَّ أَنَّهُ يُضْعِفُهُ عَنْ الصَّوْمِ كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَالْعَمَلِ الشَّاقِّ لِمَا فِيهِ مِنْ تَعْرِيضِهِ لِإِفْسَادٍ".[۳]

● در مختار میں ہے:

فروع: لا يجوز أن يعمل عملا يصل به إلى الضعف، فيخبز نصف النهار ويستريح الباقي.[٤]

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

وقال في التتارخانية: وفي الفتاوى: سئل علي بن أحمد عن المحترف إذا كان يعلم أنه لو اشتغل بحرفته يلحقه مرض يبيح الفطر وهو محتاج للنفقة، هل

---

(١) الفتاوى الهندية، ج: ١، ص: ٢٢٠، كتاب الصوم ، الباب الثالث فيما يكره للصائم و ما لا يكره، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(٢) فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۵۸۷، کتاب الصوم، مفسدات صوم، رضا اکیڈمی، ممبئی

(٣) رد المحتار المطبوع على الدرالمختار ، ج: ٣، ص: ٣٩٩، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(٤) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار ، ج: ٣، ص: ٤٠٠، ٤٠١، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

يباح له الأكل قبل أن يمرض؟ فمنع من ذلك أشد المنع.[۱]

بہار شریعت میں ہے:

”رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ لہٰذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔ (در مختار)۔ یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں کہ روزے ادا کر سکیں۔“[۲]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی، دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔ مثلاً:
(۱) دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص ڈوبنے لگا اور یہ بچا سکتا ہے لازم ہے کہ نیت توڑے اور اسے بچائے، حالاں کہ ابطال عمل حرام تھا۔ قال تعالیٰ: لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ۔ (۲) نماز کا وقت تنگ ہے ڈوبتے کو بچانے میں نکل جائے گا، بچائے، اور نماز قضا پڑھے اگرچہ قصداً قضا کرنا حرام تھا۔ (۳) نماز کا وقت جاتا ہے اور قابلہ اگر نماز میں مشغول ہو بچے پر ضائع ہونے کا اندیشہ ہے نماز کی تاخیر کرے۔ (۴) نماز پڑھتا ہے اور اندھا کنویں کے قریب پہنچا، اگر یہ نہ بتائے وہ کنویں میں گر جائے، نیت توڑ کر بتانا واجب ہے۔
اشباہ میں ہے: تخفيفات الشرع أنواع: الخامس تخفيف تاخير كتاخير الصلوٰة عن وقتها في حق مشتغل بإنقاذ غريق و نحوه.

ردالمحتار کتاب الحج میں ہے: جاز قطع الصلوٰة أو تاخيرها لخوفه على نفسه أو ماله أو نفس غيره أو ماله كخوف القابلة على الولد والخوف من تردّى أعمى وخوف الراعى من الذئب و أمثال ذٰلك. **اقول:** یہ بھی حقیقتاً اپنے نفس کی طرف راجع کہ یہ شرعاً ان کے بچانے پر مامور ہے ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است —— اگر خاموش بنشینم گناہ است“[۳] واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) رد المحتار ج: ۳، ص: ٤٠٠، ٤٠١، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم و ما لايفسده، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) بہار شریعت، حصّہ پنجم، ص:۹۹۸، مکتبۃ المدینہ۔

(۳) فتاوی رضویہ، ج:۹، نصف آخر، ص: ۲۰۰، کتاب الحظر والاباحۃ، رضا اکیڈمی، ممبئی

سوال نامہ

روزے کی حالت میں انڈوسکوپی کا حکم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا ومُسَلِّمًا

جسم کی اندرونی چیکنگ کرنے کے لیے کبھی منہ کے راستے مریض کے معدے میں منظار داخل کیا جاتا ہے، اسی طرح جگر اور آنتوں کے معاینے کے لیے شریانوں میں نہایت باریک نلکی داخل کی جاتی ہے، اِن سب کاموں کا مقصد صرف معاینہ کرنا، چیک اپ کرنا یا نمونہ لینا ہوتا ہے۔ مِنظار، ٹیوب یا نلکی کے ساتھ کوئی دوا یا محلول نہیں ہوتا۔ اِس معاینے اور جانچ کو طب کی اصطلاح میں اِنڈوسکوپی (Endoscopy) کہا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے:

بحالتِ روزہ معدہ، جگر یا آنت میں مِنظار وغیرہ داخل کر کے چیک کرنے سے روزے میں خلل آئے گا یا نہیں؟

فیصلہ (۷۷)

روزے کی حالت میں انڈوسکوپی کا حکم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

روزے کی حالت میں انڈوسکوپی کرانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (مرتّب غفرلہٗ)

سوال: بحالت روزہ معدہ، جگر یا آنت میں منظار وغیرہ داخل کرکے چیک کرنے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب: اس طریقۂ کار کو ڈاکٹروں کی اصطلاح میں " انڈوسکوپی " کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے جو پائپ سنگل یوز (ایک بار استعمال) کے لیے ہوتا ہے اس میں پہلے سے چکنا پن لانے کے لیے رطوبت یا جیلی لگی ہوتی ہے، اور جو ملٹی یوز (متعدّد بار استعمال) کے لیے ہوتا ہے اسے بھی لیس دار بنانے کے لیے ڈاکٹر عام طور سے کوئی نہ کوئی جیلی اُس پر لگا دیتے ہیں۔

اندرونی معاینے کے لیے پائپ ڈالنے سے پہلے اس کی گزر گاہ (مدخل) کو بے حِس کر دیا جاتا ہے، پھر منہ کے راستے معدے میں پائپ داخل کیا جاتا ہے، اس پائپ کے اوپر اعضا میں بے حسی پیدا کرنے کے لیے زایلوکین (XYLOCEIN) وغیرہ سیّال مادہ لگا دیا جاتا ہے جو پائپ کے ساتھ حلق سے نیچے اتر جاتا ہے۔ اس پائپ کو ایک ٹی وی نما مشین سے جوڑ دیا جاتا ہے، پائپ میں ایک لائٹ بھی

لگی ہوتی ہے، معدے کے اندر لائٹ روشن ہو جاتی ہے اور اندر کی پوری تصویر مشین کی اسکرین پر نظر آتی ہے، اگر کہیں کوئی دھندلاپن ہوتا ہے تو اُسی پائپ کے ذریعہ سیال مادّہ بھی ڈالا جاتا ہے جس سے معدے کا وہ حصہ صاف و شفاف ہو جاتا ہے اور دھندلا پن دور ہو جاتا ہے اور اندر کی تصویر صاف صاف اسکرین پر نظر آنے لگتی ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں **انڈوسکوپی کا حکم یہ ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔**

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

● در مختار میں ہے:

(أدخل عودا) ونحوه (في مقعدته وطرفه خارج) وإن غيبه فسد وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطا ولو فيه لقمة مربوطة إلا أن ينفصل منها شيء. ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد.[1]

بہار شریعت میں ہے:

”کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں رکھی، اگر اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو نہیں ٹوٹا، ورنہ جاتا رہا، لیکن اگر وہ تر ہے اور اس کی رطوبت اندر پہنچی تو مطلقاً جاتا رہا . . . یوں ہی اگر ڈورے میں بوٹی باندھ کر نگل لی، اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ باہر رہا اور جلد نکال لی کہ گلنے نہ پائی تو نہیں گیا اور اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ بھی اندر چلا گیا، یا بوٹی کا کچھ حصہ اندر رہ گیا تو روزہ جاتا رہا۔“[2] واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳٦۹، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
(۲) بہار شریعت، حصہ پنجم، ص: ۹۸٦، مکتبۃ المدینہ

سوال نامہ

روزے کی حالت میں دانت کے آپریشن اور اس کے مشابہ علاج کا حکم

سوال: کیا روزے کی حالت میں آر سی ٹی کرانا یا دانت اکھڑوانا، یا دانتوں کی اصلاح کرانا۔ صحیح ہے، یا اس میں کچھ کراہت ہے؟

فیصلہ (۷۸)

روزے کی حالت میں دانت کے آپریشن اور اس کے مشابہ علاج کا حکم

سوال: روزے کی حالت میں آر سی ٹی کرانا، دانت اکھڑوانا، یا دانتوں کی اصلاح کرانا بلا کراہت صحیح ہے، یا مکروہ ہے یا مفسد صوم؟

جواب: دانت کا مریض اگر ممکن ہو تو رات میں آر سی ٹی کرائے، دانت اکھڑوائے یا اس طرح کی کوئی اور اصلاح کرائے، رمضان کے دنوں میں اس طرح کے علاج سے بچے؛ اس لیے کہ اگر خون یا دوا کا کچھ حصہ بھی حلق کے نیچے اتر گیا تو بلا شبہہ اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اگر احتیاط کرے کہ کوئی چیز حلق کے نیچے نہ جانے پائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن پھر بھی ایسا کرنا مکروہ ہوگا کہ جانے کا اندیشہ ضرور ہے۔ نیز دوا کا مزہ محسوس ہوتا ہے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

● ردالمحتار میں ہے:

ومن هذا يعلم حكم من قلع ضرسه في رمضان ودخل الدم إلى جوفه في النهار ولو نائما فيجب عليه القضاء إلا أن يفرق بعدم إمكان التحرز عنه فيكون كالقيء الذي عاد بنفسه.[1]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال، اور منجن ناجائز و حرام نہیں جب کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جزو حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورتِ صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: کره له ذوق شيء.“[2] واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) رد المحتار، ج: ۳ ، ص: ۳۶۸، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم و ما لا يفسده ، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۲) فتاوی رضویہ، ج: ۴، ص: ۶۱۴، کتاب الصوم، مکروہات، رضا اکیڈمی، ممبئی

سوال نامہ

روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانے کا حکم

- روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانے کا کیا حکم ہے؟
- کیا اِسے لگانے کے باوجود روزہ صحیح ہو گا؟

فیصلہ(۷۹)

روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانے کا حکم

سوال: روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانا مفسد صوم ہے یا نہیں؟

جواب: روزے کی حالت میں آکسیجن ماسک لگانا مفسد صوم ہے؛ اس لیے کہ اس میں خارج سے جوف صائم میں ایسی مصنوعی آکسیجن کا بالقصد ادخال ہوتا ہے جس سے انسان کا بچنا ممکن ہے۔

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اب ہم ان اشیا کو جو خارج سے جوف صائم میں داخل ہوں نظر کریں تو انحاے مختلفہ کے پاتے ہیں۔

(۱) ان میں بعض وہ ہیں جن سے کسی وقت صائم کو احتراز ممکن نہیں، جیسے ہوا۔

(۲) بعض وہ جن سے احیاناً تلبس ہر شخص کو ضرور، اور ان سے تحرز کلی نامقدور، جیسے دخول غبار ودخان کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو ان سے قرب کی حاجت ضروری ہے اور وہ اپنی حد ذات میں ممکن الاحتراز نہیں، آدمی کو کلام سے چارہ نہیں، اور کلام نہ بھی کرے تو بے تنفس کیوں کر گزرے، اور ہوا کہ ان کی حامل ہوتی ہے تمام فضا میں بھری اور متحرک رہتی، جابجا لیے پھرتی ہے، آدمی مُنہ بند بھی رکھے تو یہ ناک کی راہ سے داخل ہوسکتے ہیں۔

(۳) اور بعض وہ جن سے ہمیشہ تحرز کر سکتا ہے اگر چہ نادراً بعض اشخاص کو بعض حالات ایسے پیش آئیں کہ تلبس پر مجبور کریں، جیسے طعام و شراب، اور ان ہی دخان وغبار کا بالقصد ادخال کہ یہ تو اپنا فعل ہے انسان اس میں مجبور محض نہیں۔

شرع مطہر نے کہ حکیم ورحیم ہے جس طرح قسم اوّل کو مفطرات سے خارج فرمایا کہ اگر اسے ملحوظ

رکھیں تو صوم ممتنع اور تکلیفِ روزہ تکلیف بالمحال ٹھہرے، اسی طرح قسم ثانی کو مطلقا شمار مفطرات میں نہ رکھا، کہ اگر مفطر مانیں تو دو حال سے خالی نہیں، یا توحکمِ فطر ہمیشہ ثابت رکھیں تو وہی تکلیف مالایطاق ہوتی ہے یا وقتِ ضرورت باوصف حصول مفطر روزہ باقی جانیں تو بقاے شے مع انتفاے حقیقت یا اجتماعِ ذات و منافی ذات لازم آئے اور یہ باطل ہے، ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ دربارۂ حقائق ضرورت کارگر نہیں ہوتی ولہذا شرع مطہر سے ہرگز معہود نہیں کہ کسی شے کو بخصوصہ مفطر قرار دے کر بعض جگہ بنظرِ ضرورت حکمِ افطار ساقط فرمایا ہو، مثلاً کتبِ فقہیہ پر نظر ڈالیے:

اوّلاً: بیمار قریبِ مرگ ہو گیا مجبوراً دوا پی، ضرورت کیسی شدید تھی جس نے روزہ توڑنا جائز کر دیا، مگر روزہ ٹوٹنے کا حکم مرتفع نہ ہُوا۔

ثانیاً: ظالم تلوار سر پر لیے کھڑا ہے کہ نہیں کھاتا تو قتل کر دے گا، کیسی سخت ضرورت ہے، حکم ہو گا کھالے، مگر یہ نہ ہو گا کہ روزہ نہ جائے۔

ثالثاً: مخمصہ والے مضطر کی ضرورت سے زیادہ کس کی ضرورت ہے، جس کے لیے مردار سے مردار، حرام سے حرام میں اثم زائل، اور بقدر حفظ رمق، تناول فرض ہوا، مگر یہ نہیں کہ یہ حالت بصورت صوم واقع ہو تو ضرورت کے لحاظ سے روزہ نہ ٹوٹے۔

رابعًا: سوتا، مرا برابر ہوتا ہے النوم أخو الموت، سوتے کے پاس بچنے کا کیا حیلہ، احتراز کا کیا چارہ، مگر یہ ناممکن الاحترازی، بقاے صوم کا حکم نہ لائی، سوتے میں حلق میں کچھ چلا جائے گا تو روزے پر وہی فساد کا حکم آئے گا۔

غرض خادم فقہ کے نزدیک بدیہیات سے ہے کہ شرع مطہر کبھی کسی چیز کو مفطر مان کر ضرورت وعدمِ ضرورت کا فرق نہیں فرماتی، لحاظِ ضرورت صرف اس قدر ہوتا ہے کہ افطار جائز، بلکہ کبھی فرض ہوجائے، مگر مفطر مفطر نہ رہے یہ ناممکن۔ تو ثابت ہُوا کہ اس اصل اجماعی عقل و نقل و قاعدہ شرعیہ آیہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلّا وُسْعَهَا نے واجب کیا کہ قسم ثانی بھی راساً عداد مفطرات سے مہجور، اور مفطر شرعی صرف قسم ثالث میں محصور ہو۔

بحمد اللہ تعالی اس تقریر منیر سے روشن ہُوا کہ مفطر نہ ہونے کے لیے جس طرح قسم سوم کی

ضرورت نادرہ کہ اتفاقاً بعض صائمین کو بعض احوال میں لاحق ہو جیسے مضطر و مکرہ و نائم و مریض کی مجبوری کافی نہیں ہو سکتی، یونہی قسم اول کی ضرورت دائمہ لازمہ غیر منفکہ بھی درکار نہیں، بلکہ صرف قسم دوم کی ضرورت عامہ فعلیہ بس ہے اور جب اس کی بنا پر وہ شے شمار مفطر سے خارج رہی تو اب تفصیل و تفریق اوقات و حالاتِ ضرورت، نہیں کر سکتے ورنہ وہی استحالہ لازم آئے گا جسے ہم ابھی عقلاً و نقلاً باطل کر چکے۔"(۱)

ایک اشکال اور اس کا جواب:

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہوا تو گیسوں کا مجموعہ ہے جس میں ۷۸ر فیصد نائٹروجن گیس، ۲۱ر فیصد آکسیجن اور ایک فیصد دوسری گیس ہوتی ہے۔ جب مریض کو آکسیجن کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے تو ہوا سے اس کا کام نہیں چلتا؛ کیوں کہ اس میں ۲۱ر فیصد ہی آکسیجن ہے تو اس کو سلینڈر سے مصنوعی گیس دی جاتی ہے جس میں ۶۰ ر فیصد آکسیجن اور ۴۰ ر فیصد نائٹروجن گیس ہوتی ہے اور دوسری گیسوں کو اس سے بالکل الگ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جب کھلی ہوا میں سانس لینا مفسد صوم نہیں ہے تو آکسیجن ماسک لگانا بھی مفسد صوم نہیں ہوگا کہ یہ بھی وہی قدرتی ہوا ہے، بس فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں آکسیجن کی مقدار بڑھا دی گئی ہے۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ جب مشینوں کے ذریعہ قدرتی ہوا سے آکسیجن کو الگ کر کے سلینڈر میں محفوظ کیا جاتا ہے تو وہ آکسیجن پانی بن جاتی ہے، اور اس طرح اس کی حقیقت بدل جاتی ہے، پھر بوقت ضرورت اسے گیس بنا لیا جاتا ہے، تو آکسیجن ماسک کے ذریعہ جو آکسیجن اندر جاتی ہے وہ مصنوعی آکسیجن ہے، وہ نہیں جو کھلی فضا میں سانس لینے میں اندر جاتی ہے۔

قدرتی ہوا سے بچنا ممکن نہیں، اس لیے اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور مصنوعی گیس سے بچنا ممکن ہے کہ اسے بندہ اپنے قصد و اختیار سے جوف میں داخل کرتا ہے لہٰذا اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الإعلام بحال البخور في الصيام، مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص: ۵۹۰، کتاب الصوم، رضا اکیڈمی، ممبئی

غذائی اشیا میں نقصان دہ دواؤں اور کیمیکلز کا استعمال

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

غذائی اشیا میں نقصان دہ دواؤں اور کیمیکلز کا استعمال

(۱) فارموں میں مرغیوں کو محدود و محصور رکھ کر دواؤں کے ذریعہ غیر فطری طریقے سے ان کا حجم بڑا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) ماکول اللحم مرغیوں کو ناپاک اشیا کھلانے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اناج، سبزیوں اور پھلوں کی پیداوار میں اضافے کے لیے مضرِ صحت کیمیکل یا دوا کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

(۳) مضر صحت سینتھیٹک، یا پیٹرو کیمیکل کلر کے ذریعہ سبزیوں اور پھلوں کو پر کشش اور ہرا تازہ بنا کر بیچنا کیسا ہے؟

(۴) نقصان دہ کیمیکل کا استعمال کر کے جانوروں سے دودھ حاصل کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) اس طرح تیار شدہ چیزیں کھانے کا حکم کیا ہے؟

فیصلہ (۸۰)

غذائی اشیا میں نقصان دہ دواؤں اور کیمیکلز کا استعمال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

(۱) مسلمان تاجر اپنے معاملات فریب اور ضرر سے پاک رکھیں کہ یہ دونوں باتیں ناجائز ہیں۔
(۲) جن چیزوں کا مضر صحت ہونا معلوم ہو جائے عامۂ مسلمین ان سے پرہیز کریں۔
(۳) اور حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کریں۔ (مرتّب غفرلہ)

اس عنوان کے تحت سوال نامہ میں اجمالاً یہ بتایا گیا ہے کہ درج ذیل امور میں مضر صحت دواؤں اور کیمیکل کا استعمال عام ہے۔

(۱) غیر عادی طور پر مرغ کا حجم اور وزن بڑھانے کے لیے دوا وغیرہ کا استعمال۔

(۲) غلّے اور سبزیوں میں دوا اور کیمیکل کا استعمال۔

(۳) پھلوں کو قبل از وقت پکانے، خوش نما بنانے اور غیر فطری طور سے حجم بڑھانے کے لیے کیمیکل وغیرہ کا استعمال۔

(۴) جانوروں کے دودھ کی مقدار بڑھانے کے لیے دواؤں کا استعمال۔

پھر ہر ایک نمبر کے تحت بڑی اہم معلومات تفصیل سے فراہم کی گئی ہیں پھر یہ **سوال** کیا گیا ہے کہ اس طرح کا عمل شرعًا کیسا ہے اور ایسی غذائی اشیا کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان میں بہت سے طریقے ایسے ہیں جو فریب اور ضرر سے خالی نہیں، اس لیے ان کی حرمت میں کلام نہیں۔ جن میں ضرر اور فریب نہیں صرف تاجروں کا فائدہ ہے ان کے جواز میں بھی کلام نہیں، مگر لوگوں کے لیے ان کی تفصیلات کا علم خصوصًا یہ جاننا کہ مارکیٹ میں ملنے والا کون سا غلّہ، یا سبزی یا

پھل مضرِ صحت ہوکر آیا ہے بہت دشوار ہے؛ اس لیے لوگوں کو ایسی غذائی اشیا سے بچانا بھی بہت دشوار ہے جیسے تاجروں کو ان کے عمل سے روکنا دشوار ہے، اس لیے کہ ان سے ایسی توقع بہت کم ہے کہ وہ اپنے مفاد کو ترک کرکے شرعی ہدایات پر توجہ دیں خصوصًا وہ جو دین سے واسطہ نہیں رکھتے، حکومتوں نے قوانین تو بنائے ہیں مگر ان پر عمل کرانا ان کے لیے بھی سخت دشوار ہے۔

عامۂ مسلمین کو چاہیے کہ جس چیز کے بارے میں مضر صحت ہونے کا علم ہو جائے اس سے بالکل پرہیز کریں اور جہاں علم نہ ہو تو بھی عام حالات میں چاہیے کہ حکم حدیث کے مطابق "کم خوردن" پر عمل کریں تاکہ زیادہ ضرر کا شکار نہ ہوں۔ ساتھ ہی حفظان صحت کے اصولوں پر بھی کاربند ہوں تاکہ ممکنہ ضرر کا دفاع ہوتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مآخذ

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝" [1]

(۲) مسلم شریف میں ہے: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ : أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي" [2]

(۳) ترمذی شریف میں ہے: "عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةٍ مِنْ طَعَامٍ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً، فَقَالَ: يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ، مَا هَذَا؟، قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتَّى يَرَاهُ النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا." قال أبوعيسى: حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح و العمل على هذا عند أهل العلم ، كرهوا الغش و قالوا الغش حرام." [3]

(۴) سنن ابن ماجہ میں ہے: "عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنْ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ." [4]

---

(١) القرآن الحكيم، سورة الأعراف، آيت: ٣١.

(٢) الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ٧٠، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ من غشّنا فليس منا، مجلس البركات، مبارك فور، هند.

(٣) جامع الترمذي، ج: ١، ص: ١٥٧، أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع، مجلس البركات، مبارك فور .

(٤) سنن ابن ماجه ج: ٢، ص: ٧٨٤، كتاب الأحكام، باب من بنى في حقه ما يضر بجاره، حديث: ٢٣٤٠، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

اردو تراجم قرآن کو دوسری عجمی زبانوں کے رسم الخط میں لکھنے کا حکم

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

اردو تراجم قرآن کو دوسری عجمی زبانوں کے رسم الخط میں لکھنے کا حکم

قرآن و حدیث اور فقہ و سیر وغیرہ کے اردو تراجم اور علمائے اہل سنت کی اردو کتابوں کو ہندی، گجراتی، انگریزی زبانوں کے رسم الخط میں لکھنا (اس طرح کہ زبان، الفاظ اور محاورات بعینہٖ اردو ہی رہیں) جائز ہے یا نہیں، یہ مسئلہ زیر غور ہے۔

عربی، فارسی اور اردو کے بہت سے حروف ایسے ہیں جن کے بدلے میں انگریزی ہندی اور گجراتی حروف نہیں پائے جاتے جیسے ح، ص، ض، ط، ظ، ع، ق، وغیرہ اس لیے ایسے حروف مخصوصہ کے مخارج وصفات کو مذکورہ بالا دوسری زبانوں کے حروف سے نہیں بیان کیا جاسکتا، نہ تحریر میں، نہ تلفظ میں جیسے ”عبد الرحیم“ اگر انگریزی میں لکھنا ہو تو عین کو (A) اے اور ح کو (H) ایچ لکھیں گے ظاہر ہے کہ اے اور ایچ کے مخرج اور صفات الگ ہیں اور عین و حا کے مخرج وصفات الگ۔ اس لیے انگریزی کے وہ حروف عربی کے ان حروف کے قطعاً بدل نہیں تو ABDUR RAHIM قطعاً ”عبد الرحیم“ کا بدل نہیں۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ”ابد الرہیم“ کا شبہِ بدل ہوسکتا ہے اس تجزیے سے عیاں ہے کہ عربی کے جملہ حروف کے بدل نہیں ہوسکتے تو عربی زبان کے کلمات کو انگریزی حروف میں بدلنا ایک طرح کی تحریف ہوگی یہی حال گجراتی و ہندی، رومن کا بھی ہے۔

اردو اور فارسی کے حروف عربی حروف کے بدل، بلکہ عین ہیں اس لیے عربی کلمات کو اردو اور فارسی کے رسم الخط میں لکھنے کی اجازت ہے۔

”رومن“ کا مطلب ہے ایک زبان کے کلمات کو دوسری زبان کے حروف میں لکھنا، تو جہاں دوسری

زبان کے حروف میں عربی کلمات لکھنے سے لفظی یا معنوی تحریف نہ ہو وہاں دوسری زبان کے حروف و کلمات میں لکھنا جائز ہے اور جہاں تحریف ہو وہاں دوسری زبان میں لکھنے کی اجازت غور طلب ہے۔

مثلاً السلام علیکم، اسم جلالت، اللہ، رحمٰن، رحیم، عبد الرحمٰن، عبد الرحیم، عبد اللہ، رضی اللہ، ثناء اللہ، وصی اللہ، ان شاء اللہ، ماشاء اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ، جزاک اللہ وغیرہ وغیرہ کلمات کو انگریزی، ہندی اور گجراتی میں لکھنے پر تلفظ اور معنیٰ کی تبدیلی واضح ہے۔

ان امور کے پیش نظر درج ذیل سوالات کے جوابات منقح فرمائیں:

(۱) عربی، فارسی، اردو کے ۲۹؍ حروف مشترک ہیں تو کیا زبانوں کے اختلاف سے ان حروف کے مخارج بھی مختلف ہو جاتے ہیں؟

(۲) کیا ہندی میں خاص خاص حروف کے نیچے نقطے رکھ دینا یا انگریزی میں کچھ حروف کے ساتھ H بڑھا دینا یا گجراتی میں اسی طرح کا کوئی سسٹم جاری کر دینا انھیں عربی کے متعلقہ حروف کے ہم مخرج بنا دے گا یا کم از کم ان حروف کے مخارج و صفات کی نشاندہی کے لیے کافی ہو گا اور تحریف کا ارتکاب لازم نہیں آئے گا؟

(۳) ان کے سوا کوئی اور شرعی حل آپ کی نگاہ میں ہے تو اسے بھی بیان فرمائیں۔

فیصلہ (۷۱)
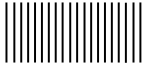
اردو تراجم قرآن کو دوسری عجمی زبانوں کے رسم الخط میں لکھنے کا حکم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حَامِدًا و مُصَلِّيًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

(۱) عام مسلمان عربی رسم الخط اور عربی حروف و کلمات اس قدر ضرور سیکھیں کہ قرآن مجید دیکھ کر بھی صحیح پڑھیں اور یاد کر کے بھی صحیح پڑھیں۔

(۲) دیارِ ہند کے مسلمان اردو زبان و تحریر کا علم بھی حاصل کریں تا کہ اپنے عقائد و احکام سے باخبر رہیں۔

(۳) تاہم حاجتِ ناس کے پیش نظر تیسیراً اردو تراجم قرآن اور دیگر کتب مفیدہ کو غیر اردو رسم الخط میں لکھنے کی اجازت ہے۔ (مرتّب غفرلہٗ)

بہت سے علاقوں یا بہت سے لوگوں میں دینی تعلیم کی زبوں حالی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ قاعدہ بغدادی اور ناظرہ قرآن مجید بھی نہیں پڑھتے جب کہ ہندی انگریزی میں بہت کچھ پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے کچھ ناشرین

نے قرآن مجید کو ہندی یا اور کسی زبان کے رسم الخط میں شائع کرنا شروع کر دیا۔ اس پر مجلس شرعی کے سیمینار میں بحثیں ہوئیں اور فیصلہ ہوا کہ قرآن مجید کی کتابت صرف عربی رسم الخط میں ہو سکتی ہے وہ بھی قرآن کریم کے اس مقررہ رسم الخط کی پابندی کے ساتھ جس پر صحابۂ کرام نے لکھا اور ائمۂ دین نے اسے واجب قرار دیا۔

اب یہ سوال پیش آیا کہ قرآن کریم کے اردو ترجمہ کو ہندی، گجراتی وغیرہ رسم الخط میں لکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اردو میں عربی کے وہ سارے حروف موجود ہیں جن کا بدل دوسری ساری زبانوں میں نہیں۔ مثلاً: ث، ح، خ، ذ، ص، ض، ط، ظ، ق۔

اب اگر ان حروف پر مشتمل کسی لفظ کو ہندی میں لکھا جائے تو بہت سی صورتوں میں تلفظ اور معنی دونوں میں تبدیلی ہو جائے گی، جیسے:

خانہ (खाना - کھانا)　　　نظم (नज्म - نجم)　　　ضَو (जौ - جَو)

اس وجہ سے اس مسئلہ پر بہت زیادہ غور وخوض ہوا۔ آخر میں یہ طے پایا کہ خود قرآن کریم کی کتابت میں تو رسم عربی اور رسم قرآنی کی پابندی ضروری ہے مگر اردو ترجمے کی کتابت میں یہ پابندی ضروری قرار دی جائے تو لوگوں تک قرآن کے معانی و مطالب کو پہنچانا بہت دشوار ہو جائے گا اور لوگ یا تو اس سے نابلد ہی رہیں گے یا غیروں کے تراجم کی طرف رجوع کریں گے اسی طرح اردو زبان میں عقائد واحکام کے بیان پر مشتمل جو کتابیں ہیں انھیں بھی اگر غیر اردو رسم الخط میں لکھنا ممنوع ٹھہرے تو لوگ بے شمار ضروری دینی باتوں سے بے خبر رہ جائیں گے یا اہل باطل کی غلط سلط کتابوں کو اپنا مرجع وماخذ بنالیں گے۔

علاوہ ازیں ترجمے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ مراد اور مطلوب سے واقف ہو جائیں اور یہ بات حروف خاصہ کی بدلی ہوئی ادائگی سے بھی سیاق وسباق کی مدد سے حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسے کوئی عالم زبانی طور پر اردو میں قرآن کا درس دیتا ہے تو اس کا تلفظ اردو کتابت کے مطابق نہیں ہوتا مثلاً ظاہر، طاہر، ضابطہ، ثمرہ، وغیرہ کا تلفظ خلاف کتابت ہوتا ہے مگر سمجھنے سمجھانے کا کام بخوبی ہو جاتا ہے۔

یہ امر صرف درس قرآن یا دینی گفتگو تک ہی محدود نہیں بلکہ اردو بول چال میں بھی حروف مشکلہ کا صحیح تلفظ یکسر متروک ہے یا تقریبًا متروک ہے۔ اور اس کے باوجود سمجھنے سمجھانے کا عمل ۲۴ر گھنٹے جاری ہے۔ جب ایسے حروف کو بے رعایتِ مخرج بول کر فہم وافہام کا کام جاری ہے تو بول چال کے مطابق لکھ کر

بھی یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ یعنی دوسری زبان کے رسم الخط میں اردو تراجم یا کتب عقائد واحکام وغیرہ کو لکھا جائے تو قرائن وسیاق وسباق کی مدد سے ان کے فہم وافہام کا عمل انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ البتہ جہاں کسی اشکال یا غلط فہمی کا اندیشہ ہو وہاں بریکٹ یا حاشیہ میں وضاحت کے ذریعہ غلطی سے بچایا جا سکتا ہے۔ اور چوں کہ ایک زبان کو دوسری زبان کے رسم الخط میں منتقل کیا جارہا ہے اس لیے بہتر ہے کہ ابتدا میں ایک چارٹ دے کر یہ واضح کر دیا جائے کہ اردو کے کون سے حروف کی جگہ ہندی یا گجراتی یا رومن کے کون سے حروف کو لیا گیا ہے۔ اگر کچھ اشارات وعلامات کا سہارا لیا گیا ہے تو اس چارٹ میں ان کی تفصیل بھی درج کر دی جائے۔ اس سے ان لوگوں کو تو زیادہ فائدہ نہ ہوگا جو اردو حروف ہجا سے یکسر نابلد ہیں مگر جو اردو سے آشنا ہیں یا بعد میں اردو سیکھ لیں، ان کے لیے آسانی ہوگی۔ اور آئندہ اس طرح کا کام کرنے والے اس چارٹ سے مدد بھی لے سکیں گے۔

اس تفصیل کی روشنی میں اردو تراجم قرآن اور دیگر کتب مفیدہ کو غیر اردو رسم الخط میں لکھنے کی اجازت پر فیصلہ ہوا۔

اس کے ساتھ ناشرین کو ہدایت کی جاتی ہے کہ حتی الامکان آسانی لانے اور غلط فہمی سے بچانے کی تدابیر ضرور عمل میں لائیں۔ اور عام مسلمانوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ عربی رسم الخط اور عربی حروف وکلمات اس حد تک ضرور سیکھیں کہ قرآن کریم صحیح پڑھ لیں، دیکھ کر بھی صحیح پڑھیں اور یاد کر کے بھی صحیح پڑھیں۔

پھر دین کی زیادہ تر معلومات چوں کہ اب اردو میں منتقل ہو چکی ہیں اس لیے ان علاقوں کے مسلمان دینی علم وفہم کے حصول کے لیے اردو زبان وتحریر کا علم بھی حاصل کریں اور اپنے عقائد واحکام سے بے خبر رہنا ہرگز گوارا نہ کریں۔ و الله تعالى أعلم

مآخذ

(١) ابریز میں ہے: "قلت: فهل رسم القرآن على الصفة المذكورة صادر من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أو من ساداتنا الصحابة رضي الله تعالى عنهم؟ فقال رضي الله تعالى عنه: هو صادر منه صلى الله تعالى عليه وسلم و هو الذي أمر الكتاب من الصحابة رضي الله تعالى عنهم أن يكتبوا على الهيئة المذكورة فما زادوا و لا نقصوا رضي الله تعالى عنهم على ما سمعوا من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. (١)

(٢) اسی میں ہے: "فثبت أن الرسم توقيفي لا اصطلاحي، و أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم هو الآمر بكتابته على الهيئة المذكورة المعروفة. (٢)

(٣) اتقان میں ہے: "أجمعوا على لزوم اتباع رسم المصاحف العثمانية في الوقف إبدالاً و إثباتًا و حذفًا و وصلاً و قطعاً. اهـ. (٣)

(۴) فتاوی رضویہ میں ہے: " قرآن کریم کے نظم کریم وحکم عظیم دونوں کے ساتھ تعبد ہے اس میں نقل بالمعنی جائز نہیں۔ (٤)

(۵) اللہ عزّوجلّ کا ارشاد ہے: "وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ". (٥)

(٦) اشباہ و نظائر میں ایک ضمنی قاعدہ "درء المفاسد أولى من جلب المصالح" کے تحت ہے:

---

(١) الإبريز ، ص: ٨٥.

(٢) الإبريز ، ص: ٨٩.

(٣) الإتقان، ج: ١، ص: ٤٣٩.

(٤) فتاوی رضویہ، ج:٢٧، ص:۴٨.

(٥) القرآن الكريم، سورة الحج، الآيت: ٧٨.

"و قد تراعى المَصلحةُ لغلبتها على المفسدة". [۱]

(۷) اشباہ میں ہے: "المشقة تجلب التيسير"اھ . [۲]

☆☆☆

شرکاے سیمینار

------﴿اکابر﴾------

(۱)-عزیز ملت حضرت علامہ و مولانا شاہ عبد الحفیظ دام ظلہ، سربراہ اعلیٰ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۲)-محدثِ جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی دام ظلہ، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۳)-صدر العلما حضرت مولانا محمد احمد مصباحی دام ظلہ، ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۴)-رئیس التحریر حضرت علامہ و مولانا یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ مہتمم دار القلم، نئی دہلی۔

(۵)-مناظرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مضطر دام ظلہ، مالدہ، بنگال۔

(۶)-پیر طریقت حضرت مولانا محمد نصیر الدین عزیزی دام ظلہ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

------﴿اصحاب مقالات﴾------

(۷) حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ — صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۸) مولانا عبد الحق رضوی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹) مولانا مفتی عبد الرحیم اکبری	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان
(۱۰) مولانا محمد عارف اللہ مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو
(۱۱) مولانا مفتی آل مصطفی مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو
(۱۲) مولانا انفاس الحسن چشتی	جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف
(۱۳) مولانا محمد ناظم علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۱۴) مولانا ممتاز عالم مصباحی	مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، مئو
(۱۵) مولانا مفتی قاضی فضل احمد مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، کچی باغ، بنارس

---

(۱) الأشباه و النظائر، ج: ۱، ص: ۲۹۲.

(۲) الأشباه و النظائر، ج: ۱، ص: ۲٤٥، الفن الأول، القاعدة الرابعة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(١٦) مولانا مفتی محمد انور نظامی مصباحی	مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ
(١٧) مولانا مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی	جامع اشرف، کچھوچھہ شریف
(١٨) مولانا مفتی زاہد علی سلامی مصباحی	جامعہ اشرفیہ ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(١٩) مولانا منظور احمد خان عزیزی	مدرسہ عربیہ، سلطان پور
(٢٠) مولانا محمد عاقل رضوی مصباحی	دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف
(٢١) مولانا نظام الدین قادری مصباحی	دار العلوم علیمیہ ، جمداشاہی
(٢٢) مولانا شبیر احمد مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، مہراج گنج
(٢٣) مولانا محمد رفیق عالم مصباحی	جامعہ نوریہ، بریلی شریف
(٢٤) مولانا محمد سلیمان مصباحی	مدرسہ عربیہ، سلطان پور
(٢٥) مولانا معین الدین اشرفی مصباحی	دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد
(٢٦) مولانا ابرار احمد اعظمی	مدرسہ ندائے حق، جلال پور امبیڈکر نگر
(٢٧) مولانا عبد الغفار اعظمی مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو
(٢٨) مولانا مفتی محمد شہاب الدین اشرفی	جامع اشرف، کچھوچھہ شریف
(٢٩) مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، مہراج گنج
(٣٠) مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(٣١) مولانا دستگیر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(٣٢) مولانا محمد عرفان عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(٣٣) مولانا صادق رضا مصباحی	مدرسہ سعید العلوم، مہراج گنج
(٣٤) مولانا مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی	دار العلوم شیخ احمد کھٹو، احمد آباد
(٣٥) مولانا مفتی محمود علی مشاہدی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(٣٦) مولانا محمد ہارون مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(٣٧) مولانا ازہر الاسلام مصباحی ازہری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(٣٨) مولانا مفتی محمد ناصر حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(٣٩) مولانا مفتی شاہد رضا مصباحی	مرکزی دار القراءت، جمشید پور
(٤٠) مولانا خالد ایوب مصباحی	دار الافتا پہاڑ گنج، جے پور، راجستھان

(۴۱) مولانا محمد اشرف مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۲) مولانا ارشاد احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۳) مولانا محمد صباح الدین مصباحی	دار العلوم ربانیہ، باندہ
(۴۴) مولانا محمد رضوان احمد مصباحی	مدرسہ نثار العلوم، اکبر پور
(۴۵) مولانا مفتی عابد رضا مصباحی	جامعہ قادریہ، پونے
(۴۶) مولانا جنید احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۷) مولانا ضیاء الحق مصباحی	مدرسہ احسن البرکات، مارہرہ شریف
(۴۸) مولانا سعید رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۹) مولانا شہروز عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۰) مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۱) مولانا غلام مجتبیٰ مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۲) مولانا عابد رضا مصباحی	مرکزی دار القراءت، جمشید پور
(۵۳) مولانا فیض اللہ مصباحی	گلشن برکات، انٹیا تھوک، گونڈہ

------﴿بقیہ شرکاے سیمینار﴾------

(۵۴) مولانا اعجاز احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۵) مولانا محمد ادریس مصباحی	نائب ناظم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۶) مولانا مفتی عبد المنان کلیمی مصباحی	مدرسہ اکرم العلوم، مراد آباد
(۵۷) مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی	دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو
(۵۸) مولانا محمد ایوب مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد
(۵۹) مولانا محمد شمیم قادری	گھوسی، مئو
(۶۰) مولانا مفتی بدر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۱) مولانا صدر الوریٰ مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۲) مولانا مفتی محمد نسیم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۳) مولانا نفیس احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۴) مولانا مبارک حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۶۵) مولانا مسعود احمد برکاتی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۶) مولانا محمد اختر کمال قادری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۷) مولانا محمد نعیم الدین عزیزی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۸) مولانا اختر حسین فیضی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۹) مولانا محمد قاسم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۰) مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۱) مولانا عبد اللہ مصباحی ازہری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۲) مولانا محمد محسن رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۳) مولانا قاضی شہید عالم رضوی	جامعہ نوریہ، بریلی شریف
(۷۴) مولانا محمد مسیح احمد مصباحی	مدرسہ انوار القرآن، بلرام پور
(۷۵) مولانا فیض الحق مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو
(۷۶) مولانا طفیل احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکھٹی، مبارک پور
(۷۷) مولانا محمود احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکھٹی، مبارک پور
(۷۸) مولانا حمید الحق مصباحی	زمبابوے
(۷۹) مولانا قاری جلال الدین صاحب	الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی، فیض آباد
(۸۰) مولانا عبد المصطفیٰ مصباحی	مدرسہ انوار العلوم، جین پور، اعظم گڑھ
(۸۱) مولانا عزیز الرحمٰن	مدرسہ بحر العلوم، مئو
(۸۲) مولانا محمد فاروق مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ، اشرفیہ، سکھٹی، مبارک پور
(۸۳) مولانا فداء المصطفیٰ مصباحی	دیناج پور
(۸۴) مولانا محمد محبوب عزیزی	ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۸۵) مولانا محمد مظفر الاسلام مصباحی	مدرسہ بیت العلوم، خالص پور، مئو
(۸۶) مولانا اسلم آزاد مصباحی	مدرسہ اسراریہ حبیبیہ، پور خاص، کوشامبی
(۸۷) مولانا محمد احمد رضا مصباحی	مدرسہ اسراریہ حبیبیہ، پور خاص، کوشامبی
(۸۸) مولانا شاہد الحق مصباحی	مدرسہ اسراریہ حبیبیہ، پور خاص، کوشامبی
(۸۹) مولانا وحید الحق قادری	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو

(۹۰) مولانا نور الہدیٰ مصباحی	دار العلوم احمدیہ معراج العلوم، سنت کبیر نگر
(۹۱) مولانا نور الہدیٰ مصباحی	مدرسہ سعید العلوم، کچھمی پور، مہراج گنج
(۹۲) ڈاکٹر زبیر احمد صدیقی	گھوسی، مئو
(۹۳) انجینئر سید محمد ذیشان صفی	مدرسہ اسراریہ حبیبیہ، پور خاص، کوشامبی
(۹۴) مولانا حسیب اختر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۵) مولانا رفیع القدر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۶) مولانا انوار احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۷) مولانا اسلم پرویز مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۸) ماسٹر افضال احمد	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۹) مولانا عظیم الدین مصباحی	تھانہ، مہاراشٹر
(۱۰۰) حافظ انوار احمد مصباحی	مبارک پور، اعظم گڑھ

☆☆☆

چوبیسواں فقہی سیمینار

منعقدہ : ۱۷/۱۸/۱۹/ صفر ۱۴۳۹ھ
مطابق ۷/۸/۹/ نومبر ۲۰۱۷ء
بروز : منگل، بدھ، جمعرات
بمقام : امام احمد رضا لائبریری، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بینک گارنٹی لیٹر شرعی نقطۂ نظر سے

☆۔سوال نامہ

☆۔فیصلے

سوال نامہ

بینک گارنٹی لیٹر شرعی نقطۂ نظر سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

اسے "لیٹر آف گارنٹی"، "بینک گارنٹی لیٹر"، "لیٹر آف بینک گارنٹی" اور مختصرًا "BG" بھی کہتے ہیں۔

"بی.جی" کا تعارف:

بینک گارنٹی لیٹر بینک کی طرف سے جاری ہونے والا ایک ایسا مکتوب ہے جس میں بینک ایک مخصوص رقم کے عوض اِس بات کی گارنٹی دیتا ہے کہ اگر اُس کا بی.جی ہولڈر یعنی گارنٹی لیٹر وصول کرنے والا وقت مقررہ پر اپنے قرض کی رقم یا اپنی ذمہ داری ادا نہ کر سکا تو اُس کی ادائگی بینک کرے گا۔ یعنی بینک، بی.جی ہولڈر کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لیتا ہے۔

اِس گارنٹی میں تین فریق ہوتے ہیں:

(۱) جو گارنٹی دیتا ہے اُسے "surety" (شیورِٹی) یعنی ضامن کہتے ہیں۔ اور وہ یہاں بینک ہے۔

(۲) جس کے لیے گارنٹی دی جاتی ہے، یعنی جس سے مطالبہ ہوتا ہے اُسے "Beneficiary" (بے نے فِش یَری) کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم اسی کو "بی.جی" ہولڈر یعنی گارنٹی وصول کرنے والا کہتے ہیں۔

(۳) فریق ثالث (تھرڈ پارٹی) جو دعوی یا مطالبہ کا حق رکھتا ہے یعنی قرض خواہ ہوتا ہے۔ اسے "Principal Debtor" (پرنسپل ڈیبٹر) کہا جاتا ہے۔

بی.جی ہولڈر کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ وقت مقررہ تک قرض یا کام کی ذمہ داری پوری کر دے۔ اور

ضامن یعنی بینک کی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر بی جی ہولڈر قرض ادا نہ کر سکا تو بینک خود اُس کی طرف سے ادا کر دے۔ کیوں کہ اس عقد میں بینک بھی بی جی ہولڈر کے ساتھ ساتھ مطالبہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے، تاوقتیکہ بی جی ہولڈر اپنی طرف سے معاہدہ پورا نہ کر دے۔ الغرض ادائگی کی ذمہ داری دونوں پر آتی ہے اور عام حالات میں بھی دونوں برابر کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

سوالات :

(۱) بینک گارنٹی لیٹر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کی حیثیت کفالہ کی ہے؟ جس میں ادائگی کی ذمہ داری مطالبہ کیے جانے والوں کی ذمہ داری میں ضم ہو جاتی ہے؟ یا اس کی حیثیت ایجنسی کی ہے جس میں ایجنٹ محض رقم دِلوانے کا ذمہ دار ہوتا ہے؟ کیوں کہ بینک بھی ابتداءً یہی کرتا ہے، معاہدے کے پیش نظر بعد میں مُقرض بنتا ہے۔

(۲) اگر "بینک گارنٹی لیٹر" کی حیثیت کفالہ کی ہو تو کیا موجودہ حالات کے پیش نظر ایک مسلمان کے لیے جائز ہے کہ عوض دے کر ایسی گارنٹی حاصل کرے؟

(۳) اور اگر "بینک گارنٹی لیٹر" کی حیثیت ایجنسی کی ہو جس میں بینک ایجنٹ ہو تو کیا عوض وصول کرنا جیسا کہ وکالت اور دلالی میں ہوتا ہے درست ہوگا اور کیا کسی مسلمان کے لیے اِس طور پر عوض دے کر گارنٹی حاصل کرنا صحیح ہے؟

(۴) بہر تقدیر گارنٹی لیٹر کے واسطے سے خرید و فروخت یا ٹھیکہ وغیرہ کا معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

فیصلہ (۸۲)

بینک گارنٹی لیٹر شرعی نقطۂ نظر سے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَامِدًا و مُصَلِّيًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

بڑے بڑے کاروبار اور ٹھیکے میں بینک ”گارنٹی لیٹر“ جاری کرتا ہے اس کی شرعی حیثیت ضمانت کی ہے جو جائز ہے اور اپنی خدمات (سروسز) کے عوض جو فیس لیتا ہے اس کی شرعی حیثیت اجرت کی ہے یہ بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرتّب غفرلہٗ)

اس نشست میں ”بینک گارنٹی لیٹر“ کی شرعی حیثیت زیر بحث آئی۔ بینک گارنٹی لیٹر کی تفصیل سوال نامے میں درج ہے۔ اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ جب کوئی شخص بڑا کاروبار کرنا چاہتا ہے اور اُدھار خریداری کے ذریعہ اپنی تجارت کو فروغ دینے کا قصد رکھتا ہے تو مارکیٹ میں اپنی شناخت اور کمپنیوں سے تعلقات نہ رکھنے کے باعث اس کے لیے اُدھار خریداری دشوار ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں وہ چاہتا ہے کہ کسی معتبر بینک کو اس بات کا ضامن بنائے کہ یہ خریدار مطلوبہ رقم وقت پر ادا کر دے گا، اگر وہ نہ دے سکا تو بینک اس کی طرف سے ادا کرے گا، اسی طرح کسی کام کا ٹھیکہ لینے کی صورت میں بھی یہ ضمانت حاصل کی جاتی ہے جس میں کام پورا نہ ہونے کی وجہ سے نقصان کی تلافی کا ذمہ بینک لیتا ہے۔

یہ کارروائی مکمل کرنے کے لیے بینک کا مقررہ فارم، ضمانت حاصل کرنے والے کو پُر کرنا ہوتا ہے جس کے ساتھ متعدّد کاغذات اور دستاویزات درخواست ضمانت دینے والے کو منسلک کرنے ہوتے ہیں، پھر بینک اس شخص کی مالی حیثیت اور سابق عمل وغیرہ سے متعلق اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس کی درخواست منظور کر کے ایک مکتوب جاری کرتا ہے جس کی بنیاد پر درخواست دہندہ تاجروں اور کمپنیوں سے اُدھار خریداری یا ٹھیکہ لینے کا اہل ہو جاتا ہے اور اس کا کام جاری ہو جاتا ہے۔ بینک یہ ضمانت کم از کم تین ماہ کے لیے اور زیادہ

سے زیادہ دس سال کے لیے لیتا ہے۔ اور اس پر اپنی مقررہ فیس بھی وصول کرتا ہے۔

اب زیر بحث یہ مسئلہ تھا کہ شرعًا اس معاملے کی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کا جواز ہے یا نہیں؟

کچھ اختلافاتِ آرا کے بعد مندوبین کا اس پر اتفاق ہوا کہ یہ "عقد کفالت" بلفظِ دیگر "عقد ضمانت" ہے۔ جس میں درخواست دہندہ "مکفول عنہ" اور مطلوب ہوتا ہے بینک "کفیل" ہوتا ہے اور "مکفول لہ" وہ شخص یا کمپنی ہوتی ہے جس سے بینک گارنٹی لیٹر رکھنے والا (بی جی ہولڈر) آئندہ معاملہ کرے گا۔

امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب میں اس عقد کی تکمیل کے لیے مکفول لہٗ یعنی طالبِ دَین کا قبول بھی شرط ہے، ابتداءً وہ نہ موجود ہے، نہ اس کا قبول ہے اس لیے یہ عقد ناتمام ہے۔ مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مذہبِ آخر پر عقدِ کفالت کفیل کے قبول کر لینے سے تمام ہو جاتا ہے اور یہ مذہب بھی مفتیٰ بہ ہے، امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم میں فرمایا:

" أقول: ہمارے نزدیک یہ تفصیل بھی عند التحقیق قولِ طرفین پر مبنی ہے کہ کفالت بے قبولِ طالب ناتمام مانتے ہیں۔

قولِ مُفتیٰ بِہٖ پر جب کہ کفالت صرف قولِ کفیل سے تمام ہو جاتی ہے اگرچہ طالب کی رضا نہ ہو، تو مطلوب کی اجازتِ لاحقہ نہ ہوگی مگر بعد تمام عقد اور وہ تبرّعًا واقع ہو لیا تو اب متغیّر نہ ہوگا۔

عالمگیریہ میں ہے: أَمَّا رُكْنُهَا فَالْإِيجَابُ ، وَالْقَبُولُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ - رَحِمَهُمَا الله تَعَالَى - وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ - رَحِمَهُ الله تَعَالَى - أَوَّلًا حَتَّى إنَّ الْكَفَالَةَ لَا تَتِمُّ بِالْكَفِيلِ وَحْدَهُ ، كَذَا فِي المُحِيط. وَ رِضَا الطَّالِبِ لَيْسَ بشرطٍ عنده و هو الأصحُّ . «كافي» و هو الأظهر. «فتح القدير». و في البزازية: و عليه الفتوى، كذا في النهر الفائق و هكذا في البحر الرائق. اهـ.[1]

یہ فتویٰ جس میں قول امام ابو یوسف کو مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے ۱۳۳۶ھ میں جاری ہوا ہے اور امام احمد رضا قدس سرہ نے عرف و زمانہ کا اعتبار کرتے ہوئے آخر میں اسی کو ترجیح دی۔

الحاصل اس مذہب مفتیٰ بہ کی رو سے عقد کفالت بغیر قبولِ مکفول لہ کے مکمل ہو جاتا ہے لہٰذا بینک کے ساتھ ہونے والا عقد مکمل عقد کفالت ہے۔ رہا وقت عقد مکفول لہ کا نا معلوم ہونا تو یہ جہالتِ یسیرہ ہے جس کی عقد کفالت میں گنجائش ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں جب گارنٹی لیٹر کسی کمپنی کے پاس پہنچا اور اس نے اسے قبول کر لیا تو قبولِ مکفول لہ کی شرط بھی متحقق ہو گئی اور مذہب طرفین پر بھی عقد کفالہ مکمل ہو گیا۔

---

(۱) فتاوی رضویه جلد ۷، ص : ۲۷۵، کتاب الکفالة، رضا اکیڈمی، ممبئی

ہدایہ میں ہے: الكتاب كالخطاب ، و كذا الإرسال ، حتى اعتبر مجلس بلوغ الكتاب و أداء الرسالة.[۱]

حاشیہ شِلبی میں ہے: إنّ قول الرسول كقول المرسِل ، و كذلك الكتاب من الغائب كالخطاب من الحاضر سواءٌ كان الرسول عدلاً أو غير عدل.[۲]

اس عقد کی صحت پر ایک اشکال یہ ہے کہ اس میں عوض کی شرط ہوتی ہے بینک مقررہ فیس لینے کے بعد ہی ذمہ لیتا اور گارنٹی لیٹر دیتا ہے، جب کہ شرعاً عقدِ کفالت میں اگر کفیل مال مطلوب کے علاوہ کوئی رقم مکفول عنہ سے لے تو کفالت فاسد ہے اس لیے کہ وہ رقم یا تو رشوت ہے یا ربا۔

اس اشکال کے باوجود مذکورہ معاملہ دنیا بھر میں رائج ہے اور لوگ اس طرح بینک سے گارنٹی لیٹر حاصل کر کے تجارتوں میں لگے ہوئے ہیں اس لیے تا حدِّ امکان تصحیحِ عقد کی صورت زیر غور آئی اور دیکھا گیا کہ بینک اس معاملے کے ساتھ ابتدا میں اور بعد میں بہت سے کام انجام دیتا ہے، شروع میں وہ درخواست دہندہ سے متعلق اہلیت کی تفتیش کرتا ہے پھر لیٹر جاری کرتا ہے اور بعد میں جن کمپنیوں سے بی جی ہولڈر معاملہ کرتا ہے ان کا اور ان کے معاملات کا رِکارڈ رکھتا ہے تاکہ مکفول عنہ سے مطالبہ کر سکے اور وقت پر عدم ادائگی کی صورت میں خود ادا کرے، ان سروسیز (خدمات اور کاموں) پر وہ اجرت اور عوض لے سکتا ہے اس لیے یہ ماننا چاہیے کہ یہ عوض بینک کا سروس چارج ہے اور عقد مذکور "عقد کفالہ مع اجارہ" ہے، اس موقع پر تصحیحِ عقد کے لیے قول عاقدین سے ہٹ کر کچھ اور ماننے اور عقد صحیح قرار دینے کی نظیر بھی "ہدایہ"[۳] سے پیش ہوئی۔

اس لیے عقد کفالہ مع اجارہ قرار دینے اور اس کے جواز پر مندوبین کا اتفاق ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الهداية، جز: ۳، ص: ۲ ، كتاب البيوع ، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) حاشية الشِّلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج : ٦، ص: ۲۹۳، كتاب المأذون، بركات رضا ، پور بندر گجرات

(۳) ہدایہ میں ہے: وَأَمَّا بَيْعُ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ إنْ كَانَ قُوبِلَ بِالدَّيْنِ كَالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ فَالْبَيْعُ بَاطِلٌ ، وَإِنْ كَانَ قُوبِلَ بِعَيْنٍ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ حَتَّى يَمْلِكُ مَا يُقَابِلُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يَمْلِكُ عَيْنَ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ... وَكَذَا إذَا بَاعَ الْخَمْرَ بِالثَّوْبِ لِأَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ شِرَاءُ الثَّوْبِ بِالْخَمْرِ لِكَوْنِهِ مُقَايَضَةً.

(الهداية جز:۳، ص :۳۳،۳٤، باب البيع الفاسد، مجلس البركات، مبارك فور)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے: "وكذا إذَا بَاعَ الْخَمْرَ بِالثَّوْبِ" يَكُونُ الْبَيْعُ فَاسِدًا ، وَإِنْ وَقَعَ الْخَمْرُ مَبِيعًا وَالثَّوْبُ ثَمَنًا بِدُخُولِ "الباء" لِكَوْنِهِ مُقَايَضَةً، وَفِيهَا كُلٌّ مِنْ الْعِوَضَيْنِ يَكُونُ ثَمَنًا وَمُثَمَّنًا ، فَلَمَّا كَانَ فِي الْخَمْرِ جِهَةُ الثَّمَنِيَّةِ رُجِّحَ جَانِبُ الْفَسَادِ عَلَى الْبُطْلَانِ صَوْنًا لِلتَّصَرُّفِ عَنْ الْبُطْلَانِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ. اهـ (العناية) ۱۲ المرتّب غفر له

بینک اکاونٹ میں رقوم کا اندراج شرعاً قبضہ ہے یا نہیں؟

☆۔سوال نامہ
☆۔فیصلے

سوال نامہ

بینک اکاونٹ میں رقوم کا اندراج شرعاً قبضہ ہے یا نہیں؟

① قبضہ کا لغوی و شرعی مفہوم کیا ہے؟

② قبضہ کی شرعاً کتنی قسمیں ہیں، مثالوں کے ساتھ واضح فرمائیں اور اب عرف کی بنا پر کیا قبضہ کے مفہوم و اقسام میں کچھ توسیع ممکن ہے؟

③ لیجر بک میں اندراج قبضے کی حقیقی، حکمی، عرفی کسی قسم میں شامل ہے یا نہیں؟

④ آج کل انٹر نیٹ کے ذریعہ بیع قبل القبض کے معاملات عام ہو چکے ہیں تو کیا کمپیوٹر میں اندراج شرعاً قبضہ ہے؟ اور ان میں مبیع کا اندراج مفید جواز بیع ہے؟

⑤ یہاں یہ تحقیق بھی ضروری ہے کہ کیا بینک کا متعلقہ عملہ روپے جمع کرنے والوں کا وکیل بالقبض ہے یا ہو سکتا ہے؟

⑥ آن لائن خرید و فروخت میں واسطہ کے طور پر جو عملہ کام کرتا ہے انھیں خرید کردہ سامان کا وکیل بالقبض مانا جا سکتا ہے یا نہیں؟

فیصلہ (۸۳)

بینک اکاؤنٹ میں رقوم کا اندراج شرعاً قبضہ ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

خلاصۂ فیصلہ

بینک اکاونٹ یا لیجر بک میں رقوم کا اندراج اصل مذہب کے لحاظ سے قبضہ نہیں لیکن اب کیش لیس (Cashless) کے رائج نظام، عرف عام اور حاجت شرعی کی بنا پر اس کو حکماً قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے لہٰذا قرض خواہ یا کسی دوست یا فقیر کے کھاتے میں روپے جمع کرنے سے قرض ادا ہو جائے گا اور ہبہ یا تصدّق مفیدِ ملک ہو گا۔

اس طرح کے امور میں بینک کے متعلقہ عملہ کی حیثیت وکیلِ قبض کی ہے تو اس طور پر اکاونٹ میں اندراج قبضے کا مظہر ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرتب غفرلہٗ)

قبضہ کا لغوی و حقیقی مفہوم ہے ہاتھ میں لینا، ہاتھ سے پکڑنا، سمیٹنا، مٹھی میں لینا اور حکماً تخلیہ کو بھی قبضہ کہا جاتا ہے۔ تَخْلِیَہ کا مطلب ہے: قبضہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کر کے شَے کو ہاتھ سے قریب کر دینا اور تمکُّن من القبض کا مطلب ہے "قبضہ پر قابو پا لینا"۔ اس میں اور تخلیہ میں فرق یہ ہے کہ تخلیہ کے لیے قابو پانے کے ساتھ کچھ اور شرطیں بھی درکار ہوتی ہیں جب کہ تمکُّن میں "قابو پا لینا" کافی ہوتا ہے جیسے اپنے جال میں پرندہ یا مچھلی پھنس جائے تو قبضہ پر قابو مل جاتا ہے اور یہاں یہی قبضہ کے لیے کافی ہے مگر یہ

تخلیہ نہیں ہے۔

مفردات امام راغب میں ہے: **القبض**: تناول الشيء بجميع الكف۔[1]

بدائع الصنائع میں ہے: **الأصل في القبض** هو الأخذ بالبراجم؛ لأنه القبضُ حقيقة۔[2]

نیز اسی میں ہے: **معنى القبض**: هو التمكن من التصرف في المقبوض۔ [3]

الاشباہ والنظائر، کتاب الصید میں ہے:

الاستيلاء قسمان: حقيقي و حكمي. فالأول بوضع اليد، و الثاني بالتهيئة، فإذا نصب الشبكة للصيد مَلَكَ ما تعقَّل۔[4]

کتب فقہ ولغت میں اس طرح کے نصوص بے شمار ہیں اور یہ مفاہیم مسلّمات سے ہیں۔

شریعت نے الفاظ کے وضعی مفاہیم کو بدلا نہیں بلکہ ان کو برقرار رکھتے ہوئے اُنھی معانی میں استعمال کیا، یہ الگ بات ہے کہ کہیں کچھ امور کا اضافہ بھی کیا، مگر قبضہ کے مفہوم میں کوئی اضافہ نہیں ہے کہ یہ منقولات شرعیہ سے نہیں ہے۔

ہدایہ میں ہے: و الأصلُ إعمالُ الألفاظِ في مُقتضَياتها الحقيقية.[5] اصل یہ ہے کہ الفاظ کو ان کے حقیقی معانی میں استعمال کیا جائے۔

اب رہا یہ سوال کہ بینک اکاؤنٹ میں اندراج قبضے کی حقیقی، حکمی، عرفی کسی قسم میں شامل ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "بینک اکاؤنٹ میں اندراج" قبضے کی حقیقی، حکمی، عرفی کسی قسم میں شامل نہیں۔

⊙ **حقیقی نہ ہونا** تو ظاہر ہے کہ وہ قبض بالبراجم یا ہاتھ میں لینا، پکڑنا نہیں ہے۔

⊙ **حکمی اس لیے نہیں ہے** کہ تخلیہ اپنے شرائط کے ساتھ یہاں متحقق نہیں ہوتا۔

⊙ **عرفی اس لیے نہیں** کہ عہدِ رسالت سے لے کر بعد کے ادوار تک کے عرف کے خلاف ہے۔

اب ہم ہر ایک کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

---

(١) مفردات الإمام الراغب، ج ١، ص ٦٥٢، كتاب القاف / قبض، دار العلم دار الشامية، دمشق بيروت.

(٢) بدائع الصنائع كتاب البيوع، فصل في حكم البيع .

(٣) بدائع الصنائع كتاب الهبة، فصل في شرائط ركن الهبة.

(٤) الأشباه والنظائر، ج ١، ص ٢٨٦، دار الكتب العلمية.

(٥) الهداية جز ٣، ص ٥٢، بابُ الإقالة ، مجلس البركات.

بینک اکاؤنٹ میں اندراج قبضۂ حکمی نہیں اس لیے کہ قبضۂ حکمی نام ہے

- اپنی مملوک چیز (مثلاً شکار کے لیے بچھایا گیا جال، یا بنایا گیا کمرہ، یا تالاب) میں کچھ آنے یا رکھنے کا
- یا پھر تخلیہ کا۔

اور یہاں دونوں معدوم ہیں۔ پہلی صورت کا تو یہاں کوئی وجود ہی نہیں۔ دوسری صورت ممکن ہے مگر اس کے شرائط نہیں پائے جاتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدّس سرّہ نے قبضہ کی اس صورت پر تفصیل کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔

بینک اکاؤنٹ میں اندراج قبضۂ عرفی بھی نہیں

اس لیے کہ عہدِ رسالت سے اب تک جو عرف چلا آ رہا ہے اُس میں کسی مال یا جائداد سے متعلق دستاویز، وثیقہ یا رجسٹر میں اندراج کو قبضہ نہیں سمجھا جاتا۔ بینک کو اپنی تمام رقوم اور آمد و خرچ کا ریکارڈ رکھنے کے لیے متعدّد رجسٹر بنانے پڑتے ہیں، انھی میں سے ایک لیجر بک بھی ہے جو ہر کھاتے دار سے متعلق در آمد، بر آمد ہونے والی رقوم کی تفصیل پر مشتمل ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کھاتے دار کا لین دین جاری رہتا ہے۔ نہ کھاتے دار اُسے اپنا قبضہ جانتا ہے، نہ بینک اُسے اُس کا قبضہ مانتا ہے۔ ہاں بینک کے رجسٹر میں کھاتے دار کو ملنے والی رقم کا اندارج بینک کی جانب سے اس بات کا اقرار ہوتا ہے کہ وہ کھاتے دار کی اتنی رقم کا مدیون ہے اور اس کے باعث کھاتے دار کو اس بات کا استحقاق ہوتا ہے کہ وہ بینک سے اپنی وہ رقم وصول کرے۔

یہ بھی قابل توجہ ہے کہ بینک میں درج شدہ رقم جب بینک کے ذمہ کھاتے دار کا دَین ہے تو دین ایسی چیز ہے جس پر قبضہ صحیح نہیں ہوتا، قبضہ عین ہی پر ہوتا ہے،[1] احکام القرآن للامام الجصاص الرازی میں ہے: ”الدين هو حق لا يصح فيه قبض، و إنّما يتأتّى القبضُ في الأعيان[2].

یہ ساری بحث اصل مذہب حنفی کی بنیاد پر تھی، اب جو حالات پیدا ہوئے ہیں ان کے پیش نظر علما میں اختلاف ہوا کہ صرف اکاؤنٹ میں رقم کا اندراج قبضہ و مفیدِ ملک ہے یا نہیں؟

شارح بخاری، نائب مفتی اعظم ہند حضرت العلام مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رجحان پہلے ہی سے یہ تھا کہ کھاتے میں اندراج قبضہ و مفیدِ ملک ہے اور آج بھی بہت سے علمائے اہل سنت یہی موقف رکھتے ہیں، اور اب درج ذیل امور ہمارے سامنے ہیں:

---

(۱) **دَین**: جو ذمہ میں واجب ہو، یہ ایک غیر محسوس چیز ہے اس لیے اس پر قبضہ نہیں ہو سکتا۔
عَین: جو محسوس و معین ہو۔ اس پر قبضہ صحیح ہے۔ ۱۲ مرتّب غفرلہ۔

(۲) احکام القرآن، ج ۲ ص ۲٦۱، دار احیاء التراث۔

☆ آن لائن کاروبار عالمی سطح پر جاری ہو چکا ہے جس میں مال اپنے یا اپنے وکیل کے ہاتھ میں کم ہی آپاتا ہے، اور زیادہ تر سامان کی بیع در بیع یوں ہی ہوتی رہتی ہے اور کرنسی بھی مختلف لوگوں کے اکاؤنٹ میں بغیر کسی کے ہاتھ میں آئے ٹرانسفر ہوتی رہتی ہے۔

☆ مختلف مواقع پر ایک دوسرے کے اکاؤنٹ میں کرنسی جمع کر کے قرض یا زادِ راہ، نذرانہ، تحفہ اور امداد وغیرہ کے نام پر لین دین بھی شروع ہو چکا ہے اور حال یہ ہے کہ لوگ اکاؤنٹ میں اندراج کو ہی کافی سمجھتے اور اس میں تصرفاتِ مالکانہ کرتے ہیں۔

☆ اب ''کیش لیس'' کے نظام نے تنخواہ، اجرت، ثمن، قیمت، امانت، کفالہ، حوالہ، قرض، ضمان، ہبہ، تصدق، رہن، دیت، زکات، صدقات، مالِ مباح وغیرہ سب میں اکاؤنٹ میں اندراج کو قبضے کے قائم مقام کر دیا ہے اور اب تو صورت حال یہ ہے کہ اسے قبضہ مانے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہیں رہ گیا۔ تو اب عام تعامل و رواج اور قانون و حاجتِ شرعی کی بنا پر استحساناً بینک اکاؤنٹ میں اندراج قبض بالیدؔ (ہاتھ میں لینے) کے قائم مقام تسلیم ہونا چاہیے اس طرح کے حالات میں کئی مقامات پر فقہانے معدوم کو موجود مان کر حکم شرعی جاری کیا ہے، اس لیے یہاں بھی ''ہاتھ میں نہ لینے'' کے باوجود اسے حکماً قبضہ ماننا چاہیے۔ اب اگر اسے حکماً قبضہ نہ تسلیم کیا جائے تو کاروبار میں شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ بہت سے کام منجمد بھی ہو سکتے ہیں، ہزارہا ہزار امور میں لوگوں کے بہت سے حقوق ایک دوسرے کے ذمہ باقی رہ جائیں گے اور بے شمار لوگ دین ادا کر کے بھی مدۃ العمر مدیون ہی رہیں گے تو حرجِ شدید و حاجت بمنزلۂ ضرورت کی بنا پر اور تاثیم امت سے بچنے کے لیے بینک اکاؤنٹ میں اندراج کو قبضہ کے درجہ میں رکھا جائے گا۔

یہاں یہ **حل** بھی ممکن ہے کہ دوسرے کے بینک اکاؤنٹ میں کیش جمع کرنے کی تمام صورتوں میں جمع کرنے والے عملہ کو وکیلِ قبض تسلیم کیا جائے کیوں کہ وہ کھاتے داروں کی طرف سے روپے قبول کر کے ان کے کھاتوں میں اندراج کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ عملہ بینک کا قائم مقام ہو کر اپنی ذات میں کئی طرح کی حیثیتوں کا جامع ہے۔

☆ حکومت کا ملازم و اجیر خاص ہے جو مخصوص اوقات میں ڈیوٹی پر مامور ہوتا ہے اور بینک کے لیے مختلف طرح کے کام کرتا ہے دَین لینا، دَین دینا، اجرت پر لوگوں کے کام کرنا، کفیل و محتال علیہ بننا۔

☆ عوام الناس کے ذمہ جو مطالبہ ہے اسے اپنے ذمہ بھی لینا، یا صرف اپنے ذمہ لینا، ان صورتوں میں وہ عملہ کفیل یا مُحتال علیہ ہوتا ہے۔

☆ اپنے کھاتے داروں کے کھاتوں میں دوسروں کے دیے ہوئے کیش جمع کر کے ان کے کھاتوں میں درج کرنا، اس حیثیت سے وہ اپنے کھاتے داروں کے وکیل قبض ہوئے۔

فتاوی ہندیہ، کتاب الوکالۃ میں ہے:

معناها شرعًا : إقامةُ الإنسان غَيرَهٗ مقام نفسِه في تصرّف معلوم حتّیٰ أنّ التصرُّف إن لم يكن معلومًا يثبت أدنیٰ تصرّفاتِ الوكيل و هو الحفظ. اھ.[۱]

اور شخص واحد الگ الگ حیثیتوں سے کفالہ، حوالہ، وکالہ وغیرہ کا ذمہ دار ہو سکتا ہے کہ حیثیت بدل جانے کے بعد کوئی منافات نہیں رہ جاتی، مثلاً زید کسی کا اجیرِ مشترک ہو، کسی کا کفیل اور کسی کا وکیل یا محتال علیہ ہو تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔

پھر یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ کفالہ، وکالہ وغیرہ کی یہ تمام حیثیات در اصل بینک کو حاصل ہوتی ہیں جو غیر عاقل ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ذمہ داری انجام نہیں دے سکتا اس لیے اس کی طرف سے اس کا عملہ یہ ذمہ داریاں انجام دیتا ہے اور اسی وجہ سے اس کی طرف کفیل و وکیل وغیرہ کی نسبت کی جاتی ہے۔

سوال: آج کل انٹرنیٹ کے ذریعہ بیع قبل القبض کے معاملات عام ہو چکے ہیں تو کیا کمپیوٹر میں اندراج شرعاً قبضہ ہے؟ اور اس میں مبیع کا اندراج مفید جواز بیع ہے؟

جواب: انٹرنیٹ کے ذریعہ آن لائن جو سامان خریدے جاتے، پھر ہاتھ میں آنے سے پہلے ہی بار بار خریداروں کی طرف سے بیچے جاتے ہیں ان کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ پہلی بیع جائز و صحیح ہے جو سامان کے اصل مالک و قابض کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کے بعد خریداروں کی بیع در بیع قبضہ سے پہلے ہونے کی وجہ سے بادی النظر میں ناجائز ہے چناں چہ ہدایہ میں ہے:

وَمَنْ اشْتَرَى شَيْئًا مِمَّا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ لَمْ يَجُزْ لَهُ بَيْعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يُقْبَضْ وَلِأَنَّ فِيهِ غَرَرَ انْفِسَاخِ الْعَقْدِ عَلَى اعْتِبَارِ الْهَلَاكِ.[۲]

قَالَ فِي الْفَتْحِ : الْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ عَقْدٍ يَنْفَسِخُ بِهَلَاكِ الْعِوَضِ قَبْلَ الْقَبْضِ ، لَمْ يَجُزْ التَّصَرُّفُ فِي ذَلِكَ الْعِوَضِ قَبْلَ قَبْضِهِ كَالْمَبِيعِ فِي الْبَيْعِ وَالْأُجْرَةِ إذَا كَانَتْ عَيْنًا فِي الْإِجَارَةِ وَبَدَلِ الصُّلْحِ عَنِ الدَّيْنِ إذَا كَانَ عَيْنًا لَا يَجُوزُ بَيْعُ شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ ، وَلَا أَنْ يُشْرَكَ فِيهِ غَيْرُهُ.[۳]

---

(۱) الفتاوی الهندية ج ۳، ص: ۵۱۶، كتاب الوكالة، الباب الأول في بيان معناها شرعاً ...

(۲) الهداية جز ۳، ص ۵۸ فصلٌ من باب المرابحة و التولية، مجلس البركات، مبارک فور

(۳) رد المحتار ج ٤ ، ص :۳۷۰، كتاب البيوع، باب المرابحة و التولية، فصل في التصرف في المبيع والثمن، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

مگر یہ حکم ایسے مبیع کا ہے جو جنس، نوع، ذات ہر لحاظ سے متعیّن ہو جیسا کہ فتح القدیر کے الفاظ "إذا کانت عینًا" اور "إذا کان عینًا" شاہد ہیں وجہ یہ ہے کہ "غررِ انفساخِ عقد بہ ہلاکِ مبیع"[1] کی علت اسی صورت میں پائی جاتی ہے۔

لیکن اگر مبیع صرف جنس و نوع کے لحاظ سے متعیّن ہو اور اس کی ذات متعیّن نہ ہو جیسے موبائل، لیپ ٹاپ، ٹیبلیٹ، گھڑی، کتاب، کپڑا، دوا، سوٹ کیس، صابن، تیل، سونا، چاندی، بائک، کار، ٹریکٹر، ٹرک اور دیگر مصنوعات کی خرید و فروخت اسی طرح ہوتی ہے کہ ان کی کمپنی، جنس، نوع، رنگ، سائز، مقدار متعیّن کر دی جاتی ہے مگر اشارے وغیرہ سے مبیع کا کوئی خاص فرد متعیّن نہیں کیا جاتا کہ وہ ہلاک ہو جائے تو مبیع ہلاک ہو جائے اور انفساخ عقد پا لیا جائے بلکہ اس کمپنی، جنس، نوع، صفت کے مثلاً بے شمار موبائل ہر ملک میں عمومًا دست یاب ہوتے ہیں اس لیے یہاں نہ مبیع یا سامان کے ہلاک ہونے کا اندیشہ و غرر ہے اور نہ ہی انفساخ عقد کا کوئی خطرہ، لہٰذا آج کل جس طور پر آن لائن اشیا کی خرید و فروخت کا رواج ہے جائز و صحیح ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص اشارے وغیرہ سے مبیع کی ذات بھی متعیّن کر دے مثلاً یہ کہے کہ میرے ہاتھ میں جو موبائل ہے اسے بیچا تو اس کی بیع قبضہ سے پہلے ناجائز ہوگی کہ ممکن ہے خریدار کے قبضہ سے پہلے ہی کسی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائے جس کے باعث وہ عقد از خود فسخ ہو جائے اور ایسے خطرے کی صورت میں شیٔ معین غیر مقبوض کی بیع ناجائز ہوتی ہے۔ ہدایہ کی عبارت "اشتری شیئًا" میں "شیئًا" سے مراد "شیئًا عینًا" ہے یعنی معین چیز، اور وہ معین چیز فرد ہے، نہ کہ نوع۔

علاوہ ازیں حالات و واقعات شاہد ہیں کہ آن لائن کسی چیز کو خریدنے کے بعد خریدار اس میں تصرف مالکانہ پر قادر ہو جاتا ہے وہ چاہے تو اس پر قبضہ کر کے اپنے استعمال میں لائے، یا کسی کو نذر یا ہبہ کر دے، یا بیچ دے، اس پر تصرف سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تو یہ "حکماً مقبوض" ہے اور بیع کے جواز کے لیے یہ بھی کافی ہے بشرطے کہ بائع کی طرف سے کوئی فریب یا خیانت نہ ہو۔

البتہ مذکورہ صورتِ خرید و فروخت میں چوں کہ اصل سامان خریدار کا دیکھا ہوا نہیں ہوتا اس لیے اسے خیار رویت حاصل ہوگا اور کوئی عیب ہو تو خیار عیب بھی حاصل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) "غرر انفساخِ عقد" مبیع کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے بیع کے از خود فسخ ہو جانے کا اندیشہ۔ ۱۲ مرتّب غفرلہ

انتفاع کی شرط کے ساتھ دکان مکان وغیرہ کا رہن
شرعی نقطۂ نظر سے

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

انتفاع کی شرط کے ساتھ دکان مکان وغیرہ کا رہن

شرعی نقطۂ نظر سے

آج کے زمانے میں لوگ انتفاع کی شرط کے ساتھ اپنی دُکان یا مکان بینک یا کسی اور دائن کے پاس رکھتے ہیں، اُس کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

(۱) کبھی انسان کو سنگین ضرورت پیش ہوتی ہے، اور اُسے قرض نہیں ملتا جب تک کہ اپنی کوئی چیز دائن کے پاس گروی نہ رکھے، مجبوراً مدیون کو اپنی کوئی چیز بطور رہن کے رکھنی پڑتی ہے۔ دائن شی مرہون سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے اور جب مدیون قرض واپس لوٹاتا ہے تو قرض کی پوری رقم واپس کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ پورا معاملہ دائن اور مدیون کی رضامندی سے طے پاتا ہے۔ شی مرہون سے استفادہ پر مدیون کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ بلکہ اُسے پہلے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ صورت ایک زمانے سے رائج ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لوگ بغیر کسی مجبوری کے محض کاروبار کرنے کی خاطر اپنا مکان، پلاٹ، دکان یا زمین وغیرہ گروی رکھ کر قرض لیتے ہیں۔

یہ دوسری صورت رہن کی جدید صورت ہے جو آج تاجروں، کمپنیوں، بینکوں اور عام شہریوں کے درمیان رائج ہے۔

اب علمائے کرام کی بارگاہ میں درج ذیل **سوالات** پیش ہیں:

(۱) مجبوری یا ضرورت کے پیش نظر کیا اس طرح کا معاملہ کرنا درست ہے؟

(۲) کاروبار شروع کرنے یا کاروبار کے فروغ و ترقی کے لیے اور اپنی معاشی حالت سُدھارنے کے لیے شئ مرہون سے انتفاع کی شرط کے ساتھ قرض لینے کا شرعًا کیا حکم ہے؟

فیصلہ (۸۴)

انتفاع کی شرط کے ساتھ دُکان، مکان وغیرہ کا رہن

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

خلاصۂ فیصلہ

ایک عرصے سے لوگوں میں یہ رائج ہے کہ لمبی لمبی رقوم قرض لے کر قرض خواہ کے پاس دکان یا مکان گروی رکھ دیتے ہیں اور وہ اس دکان یا مکان سے فائدہ اٹھاتا ہے یہ صورت قرض و سود کی ہے، جو حرام و گناہ ہے، اس سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ جتنے روپے کی حاجت ہو اسے مکان کے ماہانہ کرایے پر تقسیم کر دیں مثلاً بارہ ہزار روپے کے عوض مکان یا دکان اجارے پر دیں اور یہ طے کر دیں کہ ماہانہ کرایہ ایک ہزار روپے ہو گا پھر بارہ ماہ پورے ہونے پر مکان، دکان واپس کر دے، یہ معاملہ اجارے کا ہے جو جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(مرتّب غفرلہٗ)

آج کے زمانے میں لوگ انتفاع کی شرط کے ساتھ اپنی دُکان یا مکان بینک یا کسی اور دائن کے پاس گِروی (رہن) رکھتے ہیں، اُس کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

(۱) کبھی انسان کو سنگین ضرورت پیش ہوتی ہے، اور اُسے قرض نہیں ملتا جب تک کہ اپنی کوئی چیز دائن کے پاس گروی نہ رکھے، مجبورًا مدیون اپنی کوئی چیز دائن کے پاس بطور رہن رکھ دیتا ہے۔ دائن شی

مرہون سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے اور جب مدیون قرض واپس لوٹاتا ہے تو قرض کی پوری رقم واپس کرنی پڑتی ہے۔ اور دائن نے رہن سے جو فائدہ اٹھایا اس کا کوئی عوض مدیون کو نہیں ملتا۔ یہ پورا معاملہ دائن اور مدیون کی رضامندی سے طے پاتا ہے۔ شی مرہون سے بے عوض استفادہ پر مدیون کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ بلکہ اُسے یہ پہلے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ صورت ایک زمانے سے رائج ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لوگ بغیر کسی مجبوری کے محض کاروبار کرنے کی خاطر اپنا مکان، پلاٹ، دکان یا زمین وغیرہ گروی رکھ کر قرض لیتے ہیں۔ اس صورت میں ایک فریق (مُرتَہِن/دائن) شے مَرہون سے فائدہ اٹھاتا ہے، جب کہ دوسرا فریق (راہن/مدیون) قرض کی رقم کو کاروبار میں لگا کر مقررہ مدت تک اچھی خاصی کمائی کر لیتا ہے۔ اس میں فریقین کسی مجبوری کی بجائے اپنے فائدے کے لیے معاہدہ کرتے ہیں، اور دونوں ہی فائدہ اٹھاتے ہیں ایک فریق رقم کو کاروبار میں لگا کر فائدہ اٹھاتا ہے جب کہ دوسرا فریق شے مرہون کو کرایہ پر دے کر یا دوسرے طریقوں سے استعمال میں لا کر منافع حاصل کرتا ہے۔ جس قرض کا لین دین بینک یا کسی کمپنی کے ذریعہ ہوتا ہے وہ عام طور سے اسٹامپ پیپر پر لکھ لیا جاتا ہے، اُس میں شئ مرہون سے انتفاع کی اجازت بھی تحریر ہوتی ہے۔

یہ دوسری صورت رہن کی جدید صورت ہے جو آج تاجروں، کمپنیوں، بینکوں اور عام شہریوں کے درمیان رائج ہے۔

ان حالات کے پیشِ نظر تین سوال زیرِ غور ہوئے:

(۱) کاروبار شروع کرنے یا کاروبار کے فروغ و ترقی کے لیے اور اپنی معاشی حالت سُدھارنے کے لیے شئ مرہون سے انتفاع کی شرط کے ساتھ قرض لینے کا شرعًا کیا حکم ہے؟

(۲) مجبوری یا ضرورت کے پیش نظر کیا اس طرح کا معاملہ کرنا درست ہے؟

(۳) جہاں حاجتِ شرعیہ نہ ہو اور رہن سے انتفاع کی شرط پر قرض لینا ناروا ہو تو کیا شرعًا جواز کے لیے کوئی حیلہ ہے جس پر عمل کر کے آسانی حاصل کی جا سکے؟

پہلے سوال کے جواب میں شے مرہون (گروی رکھی ہوئی چیز) سے انتفاع کی تین صورتیں سامنے آئیں:

(۱) عقد رہن میں مرہون سے انتفاع کی شرط ہو یا انتفاع کا عرف و عادت ہو۔

(۲) عقد رہن میں مرہون سے انتفاع کی شرط نہ ہو، اور عقد کے بعد راہن مرتہن کو نفع اٹھانے کی

اجازت دے دے۔

(۳) شی مرہون سے انتفاع کا عرف ہو مگر عقد رہن میں صراحۃً یہ شرط ہو کہ مرتہن شے مرہون سے نفع اٹھانے کا مُجاز نہ ہوگا پھر عقد کے بعد راہن اپنی خوشی سے حسن سلوک کے طریقے پر مرتہن کو نفع اٹھانے کی اجازت دے دے، اور مرتہن صرف اس کی اجازت کی وجہ سے نفع اٹھائے، اپنا حق جان کر نفع نہ اٹھائے اور جب وہ منع کرے بلا چوں چرا باز آجائے۔

● پہلی صورت میں رہن رکھ کر قرض لینا، دینا سود ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

● دوسری صورت جائز ہے، اصل حکم یہی ہے لیکن ایک عرصے سے دیار ہند میں شے مرہون سے مرتہن کا انتفاع اس قدر عام و معروف ہو چکا ہے کہ مرتہن اسے اپنا واجبی حق جانتے ہیں، اگر انھیں معلوم ہو کہ نفع نہ ملے گا ہرگز قرض نہ دیں گے، اور راہن پر قرض کا دباؤ نہ ہو تو ہرگز اجازت نہ دیں گے، اس عرف عام کی وجہ سے یہ انتفاع بھی انتفاع مشروط ہی کی طرح سود اور ناجائز و حرام ہے۔

❀ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

كل قرض جرمنفعةً فهو ربا[1].

❀ ہدایہ میں ہے:

وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ لَا بِاسْتِخْدَامٍ وَلَا بِسُكْنىٰ وَلَا لُبْسٍ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْمَالِكُ ؛ لِأَنَّ لَهُ حَقَّ الْحَبْسِ دُونَ الِانْتِفَاعِ. وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَبِيعَ إِلَّا بِتَسْلِيطٍ مِنَ الرَّاهِنِ ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُؤَاجِرَ وَيُعِيرَ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الِانْتِفَاعِ بِنَفْسِهِ فَلَا يَمْلِكُ تَسْلِيطَ غَيْرِهِ عَلَيْهِ ، فَإِنْ فَعَلَ كَانَ مُتَعَدِّيًا ، وَلَا يَبْطُلُ عَقْدُ الرَّهْنِ بِالتَّعَدِّي.[2]

❀ درمختار میں ہے:

(لَا انْتِفَاعَ بِهِ مُطْلَقًا) لَا بِاسْتِخْدَامٍ ، وَلَا سُكْنىٰ، وَلَا لُبْسٍ، وَلَا إِجَارَةٍ، وَلَا إِعَارَةٍ ، سَوَاءٌ كَانَ مِنْ مُرْتَهِنٍ أَوْ رَاهِنٍ (إِلَّا بِإِذْنِ) كُلٍّ لِلْآخَرِ ، وَقِيلَ: لَا يَحِلُّ لِلْمُرْتَهِنِ؛

---

(۱) نصب الراية لأحاديث الهداية ، ج : ٤، ص: ٦٠، مؤسسة الريان للطباعة والنشر، بيروت ، لبنان.

(۲) الهداية جز: ٤، ص: ٥٠٦، كتاب الرهن ، مجلس البركات، مبارك فور

لِأَنَّهُ رِبًا ، وَقِيلَ: إنْ شَرَطَهُ كَانَ رِبًا، وَإِلَّا لَا.(۱)

نیز در مختار میں ہے:

قالوا: إذا لم تكن المنفعة مشروطة و لا متعارفة فلا بأس.(۲)

❀ فتاوی رضویہ میں ہے:

"في الفتاوى الصغرى وغيرها: إن كان النفع مشروطا في القرض فهو حرام والقرض بهذا الشرط فاسد، وإلّا جاز، ألا ترى أنّه لو قضاه أحسن مما عليه لايكره، إذا لم يكن مشروطا، وقالوا: وإنما يحل ذٰلك عند عدم الشرط إذا لم يكن فيه عرف ظاهر، فإن كان يُعرف أن ذٰلك يُفعل كذٰلك، فلا.اه ملخصاً.

علامہ طحطاوی، پھر علامہ شامی خود شرح در مختار میں فرماتے ہیں:

الغالب من أحوال الناس أنهم إنما يريدون عند الدفع الانتفاع، ولولاه لما أعطاه الدراهم، وهذا بمنزلة الشرط؛ لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين المنع.انتهى.

فقیہ اسلام امام احمد رضا قدّس سرہ یہ عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:

أقول: ولا شك أن هذا بعينه حال أهل الزمان يعرفه منهم كل من اختبر. و معلوم أن أحكام الفقه إنما تبنى على الكثير الشائع، و لا تذكر حال شذت و ندرت فيه الجواز كما نص عليه المحقق حيث أطلق فى فتح القدير، وغيره من العلماء الكرام، فالحكم في زماننا هو إطلاق المنع لا يرتاب فيه من له إلمام بالعلم، و الكلام ههنا و إن كان طو يلا فجملة القول ما ذكرنا.(۳)

---

(۱) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار ، ج: ۱۰، ص: ۸۲، ۸۳، كتاب الرهن، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(۲) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار ج: ۸، ص: ۱۸ ، كتاب الحوالة، مطلب فى السفتجة، دارالكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(۳) فتاوی رضو یہ ج: ۱۰، ص: ۲۸۰ ، كتاب الرهن، رضا اکیڈمی ممبئی.

● تیسری صورت میں انتفاع جائز ہے؛ لیکن ہندوستان کا عرف و رواج اس سے مکمل جدا ہے، یہاں یہ صورت نہیں پائی جاتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں اس صورت کا حکم ان الفاظ میں مرقوم ہے:

بربنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقًا سود و حرام ہے... یہ انتفاع اگر چہ لفظًا مشروط نہ ہو، عرفًا بے شک مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت...

ہاں! اگر مرتہن بے لحاظ انتفاع قرض دے، ● اور صرف بغرض وثوقِ وصول جو تشریعِ رہن سے مقصودِ شارع ہے رہن لے ● اور عاقدین وقت عقد صراحةً شرط کرلیں کہ مرتہن کسی طرح نفع اٹھانے کا مُجاز نہ ہوگا، "وذلك لأن ما صار معروفًا لا يصير مرفوعًا بالسكوت فلا يكفي عدم الشرط بل شرط العدم كي يفوق الصريح الدلالة" ● پھر راہن اپنی خوشی سے مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے دے، ● اور مرتہن صرف بربنائے اجازت، نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے ● اور حال یہ ہو کہ اگر راہن اس وقت روک دے تو فورًا رک جائے۔

یعنی بعد اس شرطِ عدمِ انتفاع کے، مالک نے برضائے خود مکانِ رہن میں رہنے کا اذن دیا یہ آکر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے منع کیا تو معًا باز رہے اور اصلاً چوں چرا نہ کرے تو ایسا انتفاع جب تک رضائے راہن رہے حلال ہوگا مگر حاشا ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں۔ اللہ عزّ وجلّ مسلمانوں کی اصلاح فرمائے۔ آمین۔[1]

دوسرے سوال کے جواب میں تمام مندوبین کا اس امر پر اتفاق ہوا کہ محتاج کے لیے نفع کی شرط پر قرض لینا جائز ہے چناں چہ بحر الرائق و اشباہ وغیرہ میں ہے: يجوز للمحتاج الاستقراض بالرّبح.[2]

مگر محتاج سے شرعًا کیا مراد ہے اس بارے میں فقیہ اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابلِ قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر چارہ ہو، نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا، ورنہ ہرگز جائز نہ ہوگا، جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی

---

(۱) فتاوی رضویہ ج: ۱۰، ص: ۲۸۲، ۲۸۳، ملتقطًا، کتاب الرهن، رضا اکیڈمی ممبئی.

(۲) البحر الرائق، ج: ٦، ص: ۲۱۱، کتاب البیوع، باب الربا، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

چاہی، سو روپے پاس ہیں، ہزار روپے لگانے کو جی چاہا، نو سو سودی نکلوائے، یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا، سودی قرض لے کر بنایا، یا سو دو سو کی تجارت کرنے میں قوت اہل وعیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا، پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگا دیے، یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں، نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا، و علی هذا القياس صدہا صورتیں ایسی ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں توان میں حکم جواز نہیں ہو سکتا، اگرچہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں، و لہٰذا قُوت اہل وعیال کے لیے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی نوکری ملتی ہے جس کے ذریعے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کے بسر کے لائق مل سکے، ورنہ اس قدر پا سکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت پھر وہی تونگری کی ہوس ہوگی، نہ ضرورتِ قُوت۔"[۱]

اس امر پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ مسلمان انکم ٹیکس کے ضرر کثیر سے بچنے کے لیے قرض لے سکتا ہے جب کہ اس کی میعاد پر ادا کر دے تاکہ انٹرسٹ، انکم ٹیکس سے کم رہے کہ یہ بھی شرعًا درجۂ حاجت میں ہے۔

(۳) ہاں کاروبار کو فروغ دینے اور زندگی کے دیگر امور میں آسانیاں فراہم کرنے کے لیے اجارے کا حیلہ اختیار کیا جا سکتا ہے جس کی مناسب صورت یہ ہے کہ جتنے روپے کی حاجت ہو اُسے مکان کے ماہانہ کرایے پر تقسیم کر دیں مثلاً بارہ ہزار روپے کے عوض مکان اجارے پر دیں اور یہ طے کر دیں کہ ماہانہ کرایہ ایک ہزار روپے ہوگا۔ چناں چہ بہار شریعت میں ہے:

"بعض لوگ قرض لے کر مکان یا کھیت رہن رکھ دیتے ہیں کہ مرتہن مکان میں رہے اور کھیت کو جوتے بوئے اور مکان یا کھیت کی کچھ اجرت مقرر کر دیتے ہیں مثلاً مکان کا کرایہ پانچ روپے ماہوار یا کھیت کا پٹہ دس روپے سال ہونا چاہیے اور طے یہ پاتا ہے کہ یہ رقم زرِ قرض سے مجرا ہوتی رہے گی، جب کل رقم ادا ہو جائے گی اس وقت مکان یا کھیت واپس ہو جائے گا، اس میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگرچہ کرایہ یا پٹہ واجبی اجرت سے کم طے پایا ہو اور یہ صورت اجارہ میں داخل ہے، یعنی اتنے زمانہ کے لیے مکان یا کھیت اجرت پر دیا اور زرِ اجرت پیشگی لے لیا۔"[۲] واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) فتاوی رضویه ج ۷، ص ۸۲، کتاب البیوع، باب الربو، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۲) بہار شریعت، حصہ ہفدہم ص:۷۰۴، رہن کا بیان، مکتبۃ المدینہ

ای کامرس ٹریڈنگ شرعی نقطۂ نظر سے

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

ای کامرس ٹریڈنگ شرعی نقطۂ نظر سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

تعارف

انٹرنیٹ کے ذریعہ اشیا کی خرید و فروخت کو ای کامرس (الیکٹرونک تجارت) کہتے ہیں۔ ای کامرس بنیادی طور پر ایک آسان، کم خرچ اور کم وقت والی تجارت ہے۔ اس میں دفاتر، عملے اور دیگر لوازم کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ کمپنی کی ذاتی ویب سائٹ یا دوسرے کی ویب سائٹ کے واسطے سے خرید و فروخت کا کام ہوتا ہے۔

ای کامرس کی مختلف صورتیں

① Drop shipping (ڈراپ شپنگ)

اس صورت میں ریٹیلر (Retailer) سامان اسٹاک میں نہیں رکھتا بلکہ کسٹمر کے آڈرس اور سامان بھیجنے کی تفصیل مال بنانے والے یا دوسرے ریٹیلر یا ہول سیلر کو بھیج دیتا ہے جو براہ راست کسٹمر کو سامان بھیج دیتا ہے۔ اس میں ریٹیلر سامان کو اپنے اسٹاک میں جمع کرنے کے بجائے خریدار تک بھجوا دیتا ہے۔ اس سے بائع اور مشتری دونوں کا شپنگ (Shipping) خرچ اور وقت بچ جاتا ہے۔

② Business to Consumer (B to C) (بزنس ٹو کنزیومر)

اس صورت میں کمپنی براہ راست اپنے سامان یا اپنی خدمات صارفین تک پہنچاتی ہے۔ عمدہ ویب سائٹ پر ایک حقیقی دکان کی طرح اپنے سارے سامان کا نمونہ رکھتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی قیمت اور اس کے اوصاف بیان کر دیتی ہے۔ صارفین ویب سائٹ پر سامان اور اس کے اوصاف دیکھ کر خریدتے ہیں اور اس کی قیمت آن لائن ادا کرتے ہیں۔

ای کامرس میں بی۔ ٹو۔ سی کے لیے استعمال ہونے والی ویب سائٹوں میں "www.ebay.com" اور "www.amizon.com" زیادہ قابل ذکر ہیں۔ دونوں کے صارفین انھیں قابل اعتماد اور بہتر سروس کی حامل ویب سائٹ قرار دیتے ہیں۔ اس قسم کی ویب سائٹیں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ "امیزون" والوں کے پاس آرڈر فائنل ہوتے ہی روبوٹ مطلوبہ سامان اٹھا کر وہاں موجود عملے کو سپرد کر دیتا ہے یا کچھ روبوٹ خود بھی پیکنگ کا عمل شروع کر دیتے ہیں۔ اس کاروبار میں کم سرمایے سے کاروبار کرنے والوں کو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کسٹمر کا آرڈر براہ راست ٹریڈر کے پاس پہنچتا ہے، اس کے ساتھ ہی سسٹم اس آرڈر کو پورا کرنا شروع کر دیتا ہے۔

(۳) Business to Business (B To B) (بزنس ٹو بزنس)

اس صورت میں ایک تاجر دوسرے تاجر سے سامان خریدتا ہے۔ مثلاً ایک کمپنی اپنا سامان تیار کرنے کے لیے دوسری کئی کمپنیوں سے مختلف چیزیں خریدتی ہے پھر ان کی مدد سے صارفین کے لیے اپنا سامان تیار کرتی ہے اس میں ایک تاجر دوسرے تاجر سے رابطہ براہ راست نیٹ سے کرتا ہے، درمیان میں کسی تیسرے کا دخل نہیں ہوتا ہے۔ جیسے ایک گاڑی بنانے والی کمپنی گاڑی کا ٹائر، گلاس وغیرہ خریدنے کے لیے کئی دیگر کمپنیوں سے رابطہ کرتی ہے پھر گاڑی تیار ہوجانے کے بعد صارفین سے رابطہ کرتی ہے۔ یا اسے یوں کہا جاسکتا ہے کہ سامان بنانے والی کمپنی ڈسٹری بیوٹر سے فروخت کرتی ہے اور وہ ہول سیلر سے فروخت کرتا ہے اور ہول سیلر ریٹیلر سے فروخت کرتا ہے۔

(۴) Consumers To Consumers (C To C) (کنزیومرس ٹو کنزیومرس)

اس میں ایک کنزیومر (سامان فروخت کرنے والا) دوسرے کنزیومر (سامان خریدنے والے) سے انٹرنیٹ اور ویب ٹیکنالوجی کی مدد سے براہ راست فروخت کرتا ہے۔ ویب سائٹ ایک عام بازار جیسی ہوتی ہے جہاں مختلف کنزیومرس اپنا سامان یا خدمات فروخت کرتے ہیں۔ سائٹ کا مالک سامان یا خدمات فروخت کرنے والوں اور اشتہار سے پیسے کماتا ہے۔ ایسی ویب سائٹ کو مارکیٹ پیلیس بھی کہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال www.ebay.com کی سائٹ ہے۔

(۵) Consumer-to-Business (C to B) (کنزیومر ٹو بزنس)

اس میں کنزیومرس کسی پروجیکٹ کو آن لائن کرتے ہیں جس پر کام کرنے کے لیے مختلف کمپنیاں

بولی لگاتی ہیں۔ بولی میں کنزیومرس جس کو پسند کرتے ہیں اس سے کاروبار طے ہوجاتا ہے جیسے اس کی ایک ویب سائٹ pazaryerim.com ہے۔

سوالات :

(۱) مشتری نے ویب سائٹ پر مبیع کا فوٹو اور اس کے اوصاف معلوم کر کے سامان خرید لیا تو کیا اس صورت میں مشتری کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہے گا یا ویب سائٹ پر موجودہ معلومات سے ساقط ہوجائے گا۔

(۲) مبیع پر ملکیت ثابت ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنا کیسا ہے؟

(۳) مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کرنا کیسا ہے؟ اب یہ عمل عام ہو چکا ہے کہ آن لائن سامان کسی سے خریدا، پھر قبضے سے پہلے ہی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا، اور دوسرے نے بھی قبضے سے پہلے تیسرے کے ہاتھ، پھر چوتھے، پانچویں وغیرہ بھی اسی طور پر آن لائن خرید وفروخت کرتے رہے۔ سامان سے نفع کما رہے ہیں مگر سامان ایک جگہ پڑا ہوا ہے، اس کے بارے میں آج کے حالات کے تناظر میں شرعاً کچھ تخفیف ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) مبیع خارج میں موجود ہی نہیں ہے صرف اس کا نمونہ دکھا کر اسے فروخت کرنا کیسا ہے اور یہ کس عقد شرعی میں آتا ہے؟

(۵) اس تجارت میں سامان مشتری کے گھر یا اس کے مطلوب مقام تک پہنچانا ہوتا ہے تو کیا یہ بیع مع شرط تو نہیں جو فاسد ہے۔

فیصلہ (۸۵)
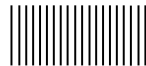
ای کامرس ٹریڈنگ شرعی نقطۂ نظر سے

انٹرنیٹ کے ذریعہ اشیا کی خرید و فروخت اور دوسری خدمات کی فراہمی کو ای کامرس ٹریڈنگ (آن لائن تجارت) کہتے ہیں۔ آج ہوائی جہاز یا ٹرین کے ٹکٹ، کتابیں، کپڑے، سافٹ ویئر، ہارڈ ویئر، دیگر الیکٹرانک سامان، پھل، پھول اور کھانے پینے کے سامان آن لائن خریدے جاتے ہیں اور بینک کی ضروری خدمات بھی حاصل کی جاتی ہیں۔

اس میں دفاتر، عملے اور دیگر لوازم کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ کمپنی کی ذاتی ویب سائٹ یا دوسرے کی ویب سائٹ کے واسطے سے کام ہوتا ہے۔ برقی تجارت کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) ڈراپ شپنگ (Drop Shipping)

اس صورت میں ریٹیلر Retailer (خردہ فروش) سامان اسٹاک میں نہیں رکھتا بلکہ کسٹمر کے آڈرس اور سامان بھیجنے کی تفصیل، مال بنانے والے یا دوسرے ریٹیلر یا ہول سیلر کو بھیج دیتا ہے جو براہ راست کسٹمر کو سامان بھیج دیتا ہے۔

اس صورت کا حکم: جب کوئی خریدار خردہ فروش (ریٹیلر) سے معاملہ کرتا ہے اُس وقت ریٹیلر کے پاس سامان نہیں ہوتا اس لیے ابتداءً یہ عقد ناجائز ہوتا ہے لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تَبِعْ ما ليس عندك (أي ليس في مِلكِكَ).

ردالمحتار میں ہے:

” و شرط المعقود عليه ستة، كونه موجودًا، مالاً متقومًا، مملوكا في نفسه، و كون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه، و كونه مقدور التسليم.[1]

(۱) رد المحتار، ج: ۷، ص: ۱۵، كتاب البيوع، مطلب شرائط البيع، أنواع أربعة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

ہاں جب کمپنی کا بھیجا ہوا سامان خریدار کو مل جاتا ہے اُس وقت بطور تعاطی بیع منعقد ہو جاتی ہے اور پہلے سے جمع شدہ روپے اب ثمن قرار پاتے ہیں، اس سے پہلے وہ قرض تھے۔

اگر بیع تعاطی کے انعقاد سے پہلے "خریدار مالکِ نصاب" کا سالِ نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس جمع شدہ روپے کی زکاۃ بھی اس پر فرض ہوگی۔

جو سامان اپنی ملک میں نہ ہو اُسے بیچنا ناجائز ہے اس لیے دانستہ ایسے شخص سے ہرگز سامان نہ خریدیں اور نہ ریٹیلر بیچے، اس کو چاہیے کہ کمپنی سے وکالتِ بیع حاصل کرے پھر بیع کرے۔ اس صورت میں اس کا بیچنا اور دوسرے کا اُس سے خریدنا، جائز ہوگا اور ریٹیلر اپنے کام کے عوض مقررہ اجرت کا بھی حقدار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲ بزنس ٹو کنزیومرس (B to C) Business to Consumers

اس صورت میں کمپنی براہ راست اپنے سامان یا اپنی خدمات صارفین تک پہنچاتی ہے۔ عمدہ ویب سائٹ پر ایک حقیقی دکان کی طرح اپنے سارے سامان کا نمونہ رکھتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی قیمت اور اوصاف بیان کر دیتی ہے۔ صارفین ویب سائٹ پر سامان اور اس کے اوصاف دیکھ کر خریدتے ہیں اور اس کی قیمت آن لائن ادا کرتے ہیں۔

B to C بی- ٹو- سی کے لیے استعمال ہونے والی ویب سائٹوں میں "www.ebay.com" اور "www.amazone.com" کو صارفین زیادہ قابل اعتماد اور بہتر سروس والی قرار دیتے ہیں۔

اس کا حکم شرعی: اس صورت میں بائع کمپنی جو سامان فروخت کرتی ہے وہ اس کے اسٹاک میں موجود ہوتا ہے اس لیے اس کا بیچنا اور صارفین کا اس سے خریدنا، جائز ہے۔ ہاں یہ لحاظ ضروری ہے کہ مشتری کسی معتمد و ذمہ دار کمپنی سے ہی اس طرح کا معاملہ کرے۔ اس بیع میں مشتری کو خیار عیب و خیار رویت بھی حاصل ہوگا۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا[۱]

(۲) خیار عیب سے متعلق ہدایہ میں ہے:

"وإذا اطلع المشتري على عيب في المبيع فهو بالخيار، إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده" لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة، فعند فوته يتخير كي لا يتضرر بلزوم ما لا يرضى به."[۲]

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة البقرة، آيت: ۲۷۵.

(۲) الهداية، ج: ۳، ص: ۲۳، كتاب البيوع، باب خيار العيب، مجلس البركات، مبارك فور

(۳) فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"خيار العيب يثبت من غير شرط كذا في السراج الوهاج وإذا اشترى شيئا لم يعلم بالعيب وقت الشراء ولا علمه قبله والعيب يسير أو فاحش فله الخيار إن شاء رضي بجميع الثمن وإن شاء رده كذا في شرح الطحاوي."(۱)

(۴) خیار رویت سے متعلق تنویر الابصار اور در مختار میں ہے:

"وله أن يرده ... و إن رضي بالقول قبله ... لأن خياره معلق بالروية بالنص و لا وجود للمعلق قبل الشرط." اھ(۲)

(۵) حاشیہ شلبی علی التبیین میں ہے:

" قال في التحفة : لو نظر في المرآة فرأى المبيع ، قالوا : لا يسقط خياره؛ لأنه ما رأى عينه، وإنما رأى مثاله."(۳)

(۶) بہار شریعت میں ہے:

" اور بائع نے کہہ دیا کہ میں ہر عیب سے بری الذمہ ہوں، یہ بیع صحیح ہے، اور اس مبیع کے واپس کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ یوں ہی اگر بائع نے کہہ دیا لینا ہو تو لو، اس میں سو طرح کے عیب ہیں، یا یہ مٹی ہے، یا اسے خوب دیکھ لو، کیسی بھی ہو میں واپس نہیں کروں گا، یہ عیب سے براءت ہے، جب ہر عیب سے براءت کر لے تو جو عیب وقت عقد موجود ہے یا عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہوا، سب سے براءت ہو گئی۔(٤) واللہ تعالیٰ اعلم

③ بزنس ٹو بزنس Business to Business (B to B)

اس صورت میں ایک تاجر دوسرے سے سامان خریدتا ہے۔ مثلاً ایک کمپنی اپنا سامان تیار کرنے کے لیے دوسری کئی کمپنیوں سے مختلف چیزیں خریدتی ہے پھر ان کی مدد سے صارفین کے لیے اپنا سامان تیار کرتی ہے۔ اس میں ایک تاجر دوسرے تاجر سے رابطہ براہ راست نیٹ سے کرتا ہے، درمیان میں کسی

---

(١) الفتاوى الهندية، ج: ٣، ص: ٧١، كتاب البيوع، الباب الثامن في خيار العيب/ الفصل الأول، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(٢) تنوير الأبصار مع الدر المختار ، ج: ٧، ص: ١٥١، ١٥٢، كتاب البيوع، باب خيار الرؤية، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(٣) حاشية الشلبي على التبيين ج: ٤، ص: ٢٣٧، كتاب البيوع، باب خيار الرؤية، بركات رضا، پوربندر گجرات

(٤) بہار شریعت، ج:۲، ح:۱۱، ص:۶۸۸، خیار عیب کا بیان، مکتبۃ المدینہ

تیسرے کا دخل نہیں ہوتا۔ جیسے ایک گاڑی بنانے والی کمپنی گاڑی کا ٹائر، گلاس، پرزے وغیرہ خریدنے کے لیے دوسری کمپنیوں سے رابطہ کرتی ہے پھر گاڑی تیار ہوجانے کے بعد صارفین سے رابطہ کرتی ہے۔

اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ سامان بنانے والی کمپنی ڈسٹری بیوٹر سے فروخت کرتی ہے اور وہ ہول سیلر سے فروخت کرتا ہے اور ہول سیلر ریٹیلر سے فروخت کرتا ہے۔

اس کا حکم: سامان بنانے والی کمپنی کا ڈسٹری بیوٹر سے، اور اس کا ہول سیلر سے، اور ہول سیلر کا ریٹیلر سے فروخت کرنا جائز ہے، لصدوره عن أهله في محله مع عدم المانع. و الله تعالیٰ أعلم

④ کنزیومرس ٹو کنزیومرس (C to C) Consumers to Consumers

اس میں ایک کنزیومر (سامان فروخت کرنے والا) دوسرے کنزیومر (سامان خریدنے والے) سے انٹرنیٹ اور ویب ٹکنالوجی کی مدد سے براہ راست فروخت کرتا ہے۔ ویب سائٹ ایک عام بازار جیسی ہوتی ہے جہاں مختلف کنزیومرس اپنا سامان یا خدمات فروخت کرتے ہیں، سائٹ کا مالک سامان یا خدمات فروخت کرنے والوں اور اشتہار سے پیسے کماتا ہے۔ ایسی ویب سائٹ کو مارکیٹ پیلیس بھی کہتے ہیں۔ اس کی ایک مثال "www.ebay.com" کی سائٹ ہے۔

حکم شرعی: یہ معاملہ بھی جائز ہے اور سائٹ کا مالک جو پیسے کماتا ہے وہ اس کے اشتہار کی اجرت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بدائع الصنائع میں ہے: "الإجارة جائزة عند عامة العلماء ... بالكتاب العزيز و السنة و الإجماع ... وأما السنة فما روى محمد في الأصل عن أبي سعيد الخدري، وأبي هريرة رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: "لا يستام الرجل على سوم أخيه ولا ينكح على خطبته، ولا تناجشوا، ولا تبيعوا بإلقاء الحجر، ومن استأجر أجيرا فليُعلمه أجره"، وهذا منه صلى الله عليه وسلم تعليم شرط جواز الإجارة وهو إعلام الأجر فيدل على الجواز و روي عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه."[1]

⑤ کنزیومرس ٹو بزنس (C to B) Consumers to Business

اس میں کنزیومرس کسی پروجیکٹ کو آن لائن کرتے ہیں جس پر کام کرنے کے لیے مختلف کمپنیاں بولی لگاتی ہیں۔ بولی میں کنزیومرس جس کو پسند کرتے ہیں اس سے کاروبار طے ہوجاتا ہے۔ اس طرح کی ایک

(١) بدائع الصنائع، ج: ٤، ص: ٢٥٥، ٢٥٦، كتاب الإجارة، بركات رضا پوربندر، گجرات

ویب سائٹ pazaryerim.com ہے۔

حکم شرعی: یہ معاملہ عقد اجارہ ہے۔ پروجیکٹ میں اگر کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو اس کے لیے کام کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

***

شرکاے سیمینار

------[اکابر]------

(۱)۔عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ عزیزی دام ظلہ، سرپرست مجلسِ شرعی و سربراہ اعلیٰ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۲)۔صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ، صدر مجلسِ شرعی و ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۳)۔رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ، بانی و مہتمم دار القلم نئی دہلی۔

(۴)۔سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، ناظمِ مجلسِ شرعی و صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۵)۔حضرت مولانا نصیر الدین مصباحی دام ظلہ، بانی و مہتمم دار العلوم قادریہ، سون بھدر

(۶)۔حضرت مولانا عبد المبین نعمانی دام ظلہ، مہتمم دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو

(۷)۔حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی دام ظلہ، جامعہ اکرم العلوم، لال مسجد، مراد آباد

------[اصحاب مقالات]------

(۸) مولانا قاضی فضل احمد مصباحی	مدرسہ ضیاء العلوم، کچی باغ، بنارس
(۹) مولانا محمد رفیق عالم رضوی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف
(۱۰) مولانا محمد سلیمان مصباحی	مدرسہ عربیہ، سلطان پور
(۱۱) مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، مہراج گنج
(۱۲) مولانا ازہار امجدی ازہری	مرکز تربیتِ افتا، اوجھاگنج، بستی
(۱۳) مولانا شبیر احمد مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، مہراج گنج
(۱۴) مولانا عبد السلام رضوی مصباحی	مدرسہ انوار العلوم، تلسی پور، بلرام پور
(۱۵) مولانا محمد عابد رضا مصباحی	حافظ ملت دار الافتا، پونہ
(۱۶) مولانا محمد عاقل رضوی مصباحی	مدرسہ منظر اسلام، بریلی شریف
(۱۷) مفتی عبد الرحیم اکبری	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان
(۱۸) مولانا محمد صادق مصباحی	مدرسہ سعید العلوم، مہراج گنج
(۱۹) مولانا منظور احمد خاں عزیزی	جامعہ عربیہ، سلطان پور
(۲۰) مولانا محمد مسیح احمد مصباحی	مدرسہ انوار القرآن، بلرام پور

(۲۱) مولانا محمد مبشر رضا ازہر مصباحی	نوری دار الافتا، سنی جامع مسجد، بھیونڈی
(۲۲) مولانا نوشاد مصباحی ازہری	گجرات
(۲۳) مولانا قاضی شہید عالم رضوی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف
(۲۴) مولانا محمد صباح الدین ربانی مصباحی	دار العلوم ربانیہ، باندہ
(۲۵) مولانا محمد ممتاز عالم مصباحی	مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، مئو
(۲۶) مفتی آل مصطفیٰ مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو
(۲۷) مولانا محمد عارف اللہ مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو
(۲۸) مولانا محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی	دار العلوم انجمن اسلام، کشی نگر
(۲۹) مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۰) مولانا جنید احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۱) مولانا خالد ایوب مصباحی	دار الافتا پہاڑ گنج، جے پور، راجستھان
(۳۲) مولانا محمد رضوان قادری	مدرسہ نثار العلوم، اکبر پور، امبیڈکر نگر
(۳۳) مفتی ابرار احمد اعظمی	دار العلوم ندائے حق، جلال پور، امبیڈکر نگر
(۳۴) مولانا عبد الغفار اعظمی	مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو
(۳۵) مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی	جامع اشرف، کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر
(۳۶) مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۷) مولانا محمد اشرف القادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۸) مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۳۹) مولانا محمد ہارون مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۰) مولانا شہروز عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۱) مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۲) مولانا محمد سعید رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۳) مولانا محمد نظام الدین قادری	دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
(۴۴) مولانا محمد غلام مجتبیٰ مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۴۵) مولانا محمد انور نظامی مصباحی	مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ
(۴۶) مولانا محمد عابد رضا مصباحی	مرکزی دار القراءت، جمشید پور
(۴۷) مولانا شمیم اختر رضوی مصباحی	مرکزی دار القراءت، جمشید پور
(۴۸) مولانا شیر محمد خان مصباحی	دار العلوم وارثیہ، لکھنو

(۴۹) مولانا محمد صلاح الدین نظامی مصباحی — مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور
(۵۰) مولانا عبدالرحمن مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۱) مولانا عبدالوہاب قادری مصباحی (شعبہ تحقیق) — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

------[بقیہ شرکاے سیمینار]------

(۵۲) مفتی محمد معراج القادری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۳) مفتی بدر عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۴) مولانا مسعود احمد برکاتی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۵) مولانا صدر الوریٰ قادری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۶) مولانا نفیس احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۷) مفتی محمد نسیم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۸) مفتی زاہد علی سلامی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۵۹) مولانا مبارک حسین مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۰) مولانا محمد ناظم علی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۱) مولانا محمد اختر کمال قادری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۲) مولانا احمد رضا مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۳) مولانا دستگیر عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۴) مولانا حسیب اختر مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۵) مولانا محمد عرفان عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۶) مولانا توفیق احسن برکاتی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۷) مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۸) مولانا عبداللہ ازہری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۶۹) مولانا ازہر الاسلام ازہری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۰) مولانا محمد قاسم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۱) مولانا ارشاد احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۲) مولانا قاری محمد رضا مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۳) مولانا رئیس اختر مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۴) مولانا ذیشان احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۵) مولانا رضوان احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۷۶) مولانا رقیب سنجر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۷) قاری عبد القیوم	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۸) قاری محمد ابوذر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۷۹) قاری عبد الرحمٰن مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۸۰) مولانا محمود احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی، مبارک پور
(۸۱) مولانا محمد احمد مصباحی	دار العلوم احمدیہ معراج العلوم، سنت کبیر نگر
(۸۲) مولانا شبیر احمد مصباحی	کولکاتا
(۸۳) مولانا جلال الدین مصباحی	دار العلوم مخدوم اشرف، کچھوچھہ شریف
(۸۴) مولانا فخر عالم فیضی	(فیجی)
(۸۵) مولانا عصام الدین برکاتی	مکتبہ برہان ملت، مبارک پور
(۸۶) مولانا محمد فاروق نظامی	دار العلوم غوثیہ ضیاء القرآن، کرلا، ممبئی
(۸۷) مولانا رحمت اللہ مصباحی	نامہ نگار روزنامہ انقلاب
(۸۸) مولانا طفیل احمد مصباحی	نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ
(۸۹) مولانا محمد اسلم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۰) مولانا غلام نبی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۱) مولانا اسلام الدین	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۲) مولانا فاروق مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
(۹۳) مولانا فیض محمد	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان
(۹۴) مولانا نور الہدیٰ مصباحی	مدرسہ سعید العلوم، مہراج گنج، گورکھ پور
(۹۵) مولانا انوار احمد	مدرسہ بحر العلوم، خلیل آباد، سنت کبیر نگر
(۹۶) مولانا فیض الحق	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، مئو
(۹۷) مولانا محمد الیاس ثقافی	مدرسہ ضیاء الاسلام، راجوری، کشمیر
(۹۸) قاری نور الحق مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۹۹) مولانا طفیل احمد	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی
(۱۰۰) مولانا ذوالفقار احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی
(۱۰۱) مولانا حافظ سعید انور	دار العلوم قادریہ، سون بھدر
(۱۰۲) مولانا صلاح الدین مصباحی	دار العلوم قادریہ، سون بھدر
(۱۰۳) مولانا عبد المصطفیٰ مصباحی	مدرسہ انوار العلوم، جین پور، اعظم گڑھ

پچیسواں فقہی سیمینار

منعقدہ : ۱۸/۱۹/۲۰/ ربیع النور ۱۴۴۰ھ
مطابق ۲۷/۲۸/۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء
بروز : منگل، بدھ، جمعرات
بمقام : امام احمد رضا لائبریری، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

فاریکس انگریزی کے دو الفاظ Foreign Exchange (فارن ایکس چینج) کا مخفف ہے اور ٹریڈینگ کا معنی ہے "تجارت"۔ فاریکس ٹریڈینگ ایک ایسی تجارت ہے جس میں کرنسی کی تجارت عالمی پیمانے پر انٹرنیٹ کے ذریعے کی جاتی ہے، یعنی ایک ملک کی کرنسی کے بدلے دوسرے ملک کی کرنسی کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ ہر ملک کی کرنسی کی شرح دوسرے ملک کی کرنسی سے مختلف ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اتار چڑھاو بھی ہوتا رہتا ہے۔ آن لائن خرید وفروخت ہونے کی وجہ سے ہر لمحہ ٹریڈر (تاجر) کو کرنسی کی شرح معلوم ہوتی رہتی ہے؛ اس لیے ٹریڈرس اس سے نفع کماتے رہتے ہیں۔ اس میں کرنسیوں کے علاوہ سونا، چاندی، سلور، آئل وغیرہ کی بھی تجارت ہوتی ہے۔ سونے، چاندی اور آئل کے اقدار کو یو ایس (U.S.) ڈالر میں تبدیل کر کے ان کا کاروبار ہوتا ہے۔ یعنی سونے یا چاندی کی یو ایس ڈالر میں قیمت نکال کر یو ایس کرنسی کو دوسری کرنسی سے فروخت کیا جاتا ہے۔ آن لائن سونا، چاندی کی خرید وفروخت میں سونا چاندی اس بائع کی ملکیت میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس کاروبار میں سونے چاندی کی خرید وفروخت عام طور سے ٹریڈر اپنے نفع و نقصان کو متوازن رکھنے کے لیے کرتا ہے چوں کہ جب سونے چاندی کی قیمت بڑھتی ہے تو یو ایس ڈالر کی قیمت گھٹ جاتی ہے اور جب یو ایس ڈالر کی قیمت بڑھتی ہے تو سونے چاندی کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔

فاریکس تجارت ۲۴ گھنٹے کی جاتی ہے۔ ٹریڈر کا کمپیوٹر بند ہونے کے بعد بھی اس کا کاروبار جاری رہتا ہے چوں کہ اس کا بروکر (Broker) اور سرور (Server) ہمیشہ آن رہتا ہے۔ اگر ٹریڈر نے کچھ ڈالر خریدا اور ساتھ ہی یہ بھی سیٹ کر دیا کہ اتنے پوائنٹ بڑھنے پر یہ فروخت ہو جائے تو ٹریڈر کا کمپیوٹر بند ہونے کے باوجود اس کا کام ہو جاتا ہے۔ کم سرمایہ دار بھی یہ تجارت کر سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی بڑے سیٹ اپ یا کسی آفس کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ بلکہ ایک عمدہ کمپیوٹر اور ایک تیز رفتار انٹرنیٹ کنیکشن کافی ہوتا ہے۔ فاریکس کاروبار شروع کرنے کے لیے ٹریڈر کو کسی رجسٹرڈ اور اچھی شہرت کے حامل انٹرنیشنل فاریکس

بروکر(International Forex Broker) کے پاس اکاونٹ کھولنا پڑتا ہے جو ٹریڈر کے لیے مندرجہ ذیل کام مناسب طور پر کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔

(۱) اکاونٹ کھولنے کے لیے کم سے کم سرمایہ کی سہولت دینا۔

(۲) اکاونٹ میں روپے بھیجنے اور نکالنے کی سہولت فراہم کرنا۔

(۳) ٹریڈنگ کے لیے سافٹ ویئر کا انتظام کرنا۔

(۴) کسٹمر سروسز فراہم کرنا۔

(۵) کمیشن اور فیس وغیرہ میں رعایت دینا۔

(۶) ریٹ کا فرق بتاتے رہنا۔

(۷) بازار کے حالات اور امکانات سے آگاہ کرنا۔

فاریکس ٹریڈینگ کے فوائد:

(۱) کم سرمایہ سے زیادہ منافع کمانے کا موقع۔

(۲) ۲۴ گھنٹے کاروبار کی سہولت۔

(۳) کم خرچ میں بڑا کاروبار۔

(۴) کسی بڑے آفس یا سیٹ اپ کی عدم ضرورت۔

(۵) آٹومیٹک ٹریڈینگ سافٹ ویئر۔

فاریکس ٹریڈینگ کے نقصانات:

(۱) آن لائن کنیکشن کی خرابی سے کاروبار کا متاثر ہونا۔

(۲) ٹریڈر کی قیمتی معلومات اور رقوم وغیرہ کی چوری کا خدشہ۔

(۳) بہت تیز شرح کرنسی میں تبدیلی کی وجہ سے نفع کی جگہ نقصان کا خدشہ۔

سوالات :

(۱) ایک ملک کی کرنسی دوسرے کسی ملک کی کرنسی سے آن لائن خریدنا، بیچنا کیسا ہے، جائز، یا فاسد، یا باطل؟ دلائل شریعت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

(۲) فساد یا بطلان کی صورت میں اس کے جواز کے لیے کوئی شرعی حل یا حیلہ ممکن ہے یا نہیں؟

فیصلہ (۸۶)
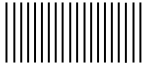
فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

(۱) ایک ملک کی کرنسی سے دوسرے کسی بھی ملک کی کرنسی کی خرید و فروخت شرعًا عقد بیع ہے۔
(۲) ناتجربہ کار اور غیر ماہر لوگ اس طرح کی خرید و فروخت میں حصہ نہ لیں اور ماہرین جو اپنے فائدے کا گمان غالب رکھتے ہیں شرعًا یہ خرید و فروخت کر سکتے ہیں مگر یہاں قانونًا اس سے ممانعت ہے، اس لیے وہ بھی پرہیز کریں۔
(مرتّب غفرلہٗ)

① دو یا زیادہ ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ - جہاں جہاں ان کا رواج ہو - جاری ہے۔ چوں کہ کرنسی مال اور ثمن اصطلاحی ہے اس لیے دو کرنسیوں کا تبادلہ عقد بیع ہے۔ اس پر مبادلة المال بالمال بالتراضی کی تعریف صادق ہے۔
اب رہا یہ کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کی آن لائن خرید و فروخت کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ بھی

عقدِ بیع ہے۔ کرنسیوں کا تبادلہ جو لوگ کرتے ہیں، ان کے کھاتوں میں ان کی رقوم کا اندراج رہتا ہے، جسے حکماً قبضہ قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ دو عاقدوں کے درمیان اپنے اپنے مالِ مقبوض کا تبادلہ ہوتا ہے اس لیے اس کے عقدِ بیع ہونے میں کلام نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

ويجوز بيع الفلس بالفلسين بأعيانهما. (۱)

فتاوی رضویہ میں ہے:

و تحقيق ذلك أن بيع النوط بالدراهم كالفلوس بها ليس بصرف حتى يجب التقابض؛ فإن الصرف بيع ماخلق للثمنية بما خلق لها كما فسره به البحر و الدر و غيرهما. و معلوم أن النوط والفلوس ليست كذلك وإنما عرض لها الثمنية بالاصطلاح مادامت تروج و إلّا فعروض وبعدم كونه صرفا، صرح فى ردالمحتار عن البحر عن الذخيرة عن المشايخ في باب الربا نعم لكونها أثمانا بالرواج لابد من قبض أحد الجانبين و إلا حرم لنهيه صلى الله تعالى عليه وسلم عن بيع الكالئ بالكالئ، و المسألة منصوص عليها في مبسوط الإمام محمد و اعتمده في المحيط والحاوى والبزازية والبحر والنهر وفتاوى الحانوتي والتنوير والهندية وغيرها وهو مفاد كلام الإسبيجابى كما نقله الشامي عن الزين عنه. (۲)

(۲) اس معاملے کی تفصیلات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرنسیوں کی قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں، اکثر لوگوں کو اگر آج کی قیمت معلوم بھی ہوتی ہے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ چند دنوں یا چند گھنٹوں میں کس کرنسی کی قیمت کم ہوگی، کس کی زیادہ ہوگی۔

---

(۱) الهداية، ج: ۳، ص: ٦٥، كتاب البيوع، باب الربوا، مجلس البركات، مبارك فور

(۲) كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم، مشموله فتاوى رضويه، ج: ۷، ص: ١٤٧، کتاب البیوع، باب الربوا، رضا اکیڈمی، ممبئی

اس معاملت میں کامیابی کے لیے بہت کچھ سیکھنے، تعلیم و تجربہ حاصل کرنے، اور امانت دار بروکر اور کمپنی کی رہ نمائی کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اکثر لوگ تہی دست ہوتے ہیں اور ناواقفی کی وجہ سے اپنا سرمایہ کھو بیٹھتے ہیں، جیسا کہ اس شعبے کی کتابوں اور رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۰؍ فی صد لوگ اس معاملت سے سخت گھاٹے میں رہتے ہیں اور جو دس فی صد کامیاب ہوتے ہیں ان کے لیے بھی خسارے کا خطرہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہ خسارے کا شکار ہوتے بھی ہیں۔

اس لیے مجلس میں بحث و تمحیص کے بعد طے ہوا کہ ناتجربہ کار اور غیر ماہر لوگ اس تجارت میں ہاتھ نہ ڈالیں، ہاں جو لوگ ماہر ہیں اور فائدے کا ظن غالب رکھتے ہیں وہ یہ تجارت کر سکتے ہیں، شرعًا ان کے لیے جواز ہے، مگر یہاں قانونًا اس تجارت کی ممانعت ہے اس لیے وہ بھی اس سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میٹریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ

☆- سوال نامہ

☆- فیصلے

سوال نامہ

مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

آج کل فِٹ کے حساب سے کچھ رقم متعیّن کر کے تعمیر کا ٹھیکہ دیا لیا جاتا ہے، اِن ٹھیکوں میں سرکاری، غیر سرکاری ہر طرح کے ٹھیکے ہوتے ہیں۔ کچھ ٹھیکے تو بغیر ٹینڈر کے ہوتے ہیں جب کہ کچھ میں ٹینڈر بھی لگتا ہے۔

ٹھیکے دو طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) صرف کام کا ٹھیکہ (۲) مٹیریل کے ساتھ کام کا ٹھیکہ۔

پہلی صورت میں ٹھیکہ دار کی ذمہ داری صرف کام کرنے، کرانے کی ہوتی ہے، جب کہ دوسری صورت میں کام کے ساتھ اپنی طرف سے مٹیریل بھی لگانا پڑتا ہے۔

بسا اوقات تعمیری سامانوں کی قیمت میں اچانک غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں ٹھیکہ دار خسارہ برداشت کر کے کام کی تکمیل کرتا ہے یا ٹھیکے کی رقم میں اضافہ کرواتا ہے یا معاملے کو فسخ کرانے کی کوشش کرتا ہے۔

آج کل بازار میں اکثر اتار چڑھاو کی وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب معلوم ہوتا ہے، اور عملی دنیا میں مذکورہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

سرکاری ٹھیکہ میں کاغذات تیار ہونے اور معاہدہ ہو جانے کے بعد ٹھیکہ دار کو بہر حال تعمیر کرنی پڑتی ہے، اور وہ اجارے کو فسخ بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ٹھیکہ کی رقم میں اضافہ کروا سکتا ہے۔ کیوں کہ اُس میں تمام تر مالی اخراجات کی تفصیل و فہرست اور ہر چیز کے علاحدہ علاحدہ خرچ کی وضاحت اور نفع کی شرح کا اندازہ

کرکے اسٹمٹ بنایا جاتا ہے۔ اس لیے ٹھیکہ طے ہونے کے بعد کسی طرح کا ردوبدل نہیں ہوتا۔

تقریباً یہی حال کمپنیوں کی جانب سے ملنے والے ٹھیکوں کا ہے؟ مگر بعض کمپنیوں میں معاہدہ طے ہونے کے بعد بھی یہ لچک موجود ہوتی ہے کہ بازار بھاؤ بڑھنے کی صورت میں اُن سے رقم کا اضافہ کرایا جاسکتا ہے، یا باہمی رضامندی سے معاملہ فسخ کیا جاسکتا ہے۔

جن ٹھیکوں میں ٹھیکہ دار صرف کام کرنے، کرانے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور مٹیریل کی فراہمی خود بلڈر یا ٹھیکہ دینے والوں کی ہوتی ہے، اُن میں اشیا کی قیمتوں کے اختلاف سے ٹھیکہ دار کے نفع و نقصان میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

عوامی سطح کے چھوٹے موٹے ٹھیکوں میں اجارہ فسخ کرنے اور رقم بڑھانے کا پورا اختیار ہوتا ہے۔

اب علمائے کرام کی خدمت میں درج ذیل **سوالات** پیش ہیں:

(۱) جس ٹھیکے میں اپنی طرف سے مٹیریل لگاکر کام کی ذمہ داری ہوتی ہے اور چیز مکمل طور سے تیار ہونے کے بعد قبول کی جاتی ہے، اُس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ وہ اجارہ ہے یا بیع استصناع؟

(۲) مٹیریل کی قیمت میں اضافہ کی صورت میں ٹھیکہ دار پر خسارہ برداشت کرکے کام کی تکمیل ضروری ہے یا رقم میں اضافہ کرائے یا معاملہ فسخ کرے۔؟

(۳) جس ٹھیکے میں بہر صورت کام کی تکمیل ہی ضروری ہو ایسا ٹھیکہ لینا شرعاً کیسا ہے؟

فیصلہ (۸۷)

مٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاو کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

(۱) ٹھیکے کا یہ معاملہ عقد اجارہ ہے، اس کے ضمن میں بیع بھی پائی جاتی ہے۔
(۲) جتنے روپے پر ٹھیکہ ہوا اُتنے پر کام پورا کرانا ٹھیکہ دار پر لازم ہے وہ عموماً نفع میں ہی رہتا ہے گو نفع کبھی کم ہو۔ اور اگر کبھی واقعی خسارہ ہو تو صورت حال بتا کر رقم میں اضافہ کرا لے، حکومت کے افسران اس طرح کی گزارشات کو رد نہیں کرتے یوں بھی مالی معاملات میں خسارے کا احتمال رہتا ہے، ایک بار خسارہ ہوتا ہے تو بارہا نفع کثیر بھی ملتا ہے، پھر بھی چاہے تو دوسرے فریق کو راضی کر کے ٹھیکہ فسخ کر سکتا ہے۔
(مرتّب غفرلہ)

(۱) آج کل تعمیرات کے لیے ایسے ٹھیکے عام طور پر رائج ہیں جن میں ٹھیکے دار کو تعمیری سامان بھی لگانا طے ہوتا ہے۔ یہ عقد استصناع ہے یا اجارہ یا اجارہ مع بیع ہے؟

اس پر بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ تمام معاملہ کرنے والوں کے درمیان یہ عقد ٹھیکہ یا اجارہ کہلاتا ہے اور وہ اسے اجارہ سمجھ کر ہی انجام دیتے ہیں، یہی ان کے عرف میں ہے اور اجارہ ہی ان کا مقصود و

معمول ہے اور چوں کہ سامان لگانا بھی ٹھیکہ دار کے ذمہ طے ہوتا ہے اس لیے بیع اس میں ضمناً و تبعاً ہوتی ہے۔ ان دونوں پر نظر کرتے ہوئے یہ معاملہ اصلاً اجارہ ہے جس میں ضمناً بیع بھی ہوتی ہے۔ اور بوجہ تعامل اس کے جواز کا حکم ہے۔

ہدایہ، فتح القدیر، بدائع الصنائع، تبیین الحقائق و بحر الرائق وغیرہ کتب فقہ میں ہے:

وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي.[1]

فتاوی بزازیہ میں ہے:

دفع إلى إسكاف درهمين على أن يخرز له من جلد أعطاه خفين منعلين من عنده يجوز للتعامل والقياس أن لا يجوز كما لو أعطى الخياط ثوباً على أن يحشوه بقطن له بكذا لأنه **إجارة** في بيع ظهارة إلى الخياط على أن يكون منه القطن يصح كما في الخلف فحصلت المسألة على الروايتين ولو على الظهارة منه لا يصح على الروايات كلها أنه لا تعامل ثم إن محمداً جوّز هذا بلا رؤية النعل والبطانة حملاً على نعل يليق بالجلد وكذا لو شرط أن يخرز على خفه أربع قطع أو أن يرقع ثوبه وفي نوادر ابن سماعة شرط الإراءة فإذا في الرقع والخصف روايتان لأنه جعل هذا تبعاً للعمل فتعتبر العادة فيه وكذا لو أعطاه خرقة على أن البطانة والحشو من عنده أن يجعلها له قلنسوة وكذا لو دفع إلى نداف ثوباً ليندف عليه من قطنه كذا بكذا ولم يبين الأجر من الثمن صح للتعامل.[2]

خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

في المنتقىٰ عن محمد رحمه الله: دفع إلى خياط ظهارة و قال بطنها من عندك فهو جائز و قاسه على الخف، و لو قال ظهارتها من عندك فهو فاسد باتفاق الروايات ؛ لأنه لا تعامل فيه. اهـ[3]

---

(۱) الهداية، أول كتاب البيوع.

(۲) فتاوی بزازیه بر هامش هندیه ، ج: ٦، ص: ٧٢.

(۳) خلاصة الفتاوی ، ج: ۳، ص: ١٢٦.

(۲) دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا کہ دورانِ اجارہ سامانوں کی قیمت بہت بڑھ گئی اور ٹھیکہ دار کو خسارہ نظر آیا تو طے شدہ اجارے کی تکمیل اس کے ذمہ لازم ہے یا نہیں؟

جواب میں بعد بحث طے یہ ہوا کہ دونوں طرف سے عقد طے ہو جانے کے بعد جتنے پر معاملہ ہوا اتنے پر اس کی تکمیل ٹھیکہ دار پر لازم ہے۔ عملاً بھی عموماً یہی ہوتا ہے اور ٹھیکہ دار خسارے میں نہیں ہوتا بلکہ نفع ہی پاتا ہے۔

بالفرض اگر کسی آفت ناگہانی کی وجہ سے غیر معمولی و غیر متوقع خسارے کی شکل سامنے آئی تو ٹھیکہ دار حکومت یا کمپنی یا کسی بھی فریق سے اپنی صورت حال بتا کر مقررہ رقم میں اضافہ کرا سکتا ہے یا اگر ضروری سمجھے تو فسخ عقد پر تیار کرے۔ معلوم ہوا کہ غیر متوقع نقصانات کی شکل میں حکومت کے افسران بھی غور و فکر کر کے ٹھیکہ دار کے خسارے کا ازالہ کرتے ہیں۔

☆ بدائع الصنائع میں ہے:

و أماصفة الإجارة:. فالإجارة عقد لازم إذا وقعت صحيحة عرية عن خيار الشرط و العيب و الرو ية عند عامّة العلماء، فلا تفسخ من غير عذر، وقال شريح : إنها غير لازمة، وتفسخ بلا عذر، لأنها إباحة المنفعة فأشبهت الإعارة ، ولنا أنها تمليك المنفعة بعوض فأشبهت البيع، وقال سبحانه و تعالیٰ: ﴿اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ و الفسخ ليس من الإيفاء بالعقد ، وقال عمر رضى الله عنه : البيع صفقة أو خيار، جعل البيع نوعين: نوعاً لا خيار فيه، ونوعاً فيه خيار، و الإجارة بيع فتجب أن يكون نوعين: نوعا ليس فيه خيار الفسخ، و نوعاً فيه خيار الفسخ. اھ[1]

☆ تحفۃ الفقہا میں ہے:

ثم الإجارة تفسخ بالأعذار المخصوصة عندنا، و إن وقعت الإجارة صحيحة لازمة بأن لم يكن ثمّه عيب و لا مانع من الانتفاع، ثم العذر ما يكون عارضا يتضرر به

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ، ج: ٤، ص: ۲۹۵، کتاب الإجارة، فصل : و أما صفة الإجارة، بركات رضا، پور بندر، گجرات

العاقد مع بقاء العقد ولا يندفع بدون الفسخ.اھ[1]

(۳) تیسرا سوال یہ پیش آیا کہ بڑے ٹھیکے حکّام کو کچھ دیے بغیر حاصل نہیں ہوتے، ایسی صورت میں مسلمانوں کو ٹھیکہ لینا درست ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ بھی ٹھیکہ حاصل کرتے ہیں، وہ کچھ دے کر ہی حاصل کرتے ہیں ایسی حالت میں اگر مسلمان اس کاروبار سے یکسر دست کش ہو جائیں تو مزید معاشی پس ماندگی کا شکار ہو سکتے ہیں اور معاشی استحکام حاصل کرنا ان کا حق ہے اور حکومت کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے باشندوں کے لیے ذرائع معاش فراہم کرے۔

اس لیے مسلمان اگر کچھ دے کر اپنا حق حاصل کریں تو وہ گنہگار نہیں البتہ جو حکّام مال لیتے ہیں وہ ضرور مجرم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) رد المحتار میں ہے:

"دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعنى في حق الدافع. اھ"[2]

(۲) شرح سیر کبیر میں ہے:

" والأصل فيه حديث عبد الله بن مسعود - رضي الله تعالى عنه -، فإنه حبس بالحبشة فرشاهم دينارين حتى خلوا سبيله. فعرفنا أن هذا ليس من جملة السحت في حق المعطي، وإن كان من جملة السحت في حق الآكل، وأنه غير داخل تحت قوله - صلى الله عليه وآله وسلم -: «الراشي والمرتشي في النار» . إنما قال ذلك في حق المعطي إذا قصد به الظلم، أو إلحاق الضرر بغيره. فأما إذا

---

(۱) تحفة الفقهاء، ص: ۳۸۰، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة و ما يكون به مخالفا، دار الفكر، بيروت، لبنان.

(۲) رد المحتار على الدر المختار، ج: ۹، ص: ٦٠٧، كتاب الحظر و الإباحة، باب الاستبراء وغيره، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

قصد دفع الظلم عن نفسه، أو تحصيل منفعة لنفسه، من غير أن يلتحق الضرر بغيره، فلا بأس به، وكذلك الجواب في دار الإسلام إذا قصده ظالم، فلا بأس بأن يعطي شيئا من ماله إليه، ليدفع الظلم عن نفسه. قال: بلغنا عن أبي الشعثاء جابر بن زيد قال: ما وجدنا في زمن الحجاج شيئا خيرا من رشى.

وفي وصفه ذلك بالخيرية دليل على أنه لا إثم على المعطي في الإعطاء، وإن كان الآخذ آثما في أخذه. والله الموفق.'' (۱)

(۳) احکام القرآن میں ہے:

''ووجه آخر من الرشوة وهو الذي يرشو السلطان لدفع ظلمه عنه فهذه الرشوة محرمة على آخذها غير محظورة على معطيها. ''(۲)

(۱) شرح السير الكبير للسرخسي، ج: ٤، ص: ٢٢٢ ـ ٢٢٣.

(۲) أحكام القرآن للجصاص، ج: ٢، ص: ٥٤١، باب الرشوة، مطلب: في وجوه الرشوة، تحت الآية: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ... وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان.

زندگی کا حمایتی نظام

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

زندگی کا حمایتی نظام

(Life Support System)

لائف سپورٹ سسٹم کے ذریعہ مریض کا علاج اور اس کو لمبے عرصے تک موت وحیات کی کشمکش میں رکھنے کی کوشش شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

فیصلہ (۸۸)
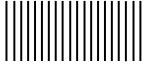
زندگی کا حمایتی نظام
(Life Support System)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

(۱) نمونیا اور آپریشن کی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال فائدہ مند ہے اور جائز و بہتر۔ (۲) پھیپھڑے جب کم خراب ہوں اور اندازہ ہو کہ چند دنوں میں خود کار ہو جائیں گے تو بھی وینٹی لیٹر کا استعمال جائز و بہتر ہے۔ (۳) اور جب پھیپھڑے درست ہونے کی ہلکی سی امید ہو، یا یہ فائدہ ہو کہ مریض اشارے سے اپنے لوگوں کو کچھ بتا سکے، یا کلمہ پڑھ سکے تو بھی وینٹی لیٹر کے استعمال کی اجازت ہے۔ (۴) جب یہ امید بھی نہ رہے تو وینٹی لیٹر ہٹا دیں اور راضی برضائے الٰہی ہوں۔ (مرتب غفرلہ)

جسم کے اندر کچھ اعضا اتنے اہم ہوتے ہیں کہ اگر یہ کام کرنا بند کر دیں تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ نظام تنفس، نظام قلب یا دماغی نظام میں خلل کی وجہ سے انسان موت کے قریب ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ایک خاص طبّی طریقے کو عمل میں لاکر نظام کو جاری رکھا جاتا ہے۔ اسی طریقۂ عمل کو لائف سپورٹ سسٹم یعنی زندگی کا حمایتی نظام کہا جاتا ہے۔

بعض امراض و حالات میں اسی طریقۂ علاج سے اعضا صحت مند ہو کر خود کام کرنا شروع کر دیتے ہیں اور بعض حالات میں اعضا قابل عمل نہیں ہوتے مگر اس سسٹم کی وجہ سے زندگی چلتی رہتی ہے۔

یہ علاج بہت مہنگا ہوتا ہے۔ کبھی اس میں ہر دن پانی کی طرح روپے بہانا پڑتا ہے۔ کبھی یہ سارا سرمایہ نگل جاتا ہے اور صحت بھی حاصل نہیں ہوتی۔

لائف سپورٹ سسٹم کی چار صورتیں ہیں:

(۱) نظام تنفس کو بحال کرنا

(۲) دل اور پھیپھڑوں کو مصنوعی طریقے سے بحال کرنا

(۳) ڈائلیسس - خون کی تبدیلی اور صفائی

(۴) مصنوعی سیّال غذا دینا

پہلی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی مشین ہے جو مریض کو سانس لینے میں مدد دیتی ہے۔ یہ پھیپھڑوں کے اندر ہوا پہنچا کر جسم کو آکسیجن فراہم کرتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائڈ کو دور کرتی ہے۔

نمونیا اور آپریشن کے لیے عارضی طور پر اس کا استعمال ہوتا ہے پھر جب نظام تنفس درست ہو جاتا ہے تو اسے ہٹا دیا جاتا ہے۔

پھیپھڑے خراب ہونے پر زیادہ عرصے تک اس مشین کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے اس میں کئی صورتیں ہیں:

(۱) کبھی پھیپھڑے درست ہو کر کام کرنے لگتے ہیں۔

(۲) کبھی درست ہونے کی صرف امید ہوتی ہے۔

(۳) کبھی یہ امید بھی نہیں ہوتی مگر مریض کے اندر باتیں سننے، سمجھنے اور اشاروں سے اپنا مدّعا ظاہر کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، ایسی حالت میں وہ زیر لب یا دل میں ذکر کرنے اور کلمہ پڑھنے کے لائق ہوتا ہے۔

(۴) کبھی یہ صلاحیت اور قوت بھی فنا ہو جاتی ہے، صرف سانس کی آمد و رفت جاری رہتی ہے اور مریض کو بس زندہ کہا جا سکتا ہے۔ (عمومًا یہ دماغی بیماریوں میں ہوتا ہے۔)

حکم شرعی:

نمونیا اور آپریشن کی صورت میں وینٹی لیٹر کا استعمال مفید ہے کہ عارضی استعمال کے بعد نظام تنفس بحال ہو جاتا ہے اس لیے اس صورت میں اس کا استعمال جائز اور اولیٰ ہے۔ اسی طرح پھیپھڑے جب کم خراب ہوں اور اندازہ ہو کہ کچھ ہی دنوں میں یہ خود کار ہو جائیں گے تو وینٹی لیٹر کا استعمال جائز اور بہتر ہے۔ اور جب درست ہونے کی ہلکی سی امید ہو تو بھی آدمی تجربہ کر کے نتیجہ دیکھ سکتا ہے۔ جب

یہ امید منقطع ہو جائے اور مریض کے اشاروں سے اس کے لوگوں کو کچھ فائدہ ہو اور خود مریض بھی کلمہ وغیرہ پڑھنے کا فائدہ حاصل کر سکتا ہو تو ایسی حالت میں بھی وینٹی لیٹر کا ہلکا سا فائدہ ہے مگر جب یہ فائدہ بھی معدوم ہو جائے تو وینٹی لیٹر کا حاصل بس یہ ہے کہ سرمایہ برباد ہوتا رہے۔ ایسی حالت میں ہونا یہ چاہیے کہ خدا پر بھروسا کر کے وینٹی لیٹر ہٹا دیا جائے تاکہ مریض کی اذیت اور مال کی بربادی کا سلسلہ بند ہو۔ ہوگا وہی جو منظور الٰہی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لائف سپورٹ سسٹم کا دوسرا طریقہ: دل اور پھیپھڑوں کو مصنوعی طریقے سے بحال کرنا جسے سی، آر، پی کہتے ہیں، اس میں سانس اور نبض کو جاری کرنے کی کوشش ہوتی ہے، یہ بھی جائز ہے۔

تیسرا طریقہ ڈائلیسس اس سے متعلق ۲۳ ویں سیمینار منعقدہ ۱۶/ تا ۱۸/ صفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۸/ تا ۳۰/ نومبر ۲۰۱۵ء میں گفتگو ہو چکی ہے، زیر عنوان: روزے کی حالت میں علاج کے کچھ نئے مسائل۔

یہ طریقۂ علاج بھی جائز ہے۔

چوتھا طریقہ مصنوعی سیّال غذا دینا یہ بھی جائز ہے۔

واضح رہے کہ علاج صرف وہی واجب ہے جس میں شفا قطعی اور یقینی ہو جیسے سخت پیاسے کا کچھ پی کر یا مرتے ہوئے بھوکے کا کچھ کھا کر جان بچانا۔ باقی طبی طریقے جن میں شفا کا صرف گمان ہوتا ہے وہ واجب نہیں، محض جائز ہیں، اس کے بھی کئی درجے ہیں۔ کسی صورت میں علاج کرنا بہتر ہوتا ہے، کسی میں نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ بہر صورت ظنّی طریقوں میں اگر انسان نے علاج نہ کیا اور مر گیا تو وہ گنہ گار نہیں جب کہ پہلی قطعی و یقینی شفا والی صورت میں ترک کرنے سے اگر کوئی مر گیا تو وہ گنہ گار ہوگا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

* الِاشْتِغَالُ بِالتَّدَاوِي لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا اعْتَقَدَ أَنَّ الشَّافِيَ هُوَ اللهُ تَعَالَى وَأَنَّهُ جَعَلَ الدَّوَاءَ سَبَبًا. أَمَّا إِذَا اعْتَقَدَ أَنَّ الشَّافِيَ هُوَ الدَّوَاءُ فَلَا . كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ. (۱)

* وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا ظَهَرَ بِهِ دَاءٌ فَقَالَ لَهُ الطَّبِيبُ قَدْ غَلَبَ عَلَيْكَ الدَّمُ فَأَخْرِجْهُ فَلَمْ يَفْعَلْ حَتَّى مَاتَ لَا يَكُونُ آثِمًا لِأَنَّهُ لَمْ يَتَيَقَّنْ أَنَّ شِفَاءَهُ فِيهِ كَذَا فِي

---

(۱) الفتاوى الهندية ج: ٥، ص: ٤٣٤، الباب الثامن عشر في التداوي و المعالجات و فيه العزل و إسقاط الولد، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

فَتَاوَى قَاضِي خَانْ.[۱]

* مَرِضَ أَوْ رَمِدَ فَلَمْ يُعَالِجْ حَتَّى مَاتَ لَا يَأْثَمُ كَذَا فِي الْمُلْتَقَطِ . وَالرَّجُلُ إِذَا اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ أَوْ رَمِدَتْ عَيْنَاهُ فَلَمْ يُعَالِجْ حَتَّى أَضْعَفَهُ ذَلِكَ وَأَضْنَاهُ وَمَاتَ مِنْهُ لَا إِثْمَ عَلَيْهِ. فَرْقٌ بَيْنَ هَذَا وَبَيْنَمَا إِذَا جَاعَ وَلَمْ يَأْكُلْ مَعَ الْقُدْرَةِ حَتَّى مَاتَ حَيْثُ يَأْثَمُ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْأَكْلَ مِقْدَارَ قُوتِهِ مُشْبِعٌ بِيَقِينٍ فَكَانَ تَرْكُهُ إِهْلَاكًا وَلَا كَذَلِكَ الْمُعَالَجَةُ وَالتَّدَاوِي كَذَا فِي الظَّهِيرِيَّةِ.[۲]

اس باب میں ضابطہ کلیہ یہ ہے:

* اعْلَمْ بأَنَّ الْأَسْبَابَ الْمُزِيلَةَ لِلضَّرَرِ تَنْقَسِمُ إِلَى **مَقْطُوعٍ بِهِ** كَالْمَاءِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْعَطَشِ وَالْخُبْزِ الْمُزِيلِ لِضَرَرِ الْجُوعِ وَ إِلَى **مَظْنُونٍ** كَالْفَصْدِ وَالْحِجَامَةِ وَشُرْبِ الْمُسْهِلِ وَسَائِرِ أَبْوَابِ الطِّبِّ أَعْنِي مُعَالَجَةَ الْبُرُودَةِ بِالْحَرَارَةِ وَمُعَالَجَةَ الْحَرَارَةِ بِالْبُرُودَةِ وَهِيَ الْأَسْبَابُ الظَّاهِرَةُ فِي الطِّبِّ وَإِلَى **مَوْهُومٍ** كَالْكَيِّ وَالرُّقْيَةِ.

أَمَّا الْمَقْطُوعُ بِهِ فَلَيْسَ تَرْكُهُ مِنَ التَّوَكُّلِ بَلْ تَرْكُهُ حَرَامٌ عِنْدَ خَوْفِ الْمَوْتِ.

وَ أَمَّا الْمَوْهُومُ فَشَرْطُ التَّوَكُّلِ تَرْكُهُ إِذْ بِهِ وَصَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ الْمُتَوَكِّلِينَ.

وَأَمَّا الدَّرَجَةُ الْمُتَوَسِّطَةُ وَهِيَ الْمَظْنُونَةُ كَالْمُدَاوَاةِ بِالْأَسْبَابِ الظَّاهِرَةِ عِنْدَ الْأَطِبَّاءِ فَفِعْلُهُ لَيْسَ مُنَاقِضًا لِلتَّوَكُّلِ بِخِلَافِ الْمَوْهُومِ وَتَرْكُهُ لَيْسَ مَحْظُورًا بِخِلَافِ الْمَقْطُوعِ بِهِ بَلْ قَدْ يَكُونُ أَفْضَلَ مِنْ فِعْلِهِ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ وَفِي حَقِّ بَعْضِ الْأَشْخَاصِ فَهُوَ عَلَى دَرَجَةٍ بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَذَا فِي الْفُصُولِ الْعِمَادِيَّةِ فِي الْفَصْلِ الرَّابِعِ وَالثَّلَاثِينَ.[۳] واللہ تعالیٰ أعلم

---

(۱) الفتاوى الهندية ج: ۵، ص: ۴۳۴، الباب الثامن عشر في التداوي و المعالجات و فيه العزل و إسقاط الولد، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

(۲) الفتاوى الهندية ج: ۵، ص: ۴۳۴، الباب الثامن عشر في التداوي و المعالجات و فيه العزل و إسقاط الولد، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

(۳) الفتاوى الهندية ، ج: ۵، ص: ۴۳۴، ۴۳۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات، و فيه العزل و إسقاط الولد، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

(۱) قانونی مقدمات کو حل کرنے کے لیے شریعت میں کسی مردے کے پوسٹ مارٹم کا کیا حکم ہے؟

(۲) حادثاتی موت کی صورت میں وِدھوا پینشن، جمع شدہ رقم، یا سرکاری امداد کی وصولی کے لیے کیا اپنے میت کا پوسٹ مارٹم کرانا جائز ہے تا کہ مذکورہ اموال کی تحصیل کی راہ میں آنے والے مراحل (یعنی ڈیتھ سرٹیفیکیٹ کے درخواست فارم کی خانہ پُری، اور ایل آئی سی وغیرہ میں پوسٹ مارٹم رپورٹ لگانا وغیرہ) بآسانی طے کیے جاسکیں؟

فیصلہ (۸۹)
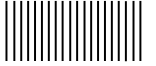
پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

● پوسٹ مارٹم میں کچھ ایسے ناپسندیدہ امور پائے جاتے ہیں جن کی اجازت عام حالات میں شریعتِ اسلامی نہیں دیتی، اس لیے جہاں تک قانون کی رو سے بچنے کی گنجائش ہو بچے اور جہاں مجبور ہو، معذور ہے۔

● جن صورتوں میں قانوناً پوسٹ مارٹم لازمی وناگزیر ہو وہاں اولیا کو خاموش رہنا چاہیے۔

● قاتل اور اس کے اولیا خوں بہا ادا کر دیں یا مقتول کے اولیا خوں بہا معاف کر دیں تو فریقین کوشش کریں کہ "پنچ نامہ" کے ذریعہ کام چل جائے اور لاش کا پوسٹ مارٹم نہ ہو۔

● اور جہاں قاتل اور مقتول کے اولیا میں صلح نہ ہو سکے وہاں امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لیے ایف. آئی. آر درج کرا دینا چاہیے، اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔ (مرتب غفرلہ)

پوسٹ مارٹم (Post Martem) کے لغوی معنی ہیں "بعد الموت"۔ مراد ہے موت کے بعد کی جانچ۔ کسی حادثہ میں یا ناگہانی طور پر کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے سببِ موت کی جانچ اور ایک اندازے سے وقتِ موت کی تعیین کی جاتی ہے، اسی کو طبِ جدید اور قانون کی زبان میں پوسٹ مارٹم کہا جاتا ہے۔

پوسٹ مارٹم کا مقصد ہے:

- موت کے اسباب دریافت کرنا
- موت کے حالات وکیفیات کا پتہ لگانا
- موت کی نوعیت معلوم کرنا کہ موت فطری ہے، یا غیر فطری
- اگر غیر فطری ہے تو خودکشی ہے یا قتل یا ایکسیڈنٹ
- اگر خودکشی ہے تو اس کا سبب کوئی دماغی تناؤ ہے یا ٹارچر واذیت
- یہ معلوم کرنا کہ قتل کے لیے استعمال کیا گیا زہر یا گیس یا ہتھیار کس قسم کا تھا؟

کچھ صورتوں میں پوسٹ مارٹم قانوناً لازمی وناگزیر ہوتا ہے، ان میں وارثین یا رشتہ داروں کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی اور کچھ صورتوں میں وارثین پنچ نامہ بناکر پولیس کو دے دیتے ہیں کہ ہمیں کوئی کارروائی نہیں کرنی ہے، ہمارے عزیز کی لاش پوسٹ مارٹم کیے بغیر ہمیں واپس کر دی جائے تو پولیس انھیں لاش بغیر پوسٹ مارٹم کے واپس دے دیتی ہے۔

حکم شرعی:

(۱)۔ پوسٹ مارٹم میں کچھ فوائد ومصالح ہیں، ساتھ ہی اس میں کچھ ایسے ناپسندیدہ امور بھی ہیں جن کی اجازت عام حالات میں شریعتِ اسلامی نہیں دیتی جیسے لاش کو برہنہ کرنا، لاش کے مختلف اعضا کو کاٹنا اور جسم سے جدا کرنا، وغیرہ۔ اس لیے جہاں تک قانون کی رو سے بچنے کی گنجائش ہو بچے اور جہاں مجبور ہو، معذور ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1]

(۲)۔ جن صورتوں میں قانون کے نقطۂ نظر سے پوسٹ مارٹم لازمی وناگزیر ہوتا ہے اور میت کے اولیا اس سے بچنے کا اختیار نہیں رکھتے، وہاں قانون اپنے ہاتھوں میں لینا ممنوع ہے، اولیا کو خاموش رہنا چاہیے، فقہ اسلامی کی عظیم کتاب فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"مِن الصُّوَرِ المُبَاحَةِ مایکون جُرمًا فی القانون، ففی اقتحامِهٖ تعریضُ النّفس لِلاَذیٰ والإذلال، وهو لا یجوز، فیجب التّحرُّزُ عن مثلهٖ ومَا عَدَاذٰلك مباحٌ سائغٌ لاحجر فيه."[2]

(۳)۔ جہاں باہمی صلح سے کام چل جائے مثلاً قتلِ خطا میں قاتل اور اس کے اولیا خون بہا ادا کر دیں، یا

---

(۱) القرآن الكريم، سورة البقرة، الآية: ۲۸۶.

(۲) الفتاوی الرضوية، ج: ۷، ص: ۱۱۵، کتاب البيوع، باب الربا، رضا اکیڈمی، ممبئی

کسی وجہ سے مقتول کے اولیا خون بہا معاف کر دیں تو فریقین کوشش کریں کہ پنچ نامہ کے ذریعہ کام چل جائے اور لاش کا پوسٹ مارٹم نہ ہو۔

ارشادِ باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝[1]

(۴)۔ اور جہاں قاتل خوں بہا دینے پر راضی نہ ہو یا اِدھر اُدھر بھاگ کر بچنے کی کوشش کرے، وہاں امنِ عامہ کو برقرار رکھنے اور دفعِ شرور و فتن کے لیے ایف. آئی. آر درج کرا دینا چاہیے، ایسا نہ ہو تو بے رحم لوگ جب چاہیں کسی کو گاڑی سے دبا کر چلے جائیں یا کسی اور طرح سے انسانی جان تلف کر کے بے خوف رہیں اور امنِ عامہ درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

ایف. آئی. آر کے بعد پولیس جو کچھ کارروائی کرے گی وہ قانون کے ماتحت ہو گی جس سے کوئی مفر نہیں۔

شریعتِ اسلامی نے انسان کو ضررِ عام سے بچانے کا خاص لحاظ کیا ہے۔ چناں چہ "الاشباہ والنظائر" میں یہ صراحت ہے:

- يتحمّل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام.[2]
- "إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمها ضررا بارتكاب أخفهما قال الزيلعي في باب شروط الصلاة: ثم الأصل في جنس هذه المسائل أنّ من ابتلي ببليتين، وهما متساويتان يأخذ بأيتهما شاءَ، وإن اختلفا يختار أهونهما."[3]

اور ایف. آئی. آر. تو ضررِ خاص کا تحمُّل بھی نہیں بلکہ اس کا سبب تام اور غیر تام بھی نہیں، ہاں سببِ

---

(۱) القرآن الكريم، سورة البقرة، الآيتان: ۱۷۸ ـ ۱۷۹ .

(۲) الأشباه والنظائر، ج:۱، ص:۲۵٦، القاعدة الخامسة: "الضرر يزال" ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، باكستان

(۳) الأشباه والنظائر، ج:۱، ص:۲٦۱، القاعدة الخامسة: "الضرر يزال" ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي، باكستان.

محض ہو سکتا ہے جس پر شریعت کا قلم جاری نہیں ہوتا۔ درج ذیل فقہی عبارات سے یہ امر ظاہر و روشن ہے،
چناں چہ کتاب التعریفات میں ہے:

”السبب: في اللغة : اسم لما يتوصّل به إلى المقصود.

وفي الشريعة: عبارة عمّا يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه.

السبب الغير التام: هو الذي يتوقّف وجود المسبّب عليه لكن لا يوجد المسبّب بِوجوده فقط.“ (۱)

بدائع الصنائع میں ہے:

”علىٰ أن ارضاعها إن كان سبب الفرقة، فهو سبب محض لأنه طرأ عليه فعل اختيارى وهو ارتضاع الصغيرة، والسبب إذا اعترض عليه فعل اختياري يكون سببا محضا، والسبب المحض لا حكم له وإن كان صاحب السبب متعمدا في مباشرة السبب.“(۲)

الف. آئی. آر. در اصل سبب ہے مجرم کی تلاش اور اس کی گرفتاری، وغیرہ کا، رپورٹ دینے والے کا مقصود بھی یہی ہے۔ اب اگر ”پوسٹ مارٹم“ سے اس کا کوئی دور کا لگاؤ بھی ہو تو اس کی حیثیت سببِ محض سے زیادہ نہیں، اس لیے الف. آئی. آر. درج کرانے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۔ مجلس گزارش کرتی ہے کہ پوسٹ مارٹم کی ناگزیر صورتوں میں بھی انسانی حقوق کی رعایت و احترام ملحوظ رکھا جائے، مثلاً:

(الف)۔ ضرورت سے زیادہ کوئی عضو بالخصوص شرم گاہ نہ کھولیں۔

(ب)۔ ممکن ہو تو عورت کا پوسٹ مارٹم عورت ڈاکٹر کرے کہ عورت کے اعضا کی طرف عورت کی نظر کا حکم ہلکا ہے۔

(ج)۔ کم سے کم جتنی چیر پھاڑ سے کام چل سکے، اسی پر اکتفا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) كتاب التعريفات، للفاضل العلامة على بن محمد شريف الجرجاني، ص: ۹۹، باب السين، دار الكتاب العربي، بيروت، لبنان.

(۲) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج:٤، ص:١٧، كتاب الرضاع، بركات رضا، پور بندر، گجرات.

علم تشریح الاعضا کے لیے لاوارث لاش کی چیر پھاڑ

☆-سوال نامہ
☆-فیصلے

سوال نامہ

علم تشریح الاعضا کے لیے لاوارث لاش کی چیر پھاڑ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا

علم تشریح اعضا وہ علم ہے جس میں تمام اعضاے جسم کی ساخت، ان کی وضع، ان کے باہمی تعلقات اور اُن کے افعال و وظائف کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات مردہ انسان کی لاشوں کو عملی طور سے چیر پھاڑ کر مذکورہ چیزوں کا مشاہدہ و مطالعہ کیا جاتا ہے، علم تشریح اعضا کی اِس صِنف کو "کیڈے وَر ڈیسیکشن" (Cadaver Disection) کہا جاتا ہے۔

اہمیت، افادیت اور ضرورت:

میڈیکل اسپتالوں میں تشریح اعضا کی مذکورہ بالا قسم "کیڈے وَر ڈیسیکشن" شاملِ نصاب ہے، طالب علموں کو پریکٹیکل طور سے لاوارث لاشوں کی چیر پھاڑ کر کے اعضاے جسم کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے، اس کے بغیر ان کی تعلیم مکمل نہیں مانی جاتی۔

سرجری اور آپریشن کا عمل سیکھنے والے طلبہ کو انسانی اعضا کی ساخت اور کام کو سمجھنے، انسانی جسم اور اس کے مختلف اعضا پر بیماریوں کے اثرات، دواؤں سے ہونے والے مختلف تغیرات اور تبدیلیوں کا معاینہ کرنے کے لیے مردہ انسان کی لاش کے اندرونی حصّے کو کھول کر دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ میڈیکل سائنس آج ترقی کے جس مرحلے پر پہنچ چکی ہے اس میں تشریح و تشخیص کے لیے انسانی جسم کی چیر پھاڑ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ حتیٰ کہ عصر حاضر کے اطبا کا ماننا ہے کہ ایناٹومی اور سرجری کی تعلیم جسد انسانی کی چیر پھاڑ کے بغیر ناممکن ہے۔

(۱) کیا علم تشریح الاعضا کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کی جا سکتی ہے؟

(۲) اس مسئلے میں مسلم و غیر دونوں کا حکم یکساں ہے یا جداگانہ؟

فیصلہ(۹۰)

علمِ تشریح الاعضا کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

لاشوں کی چیر پھاڑ بغیر اضطرار شرعی کے درست نہیں، مگر اب اسے جدید علمِ طب کا ایک لازمہ ٹھہرا دیا گیا ہے، تاہم مناسب یہ ہے کہ انسانی ماڈل اور اینی میٹیڈ ویڈیوز سے علم تشریح الاعضا سیکھیں اور جدید ماہرین تشریح درس دیں، اس میں کچھ کمی ہو تو الٹرا ساؤنڈ کی طرح کوئی باطن نما مشین ایجاد کریں، علاوہ ازیں ہر مرض کی دوا کی تفتیش جاری رکھیں، خدائے پاک نے ہر بیماری کی دوا پیدا فرمائی ہے جیسا کہ حدیث نبوی کا مفاد ہے، بس لگن کے ساتھ اس کی کھوج کی ضرورت ہے۔ (مرتب غفرلہ)

علمِ تشریحِ اعضا ایک اہم اور مفید تر علم ہے مگر اس کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ جائز نہیں کہ یہ انسان کی توہین و ایذا ہے، یہ اصل حکمِ شرع ہے۔

مگر ایک عرصے سے تشریحِ اعضا و منافع اعضا کا درس لاشوں کے اندرونی اعضا کا مشاہدہ کرا کر دیا جاتا ہے اور اس میں مہارت علمِ طب میں بڑی کامیابی اور اونچی ڈگری کا سبب بنتی ہے اور آج ایسے اطبا کے یہاں عوام و خواص کثرت سے رجوع کرتے اور ان کے علاج سے شفا پاتے ہیں۔ اور اب حال یہ ہے کہ علمِ طب حاصل کرنے والوں کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ کے درس میں شامل ہونا اور اس کی عملی مشق کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ غیر حاضر تصور کیے جائیں گے، نیز

ایم.بی.بی.ایس، ایم.ایس، وغیرہ کی سند حاصل کرنے کے لیے چیر پھاڑ کی عملی مشق کے امتحان سے گزرنا بھی ضروری ہے۔

تاہم مناسب ہوگا کہ لاشوں کی چیر پھاڑ کے بجاے انسانی ماڈل اور اَنِی میٹیڈ ویڈیوز سے علم تشریح اعضا سیکھیں اور جدید ماہرین تشریح درس دیں، اس میں کچھ کمی ہو تو الٹرا ساؤنڈ کی طرح کوئی باطن نما مشین ایجاد کریں۔

علاوہ ازیں ہر طرح کی بیماری کے علاج کے لیے ہمارے مسلم ڈاکٹر بھی دوا کی تفتیش اور ریسرچ جاری کریں اور خداے پاک سے امید رکھیں کہ وہ ان پر ہر طرح کی بیماری کی دوا ظاہر فرما دے، اس نے ہر بیماری کی دوا پیدا فرمائی ہے، بس لگن کے ساتھ اس کی کھوج کی ضرورت ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِي صلى الله تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً.[1]

اس کی شرح فتح الباری میں ہے:

"ووقع في رواية طارق بن شهاب عن ابن مسعود رفعُه "إنّ الله لم ينزل داءً إلّا أنزل له شفاء فتداووا." وأخرجه النسائی وصحّحه ابن حبان والحاكم، ونحوه للطحاوي وأبي نعيم من حديث ابن عباس ... ولمسلم عن جابر رفعه "لكل داء دواء، فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله تعالىٰ." ولأبي داؤد من حديث أبي الدرداء رفعه "إن الله جعل لكل داء دواء فتداووا، ولا تداووا بحرام"... **ويدخل في عمومها أيضا الداء القاتل الذي اعترف حذاق الأطباء بأن لا دواء له، وأقرّوا بالعجز عن مداواته** ولعلّ الإشارة في حديث ابن مسعود بقوله "وجهله من جهله" إلىٰ ذلك فتكون باقية علىٰ عمومها."[2] والله تعالىٰ اعلم.

---

(۱) صحيح البخاری، ج:۲، ص:۸٤۸، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داء إلّا أنزل له شفاءً، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) فتح الباري بشرح صحيح البخاري، ج:۱۳، ص:۷، ۸، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داءً إلّا أنزل له شفاءً، دار أبي حيان، القاهرة، مصر.

شرکاے سیمینار

------《اکابر》------

(۱)-عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ عزیزی دام ظلہ، سرپرست مجلسِ شرعی و سربراہ اعلیٰ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۲)-صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ، صدر مجلسِ شرعی و ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۳)-رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ، بانی و مہتمم دار القلم نئی دہلی۔

(۴)-حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی دام ظلہ، مہتمم دار العلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو

(۵)-حضرت مولانا مفتی عبدالمنان کلیمی دام ظلہ، جامعہ اکرم العلوم، لال مسجد، مراد آباد

------《اصحاب مقالات》------

(۶) مفتی محمد نظام الدین رضوی	ناظمِ مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷) مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی مئو
(۸) مولانا قاضی فضل احمد مصباحی	ضیاء العلوم، پکی باغ، بنارس
(۹) مفتی عبدالرحیم اکبری	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان
(۱۰) مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	سراج العلوم، مہراج گنج
(۱۱) مولانا محمد مسیح احمد قادری	جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور
(۱۲) مولانا محمد رفیق عالم رضوی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف
(۱۳) مولانا عبدالسلام رضوی مصباحی	جامعہ انوار الاسلام، بلرام پور
(۱۴) مولانا محمد عابد رضا مصباحی	حافظِ ملت دار الافتا، کدل واڑی، پونہ
(۱۵) مولانا شیر محمد خان مصباحی	دار العلوم وارثیہ، لکھنؤ
(۱۶) مولانا مبشر رضا ازہر مصباحی	نوری دار الافتا، سنی جامع مسجد، بھیونڈی
(۱۷) مولانا انوار احمد مصباحی	بحر العلوم، خلیل آباد، سنت کبیر نگر
(۱۸) مولانا خالد ایوب مصباحی	دار الافتا پہاڑ گنج، جے پور
(۱۹) مولانا رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی	دار العلوم انجمن اسلامیہ، کشی نگر

(٢٠) مولانا محمد سلیمان مصباحی	جامعہ عربیہ، خیر آباد، سلطان پور
(٢١) مفتی محمد معین الدین اشرفی مصباحی	دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد
(٢٢) مولانا شبیر احمد مصباحی	سراج العلوم، برگدہی، مہراج گنج
(٢٣) مولانا منظور احمد خاں عزیزی	جامعہ عربیہ، خیر آباد، سلطان پور
(٢٤) مولانا محمد عارف اللہ مصباحی	مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد
(٢٥) مولانا محمد انور نظامی مصباحی	مدرسہ، فیض النبی، ہزاری باغ
(٢٦) مولانا محمد صباح الدین مصباحی	دار العلوم ربانیہ، باندہ
(٢٧) مولانا محمد ممتاز عالم مصباحی	شمس العلوم، گھوسی، مئو
(٢٨) مولانا شہروز عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٢٩) مولانا محمد سعید رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣٠) مولانا جنید احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣١) مولانا محمد توفیق احسن برکاتی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣٢) مولانا رقیب سنجر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣٣) مولانا محمد ذیشان مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣٤) مولانا محمد رئیس اختر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣٥) مولانا محمد رضوان مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣٦) مولانا محمد ناصر حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٣٧) مولانا ازہار احمد امجدی مصباحی	مرکز تربیت افتا، اوجھاگنج، بستی
(٣٨) مفتی ابرار احمد اعظمی	دار العلوم ندائے حق، جلال پور
(٣٩) مولانا محمد الیاس مصباحی	دار العلوم محبوب یزدانی، بسکھاری
(٤٠) مولانا شمیم اختر مصباحی	مرکزی دار القراءت، جمشید پور
(٤١) مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٤٢) مولانا محمد صادق مصباحی	مدرسہ عربیہ سعید العلوم، مہراج گنج
(٤٣) مولانا دستگیر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۴۴) مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۵) مولانا عبدالرحمٰن مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

------﴿بقیہ شرکاے سیمینار﴾------

(۴۶) مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی — نائب ناظم، جامعہ اشرفیہ
(۴۷) مفتی بدر عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۸) مولانا مسعود احمد برکاتی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۹) مولانا صدر الوریٰ قادری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۰) مولانا نفیس احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۱) مفتی محمد نسیم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۲) مفتی زاہد علی سلامی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۳) مولانا مبارک حسین مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۴) مولانا ناظم علی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۵) مولانا اختر کمال قادری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۶) مولانا نعیم الدین عزیزی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۷) مولانا اختر حسین فیضی مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۸) مولانا محمد عرفان عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۹) مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۰) مولانا عبداللہ ازہری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۱) مولانا ازہر الاسلام ازہری — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۲) مولانا محمد قاسم مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۳) مولانا ارشاد احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۴) مولانا قاری محمد رضا مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۵) مولانا محمد ہارون مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۶) مولانا حسیب اختر مصباحی — جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(٦٧) مولانا محمد اشرف مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٦٨) مولانا احمد رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٦٩) مولانا غلام نبی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٧٠) مولانا محمد انوار مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٧١) مولانا اسلام الدین عزیزی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٧٢) مولانا نظام الدین قادری مصباحی	دار العلوم علیمیہ، جمداشاہی
(٧٣) مولانا محمد صلاح الدین مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور
(٧٤) مفتی شاہد رضا مصباحی	مرکزی دار القراءت جمشید پور
(٧٥) مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی	جامع اشرف، کچھوچھا شریف
(٧٦) مولانا ممتاز احمد مصباحی	مدرسہ شمس العلوم، گھوسی
(٧٧) مولانا محمد رضوان احمد مصباحی	مدرسہ نثار العلوم، شہزاد پور، اکبر پور
(٧٨) مولانا محمد ابراہیم مصباحی	باباغلام شاہ بادشاہ یونیورسیٹی، جموں وکشمیر
(٧٩) مولانا سید امین القادری	مالیگاؤں
(٨٠) مفتی نثار احمد مصباحی	مدرسہ برکت العلوم، نواری بازار، امبیڈکر نگر
(٨١) قاری نور الہدیٰ مصباحی	مدرسہ عربیہ سعید العلوم، گورکھ پور
(٨٢) مولانا ریاض احمد مصباحی	خلیل آباد
(٨٣) ڈاکٹر محب الحق رضوی	گھوسی
(٨٤) مولانا محمود احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی
(٨٥) مولانا معین الدین مصباحی	ہوڑہ
(٨٦) مولانا اختر حسین مصباحی	ہزاری باغ، جھارکھنڈ
(٨٧) مولانا رفیع القدر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٨٨) مولانا مقبول احمد مصباحی	جَھَر پور، ایم پی
(٨٩) مولانا امیر الدین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(٩٠) مولانا محمد شمیم اعظمی	گھوسی، مئو

(۹۱) مولانا اکبر علی مصباحی	کشی نگر
(۹۲) قاری جلال الدین	گورکھ پور
(۹۳) مولانا عبد الحلیم مصباحی	خلیل آباد
(۹۴) مولانا نعیم اختر مصباحی	مدرسہ سراج العلوم، نوادہ، مبارک پور
(۹۵) حافظ محمد غفران اشرفی	مالیگاؤں
(۹۶) مولانا تجمل حسین اشرفی	مالیگاؤں
(۹۷) مولانا مقصود احمد اشرفی	مالیگاؤں
(۹۸) مولانا فتح محمد مصباحی	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان
(۹۹) مولانا طفیل احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی
(۱۰۰) قاری جمیل احمد مصباحی	مبارک پور
(۱۰۱) قاری نور الحق مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۲) مولانا رحمت اللہ مصباحی	مبارک پور
(۱۰۳) مولانا عبد الرحیم نعیمی	الہ آباد
(۱۰۴) مولانا اسلم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۵) مولانا محمد محبوب مصباحی	ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۶) مولانا محمد اعظم مصباحی	شعبۂ تحقیق، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۷) مولانا محمد آصف مصباحی، شعبۂ تحقیق	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۸) مولانا محمد راشد مصباحی، شعبۂ تحقیق	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۹) مولانا اشرف نہال مصباحی، شعبۂ تحقیق	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۰) مولانا محمد ذیشان مصباحی، شعبۂ تحقیق	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۱) مولانا احمد رضا مصباحی، شعبۂ تحقیق	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۲) مولانا سبطین مصباحی، شعبۂ تحقیق	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۳) مولانا مقبول احمد مصباحی، شعبۂ تحقیق	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۴) قاری محمد ابوذر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۱۱۵) حافظ انوار احمد مصباحی مبارک پور، اعظم گڑھ

------﴿ضمنی سیمینار کے شرکا﴾------

۱۴/ ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ /۲۲/ دسمبر ۲۰۱۸ء شنبہ کو تقریباً دو گھنٹے تک پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت کے کچھ اہم گوشوں پر بحث ہوئی، پھر ایک حکم پر سب کا اتفاق ہوا۔ اس کے شرکا حسب ذیل ہیں۔

(۱) صدر العلماعلامہ محمد احمد مصباحی — صدر مجلس شرعی (وصدر اجلاس)

(۲) سراج الفقہامفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی — ناظم مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۳) حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۴) حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۵) حضرت مولانا عارف اللہ فیضی — مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ

(۶) حضرت مولانا اختر کمال قادری — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۷) حضرت مولانا عبد الغفار اعظمی — مدرسہ ضیاء العلوم، خیر آباد

(۸) حضرت مولانا ناظم علی مصباحی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۹) حضرت مولانا ساجد علی مصباحی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۰) حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۱) حضرت مولانا اختر حسین فیضی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۲) حضرت مولانا محمود علی مشاہدی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۳) حضرت مولانا ناصر حسین مصباحی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۴) حضرت مولانا محمد عرفان عالم مصباحی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۵) حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۱۶) حضرت مولانا توفیق احسن برکاتی — جامعہ اشرفیہ مبارک پور

* * *

چھبیسواں فقہی سیمینار

منعقدہ : ۱۲/ ۱۳/ صفر ۱۴۴۱ھ
مطابق ۱۲/ ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۹ء
بروز : شنبہ، یک شنبہ
بمقام : امام احمد رضا لائبریری، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

زائد العرض بلاد میں نماز عشا کا حکم

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

زائد العرض بلاد میں نماز عشا کا حکم

(۱) جہاں بعض ایام میں حنفی عشا کا وقت کافی تاخیر سے داخل ہوتا ہے۔ لوگوں کا اتنی دیر تک جاگنا باعث مشقت ہے، وہاں کے لوگوں کے لیے نماز عشا کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

(۲) جہاں کچھ دنوں میں مذہب صاحبین پر بھی بہت دیر میں وقت عشا آتا ہے، وہاں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) جہاں حنفی وقت عشا داخل ہی نہیں ہوتا مگر مذہب صاحبین پر آتا ہے گو کہ کافی دیر میں، وہاں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) جہاں قلیل مقدار میں وقت مغرب ملتا ہے پھر طلوع صبح صادق ہو جاتا ہے یا غروب آفتاب ہوتے ہی طلوع ہو جاتا ہے، وہاں کے لیے کیا حکم ہے؟

(۵) جہاں مغرب، عشا اور فجر کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا، وہاں کے مسلمانوں کے لیے ان نمازوں کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

(۶) تقدیر کر کے، یا سبع اللیل کے حساب سے، یا ایک گھنٹہ کم و بیش بعدِ غروب آفتاب، عشا پڑھنے کا کوئی جواز بنتا ہے۔

(۷) علم ہیئت کی کئی کتب میں لکھا ہے کہ ۱۵؍ ڈگری پر شفق ابیض غائب ہوتی ہے اور ۳۰ – ۴۸، یا زائد عرض البلد میں شفق ابیض اور صبح کاذب کا اتصال ہو جاتا ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، اور آپ کے نزدیک طلوع صبح صادق اور غروب شفق ابیض اور شفق احمر کے وقت سورج کتنے درجہ زیر افق ہوتا ہے؟

فیصلہ (۹۱)
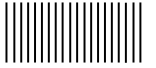
زائد العرض بلاد میں نماز عشا کا حکم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
حَامِدًا و مُصَلِّيًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

(۱) جن ملکوں میں مذہب امام اعظم پر عشا کا وقت بہت دیر سے آتا ہے وہاں کے لوگ مذہب صاحبین پر عمل کر سکتے ہیں کہ سرخی ختم ہونے پر عشا پڑھ سکتے ہیں، یہ رخصت ہے اور جو لوگ مشقت اٹھا کر بیدار رہیں اور سفیدی ختم ہونے کے بعد عشا پڑھیں وہ عزیمت پر عمل کرتے ہیں ان پر اعتراض نہ کیا جائے۔

(۲) جن دنوں میں مذہب امام اعظم پر وقت عشا نہیں آتا اور مذہب صاحبین پر بہت دیر سے آتا ہے وہاں کے لوگ مذہب صاحبین پر عمل کریں اور جو لوگ اس سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں کیوں کہ مذہب امام اعظم پر وہاں عشا فرض نہیں امید ہے کہ عند اللہ وہ ماخوذ نہ ہوں۔

(۳) جن دنوں میں مذہب صاحبین پر بھی وقت عشا نہیں آتا وہاں کے لوگ عشا اور وتر کی قضا پڑھیں، یوں ہی جن نمازوں کا بھی وقت نہ آئے وہاں ان نمازوں کی قضا کریں۔ (مرتب غفرلہ)

عرض البلد ساڑھے اڑتالیس درجہ سے آگے دنیا میں ایسے ممالک بھی ہیں جہاں سال کے کچھ دنوں میں عشا کا وقت نہیں ہوتا۔ مزید آگے ایسے بھی مقامات ہیں جہاں مغرب وعشا اور فجر کا وقت بھی نہیں ہوتا۔
عرض البلد شمالی پچاس درجہ سے انسٹھ درجہ تک کے مقامات میں مسلمان بکثرت آباد ہیں۔ ان

بلاد میں بعض ایام میں عشا کا وقت نہیں آتا، چند ایام ایسے ہیں جن میں وقت آتا ہے مگر بہت دیر میں آتا ہے۔ ایسے ہی مقامات سے متعلق عشا کا مسئلہ زیر بحث آیا اور مفتیان کرام سے سوالات کیے گئے، ان کے جوابات موصول ہوئے، پھر سیمینار میں بحثیں ہوئیں اور سوالات حل اور فیصلے کی منزل سے ہم کنار ہوئے۔

واضح رہے کہ ایسے مقامات کے موسم گرما میں چالیس دن یا تقریباً دو ماہ تک رات عموماً چھ، سات گھنٹے کم و بیش ہوتی ہے۔ دس بجے کے قریب سورج غروب ہوتا ہے اور ساڑھے چار بجے کے قریب طلوع ہوتا ہے۔ مذہب امام اعظم پر اگر وقت عشا ہوتا ہے تو بارہ بجے کے قریب، اور مذہب صاحبین پر سوا گیارہ بجے یا اس کے بعد۔ یہ ایک اجمالی حال بتایا گیا ہے، اس میں ایام اور مقامات کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی ہے، ہر جگہ کا نقشۂ اوقاتِ نماز دیکھنے سے پوری تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔

سوالات اجمالاً ہیں اور جوابات میں بھی ایام اور مقامات کی تعیین نہیں کی گئی ہے، ہر عرض البلد اور اس کے احوال کو دیکھتے ہوئے جوابات کو ان پر منطبق کر سکتے ہیں۔

یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ عشا کے بارے میں امام اعظم کا راجح، احوط، اور اقویٰ مذہب یہ ہے کہ مغرب کی سمت میں جب شفقِ ابیض (سرخی کے بعد کی سفیدی) غائب ہو جائے تو عشا کا وقت شروع ہوتا ہے۔

صاحبین اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ جب شفق احمر (غروب کے بعد کی سرخی) غائب ہو جائے تو عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے، یہ امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور بہت سے فقہا نے اس پر بھی فتویٰ دیا ہے اور اسے أوسع بتایا ہے۔

فقہ اور ہیأت کے ماہرین نے یہ بتایا ہے کہ سورج جب افقِ غربی سے اٹھارہ درجے نیچے چلا جائے تو شفقِ ابیض غائب ہو جاتی ہے اور مذہب امام اعظم پر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب سورج افق شرقی سے اٹھارہ درجے نیچے آ جائے تو صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے اور فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ وقتِ فجر میں صاحبین یا دیگر ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں۔

بعض ماہرین نے یہ بھی بتایا ہے کہ سورج جب افقِ غربی سے بارہ درجے نیچے چلا جائے تو شفق احمر غائب ہو جاتی ہے اور صاحبین و ائمۂ ثلاثہ کے مذہب پر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

اب بحث و مذاکرہ میں آنے والے سوالات اور فیصلے ملاحظہ ہوں۔

سوال (۱): جہاں بعض ایام میں مذہب حنفی پر عشا کا وقت آتا ہے، مگر بہت تاخیر سے آتا ہے، اس وقت تک لوگوں کا جاگنا حرج و مشقت کا سبب ہوتا ہے، وہاں کے لوگوں کے لیے نماز عشا کے بارے

میں حکم شرعی کیا ہے؟

جواب (۱): ایسے ایام میں جو لوگ مشقت برداشت کر کے مذہب حنفی پر عمل کرتے ہیں ان سے تعرض نہ کیا جائے، اس لیے کہ وہ اصل مذہب اور عزیمت پر کاربند ہیں۔

جو لوگ یہ مشقت اٹھانا نہیں چاہتے وہ مذہبِ صاحبین پر عمل کر کے فرضِ عشا سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں، یہ مذہب بھی قوی اور مفتیٰ بہ ہے۔

سوال (۲): جن ایام اور مقامات میں مذہبِ امام اعظم پر وقتِ عشا نہیں آتا لیکن مذہب صاحبین پر عشا کا وقت ہوتا ہے مگر یہ بھی دیر میں ہوتا ہے، وہاں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب (۲): **(الف)** ان کے لیے مناسب ہے کہ مذہب صاحبین پر عمل کریں، کیوں کہ ائمۂ ثلاثہ: امام مالک، امام شافعی، امام احمد - رحمھم اللہ - کا مذہب مختار بھی وہی ہے جو صاحبین کا ہے۔ یہ مذہب بھی قوی ہے جس پر بہت سے مشایخ حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے۔ اس سے عدول نہ صرف مذہب صاحبین بلکہ بقیہ تین ائمہ کے مذہب مختار سے بھی عدول ہے۔

(ب) ہالینڈ (نیدر لینڈ) سے آنے والے دو مندوبین سے یہ معلوم ہوا کہ جن ایام میں مذہب امام اعظم پر وقت عشا نہیں آتا اور مذہب صاحبین پر بہت دیر میں آتا ہے اُس وقت کچھ لوگوں کا معمول یہ ہے کہ مغرب سے تقریباً ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد نماز پڑھ لیتے ہیں۔

سوال ہوا کہ ایسا کس مذہب کے تحت کرتے ہیں؟ تو بتایا گیا ہم حنفی ہیں اور مذہب امام ابوحنیفہ پر ان ایام میں عشا کا وقت نہیں آتا، اور جن ایام و مقامات میں وقت عشا نہیں ہوتا وہاں کے لیے مشایخ حنفیہ کا ایک قولِ مصحّح یہ بھی ہے کہ فقدانِ سبب کی بنا پر وہاں فرضیتِ عشا کا حکم نہیں۔

اس قول کے تحت وہاں فرضیتِ عشا تو ہے نہیں اور عوام کا عمل درآمد بنام عشا کسی وقت نماز پڑھنے کا ہے تو انھیں اس سے روکا نہ جائے گا اور فتنہ و انتشار بپا ہونے سے دوری اختیار کی جائے گی۔

امید ہے کہ اس دینی مصلحت اور تاویل کے باعث مذکورہ عمل درآمد والوں سے مواخذہ نہ ہوگا۔
ان بلاد کے علما کو چاہیے کہ یکجا ہو کر کسی ایک جائز و مناسب صورت پر اتفاق کر لیں۔ پھر سربرآوردہ عوامی نمائندوں سے مشاورت کریں پھر طے شدہ صورت کی تنفیذ کریں تاکہ افتراق و انتشار نہ ہو۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) اس مشورے کا بعد میں اضافہ کیا گیا۔ محمد احمد مصباحی، صدر مجلس شرعی —— محمد نظام الدین رضوی، ناظم مجلس شرعی۔

سوال (۳): جن ایام و مقامات میں مذہب صاحبین پر بھی عشا کا وقت نہیں ہوتا، مغرب کا قلیل وقت ملتا ہے پھر صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے۔ وہاں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب (۳): ایسے ایام و مقامات میں لوگ مغرب اور فجر کی نمازیں ادا کریں، اور عشا و وتر کی قضا کریں۔ لیکن کچھ لوگ اگر کسی طرح وقتِ مغرب ہی میں عشا و وتر بھی پڑھ لیتے ہیں تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، فتنہ و انتشار نہ ہونے دیا جائے؛ لأنّ هنا قولاً آخر مصحَّحًا لمشايخنا، و هو عدم وجوب العشاء في تلك الأيّام، فعلى ذلك القول لا يجب عليهم الأداء و لا القضاء، و ما صلَّوْا يكون صلاة و عبادة غير واجبة عليهم، و لا ينبغي منعُهم عنها.[1] و الله تعالىٰ أعلم.

سوال (۴): جہاں مغرب، عشا اور فجر کا وقت داخل نہیں ہوتا وہاں کے مسلمانوں کے لیے ان نمازوں کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

جواب (۴): عرض البلد چھیاسٹھ درجہ چونتیس دقیقہ یا اس سے زائد ہو تو وہاں بعض ایام میں ایسا ہوگا۔ بعض حضرات نے اس کا جواب تفصیل سے لکھا ہے۔ مختصر جواب یہ ہے کہ جن نمازوں کا وقت میسّر نہ ہو ان کی قضا لازم ہے؛ اس لیے کہ نماز کا موجبِ اصلی اور سببِ حقیقی حکمِ الٰہی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔ کسی بھی نص سے کسی مقام کا استثنا ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵): علم ہیأت کی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ پندرہ ڈگری پر شفق ابیض غائب ہوتی ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب (۵): یہ تجربات و مشاہدات کی روشنی میں بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدّس سرّہ نے اس کا رد بہت تفصیل سے کیا ہے۔[2]

---

(۱) فیصلہ شعبان ۱۴۲۵ھ - سیمینار فقہی بورڈ دہلی، بمقام دھرول، گجرات

(۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

● ”صدہا سال کے تکرّر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریبًا اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے، یہ وہ علم ہے جو اکثر ہیئت دانوں پر مخفی رہا، رجمًا بالغیب باتیں اڑایا کیے، صبح کاذب کے وقت انحطاطِ شمس میں مختلف ہوئے،

....

کسی نے سترہ درجہ کہا، کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس بتائے، اور مشہور اٹھارہ ہے، اور اسی پر شرح چغمینی نے مشی کی، اور صبح صادق کے لیے بعض نے پندرہ درجے بتائے ہیں۔ اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چغمینی میں بلفظِ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا، اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے ردالمحتار میں نقل کیا اور معتمد رکھا، حالاں کہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں۔

شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے توضیح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے، اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیر، اور ہم اُوپر کہہ آئے کہ مقدارِ انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں، صرف مدار رویت پر ہے، اور رویت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا انیس درجے اور صادق کے وقت پندرہ درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے، بلکہ اٹھارہ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہوجاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔

فقیر نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علمِ ہیأت سے آفتاب ہنوز تینتیس درجے افق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے لیے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتدا کے وقت ہمیشہ، ہر موسم میں آفتاب اٹھارہ ہی درجہ زیرِ افق پایا ہے، اور صبح کاذب کے لیے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا، اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اس میں اور صبح صادق میں پندرہ درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے نہ کہ تین درجہ۔"

(رسالہ درء القبح عن درک وقت الصبح مشمولہ فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۶۴۵، ۶۴۶، کتاب الصوم، رضا اکیڈمی، ممبئی)

● "بعض کتب ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتب فقہ مثل ردالمحتار میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے پندرہ درجے نیچے رہتا ہے اس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے یعنی اٹھارہ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے، مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے، بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریب اٹھارہ درجے کے رَہ جاتا ہے اس وقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہوچکتی ہے، میں نے آج ہی رات کہ شب ہشتم ماہ مبارک ہے بچشمِ خود معاینہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی، صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا۔"

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۱۰، ص:۵۰۷، کتاب الصوم، سحر و افطار کا بیان، برکات رضا، گجرات)

● "صبح صادق اور شفق کے وقت آفتاب کا انحطاط صحیح و معتمد مذہب کے مطابق اٹھارہ درجہ زیر افق ہوتا ہے۔ یہ تجربہ اور قوی مشاہدہ سے ثابت ہے، جمہور متاخرین اہل ہیئت قدیمہ و جدیدہ کا اس پر اجماع ہے۔"

(تاج التوقیت قلمی، ص:۱۱)

سوال (۶): اڑتالیس درجہ، تیس دقیقہ یا زائد عرض البلد میں شفقِ ابیض اور صبح کاذب کا اتصال ہوتا ہے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب (۶): ان مقامات پر شفقِ ابیض اور صبح کاذب کے اتصال کا قول درست نہیں۔ وہاں شفقِ ابیض اور صبح صادق کا اتصال ہوتا ہے۔ اسی لیے ان مقامات کے مخصوص ایام میں عشا کا وقت نہیں آتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۷): آپ کے نزدیک طلوعِ صبحِ صادق اور غروبِ شفقِ ابیض و شفقِ احمر کے وقت سورج کتنے درجہ زیرِ افق ہوتا ہے؟

جواب (۷): جانبِ مغرب میں جب آفتاب بارہ درجہ زیرِ افق چلا جاتا ہے تو شفقِ احمر غائب ہو جاتی ہے۔ اور جب آفتاب اٹھارہ درجہ زیرِ افق جاتا ہے تو شفق ابیض غائب ہو جاتی ہے۔ یوں ہی جانب مشرق میں جب آفتاب اٹھارہ درجہ تحتِ افق رہتا ہے تو صبح صادق نمودار ہو جاتی ہے۔ (۱)

---

(۱) جد الممتار میں ہے:

قد عرفتُ بالتجربة أن أول الصبح و آخر الشفق إنما يكون إذا كان انحطاط الشمس ثمانية عشر جزء.اھ. شرح چغمني. هٰذا في ابتداء الصبح الكاذب، و أما في ابتداء الصبح الصادق فقد قيل:إن انحطاط الشمس حينئذ خمسة عشر جزء.والله تعالى أعلم. اھ. برجندي. (أقول):هذا عجب كل العجب من مثل العلامة وكأنه لم يتفق له التجربة والمشاهدة.والحق أن ابتداء الصبح الصادق وانتهاء الشفق الأبيض على انحطاط ثمانية عشر، به شهدت المشاهداتُ المتكررة والتجاربُ المتقررة.وأماالصبح الكاذب فقبل ذٰلك بكثير ولم يتفق لي تجربة بدأه.

(جد الممتار، ج:۲، ص: ۱۱، ۱۲، كتاب الصلاة، باب الأوقات، مطلب فى تعبده ـ عليه الصلاة و السلام قبل البعثة، دار أهل السنة لتحقيق الكتب و الطباعة و النشر، كراتشي، باكستان)

زائد العرض بلاد میں صوم و سحری کا حکم

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

زائد العرض بلاد میں صوم و سحری کا حکم

(۱) زائد العرض بلاد میں صوم کا آغاز کس وقت سے ہوتا ہے؟

(۲) جب شفق ابیض بلکہ کبھی احمر بھی غائب نہیں ہوتی یعنی رات بھر اجالا برقرار رہتا ہے تو آغاز وقت فجر کب ہوگا؟

(۳) جو حضرات سبع اللیل، تقدیر بأقرب البلاد، یا أقرب الأیام، یا بارہ درجہ آفتاب زیر افق آنے تک یا قبل طلوع آفتاب ایک گھنٹہ بیس یا چالیس منٹ تک سحری ان بلاد میں کرواتے ہیں جہاں کھانے پینے کے لیے رات کا کافی وقت میسر ہے۔ ان کے روزہ کا کیا حکم ہوگا؟

(۴) جن بلاد میں سورج ڈوبتے ہی فجر طلوع کر آئے، یا سورج زیر افق جائے ہی نہیں وہاں کے لیے صیام رمضان کا کیا حکم دیتے ہیں؟

فیصلہ (۹۲)

زائد العرض بلاد میں صوم و سحری کا حکم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
حَامِدًا و مُصَلِّیًا و مُسَلِّمًا

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

جن دنوں میں سورج ڈوبتے ہی فجر طلوع کر آئے، یا سورج زیر اُفق جائے ہی نہیں وہاں بھی رمضان کے روزے فرض ہیں، بعد میں قضا کریں۔ (مرتّب غفرلہٗ)

سوال (۱) : زائد العرض بلاد میں صوم کا آغاز کس وقت سے ہوتا ہے؟

جواب (۱) : زائد العرض بلاد ہوں، یا غیر زائد العرض، سب کے لیے شریعت نے آغازِ صوم کا صرف ایک وقت مقرر کیا ہے، اور وہ ہے " تبیُّنِ فجر "۔ (صبح صادق کا ظہور)

صبح صادق طلوع ہونے کے ساتھ ہی روزے کا آغاز ہو جاتا ہے، اور اسی سے وقت فجر بھی شروع ہو جاتا ہے، یہی قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اور یہی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمۂ اربعہ کا مذہب ہے۔

- ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الۡخَيۡطُ الۡاَبۡيَضُ مِنَ الۡخَيۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ.[1]

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲، آیت: ۱۸۷

● المجموع شرح المهذب میں ہے:

الذي ذكرناه من الدخول في الصوم بطلوع الفجروتحريم الطعام والشراب والجماع به ، هو مذهبنا و مذهب أبي حنيفة ومالك وأحمد و جماهير العلماء من الصحابة والتابعين فمَن بعدهم.[1]

● المغنی للعلامۃابن قدامہ میں ہے: إن السَحُور لا يكون إلا قبلَ الفجر وهٰذا إجماع.اهـ.[2] و الله تعالی أعلم

سوال (۲) : جب مغرب کی جانب شفقِ ابیض اور کبھی شفق احمر بھی غائب نہیں ہوتی اور مشرق کی سمت اجالا پھیل جاتا ہے، ایسے اوقات میں طلوع فجر کا آغاز کب سے ہوگا؟

جواب (۲): غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کا جو درمیانی وقت ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ نصفِ اول میں کھانے پینے اور نماز مغرب وغیرہ ادا کرنے کی اجازت ہوگی اور نصفِ دوم سے صوم اور وقت فجر کا آغاز ہوگا۔

● امام قطب الدین شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وحيث العرض ثمانيةٌ وأربعون و نصفٌ إذا كانت الشمس في المنقلب الذي في جهة العرض يتصل الشفقُ بالصبح؛ لأن قوسَ انحطاطها من دائرة نصف النهارحينئذ يكون ثمانيةَ عشرَجزءً، والآن الذي هوآخِر غروب الشفَق يكون أولَ طلوع الصبح ... و هذا الصبح والشفق متصل أحدهما بالآخر؛ لأنه من حساب الصبح مادام في الطرف الشرقي و من حساب الشفق مادام فى الغربي.[3]

---

(۱) المجموع شرح المهذب للإمام النووى الشافعى ، ج: ٦ ، ص:٣٠٥، ٣١٠، كتاب الصوم، دار الفكر، بيروت، لبنان

(۲) المغني للإمام ابن قدامة ، ج:٣، ص: ٤ ، كتاب الصيام، فصل و الصوم المشروع هو الإمساك عن المفطرات ... ، دار الكتب العلمية ، بيروت، لبنان

(۳) التحفة الشاهية قلمي، ص: ٤٣٤

● امام عبد العلی برجندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

ثم إذا جاوز هٰذا العرض ثمانية وأربعين ونصفا يتداخل الصبح والشفق كما هوالمذكور في الكتاب، لكن الظاهرأن الشمس إذا كانت في النصف الغربي كان من حساب الشفق، وإذا كانت في النصف الشرقي كان من حساب الصبح.[1] والله تعالىٰ أعلم.

سوال (۳) : جو حضرات سُبعِ اللیل، تقدیر باقرب البلاد، یا باقرب الایام، یا بارہ درجہ آفتاب زیرِ افق آنے تک، یا طلوعِ آفتاب سے ایک گھنٹہ بیس منٹ یا چالیس منٹ قبل تک ان بلاد میں سحری کرتے ہیں جہاں کھانے پینے کے لیے رات کا کافی وقت میسّر ہے ان کے روزے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب (۳) : ان بلاد میں جس وقت آغازِ فجر کا حکم ہوجاتا ہے (جس کی تفصیل بیان ہوچکی) اس وقت یا اس کے بعد کھانے پینے سے روزہ فاسد ہوگا جس کی قضا فرض ہوگی۔ آغازِ فجر سے پہلے پہلے کھانے پینے سے فارغ ہوجائیں جبھی روزہ صحیح ہوسکتا ہے۔

ظنی، تخمینی تقدیرات ایسی جگہ باطل محض ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴): جن ایام و مقامات میں سورج ڈوبتے ہی فجر طلوع کر آئے یا سورج زیرِ افق جائے ہی نہیں، وہاں کے لیے صیامِ رمضان کا کیا حکم دیتے ہیں؟

جواب (۴) : ایسے ایام و مقامات میں نہ تو سقوطِ صوم کا حکم ہو سکتا ہے؛ اس لیے کہ فرضیتِ صوم کا سببِ ظاہر ماہ رمضان کے جز کا وجود ثابت ہے اور نہ ہی صومِ وصال فرض کر کے سامان ہلاکت فراہم کرنے کا حکم ہوسکتا ہے۔ نہ ہی تخمین و تقدیر کا۔ بلکہ روزہ فرض ہوگا اور ادائگی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے دیگر ایام میں قضا لازم ہوگی۔ قرآن کریم میں ہے: ''فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ''.[2]

● رد المحتار میں ہے: لَمْ أَرَ مَنْ تَعَرَّضَ عِنْدَنَا لِحُكْمِ صَوْمِهِمْ فِيمَا إذَا كَانَ يَطْلُعُ

---

(۱) حاشیه شرح چغميني،ص:۱۷۷

(۲) القرآن الكريم، سورة البقرة: ۲، آیت : ۱۸٤.

الْفَجْرُ عِنْدَهمْ كَمَا تَغِيبُ الشَّمْسُ أَوْ بَعْدَه بِزَمَانٍ لَا يَقْدِرُ فِيه الصَّائِمُ عَلَى أَكْلِ مَا يُقِيمُ بِنْيَتَه ، وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ بِوُجُوبِ مُوَالَاة الصَّوْمِ عَلَيهِمْ؛ لِأَنَّه يُؤَدِّي إِلَى الْهَلَاكِ. فَإِنْ قُلْنَا بِوُجُوبِ الصَّوْمِ يَلْزَمُ الْقَوْلُ بِالتَّقْدِيرِ، وَهلْ يُقَدَّرُ لَيْلُهمْ بِأَقْرَبِ الْبِلَادِ إِلَيْهِمْ كَمَا قَالَه الشَّافِعِيَّة هنَا أَيْضًا، أَمْ يُقَدَّرُ لَهمْ بِمَا يَسَعُ الْأَكْلَ وَالشُّرْبَ، أَمْ يَجِبُ عَلَيْهِم الْقَضَاءُ فَقَطْ دُونَ الْأَدَاءِ؟ كُلٌّ مُحْتَمَلٌ، فَلْيُتَأَمَّلْ. وَلَا يُمْكِنُ الْقَوْلُ هنَا بِعَدَمِ الْوُجُوبِ أَصْلًا كَالْعِشَاءِ عِنْدَ الْقَائِلِ بِه فِيها؛ لِأَنَّ عِلَّة عَدَمِ الْوُجُوبِ فِيها عِنْدَ الْقَائِلِ بِه عَدَمُ السَّبَبِ، وَفِي الصَّوْمِ قَدْ وُجِدَ السَّبَبُ وَهوَ شُهودُ جُزْءٍ مِنْ الشَّهرِ وَطُلُوعُ فَجْرِ كُلِّ يَوْمٍ، هذَا مَا ظَهرَ لِي، وَالله تَعَالىٰ أَعْلَمُ.(۱)

- امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ قضا کا حکم دیا جانا ہی فقہ کے مناسب ہے۔ وہ رقم طراز ہیں:

أقول: القضاء هوالفقه إذ إباحة الأكل للصائم بعد طلوع الفجر قصداً غيرمعهود فی الشرع ثم فيه جمع شيء مع المنافي.(۲)

میں کہتا ہوں: ایسے ایام میں روزوں کی قضا کا حکم ہی شایانِ فقہ ہے، اس لیے کہ طلوع فجر کے بعد روزہ رکھنے کے ساتھ قصداً کھانے پینے کا جواز شریعت میں کہیں بھی معہود نہیں۔ دوسرے یہ کہ روزہ اور کھانا پینا دونوں کو یکجا کرنے کا حکم دینا ایک شَے کو اس کے منافی کے ساتھ جمع کرنا ہے۔ (جو بداہۃً وعقلاً باطل ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) رد المحتار على الدر المختار ج: ۲، ص: ۲۲، ۲۳، كتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، دار إحياء التراث العربی، بيروت ، لبنان .

(۲) جد الممتار، ج: ۲، ص:۱۹، كتاب الصلاة، باب الأوقات، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، دار أهل السنة للطباعة و النشر و التوزيع، كراتشی، پاكستان .

حالت احرام میں فضائی آلودگیوں سے بچنے کے لیے ماسک پہننے کا حکم؟

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

حالت احرام میں فضائی آلودگیوں سے بچنے کے لیے ماسک پہننے کا حکم؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا وَمُسَلِّمًا

ماسک سوت، یا کپاس کا بنا ہوا ایسا کپڑا ہے جو تنفس کے وقت دھول، گرد، دھواں اور زہریلی گیس کو جسم کے اندر داخل ہونے سے روکتا ہے۔ ماسک سلے اور بغیر سلے دونوں طرح ہو سکتے ہیں، مگر بازار یا دکانوں میں جو ماسک ملتے ہیں وہ عام طور سے سلے ہوئے ہوتے ہیں۔

ماسک پہننے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ناک اور منہ پر رکھ کر پیچھے کی جانب گدی کے نیچے گردن پر باندھ دیا جاتا ہے، جس سے ناک سے لے کر ٹھوڑی تک اور ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک چہرہ چھپ جاتا ہے۔

مذہب حنفی میں پورا چہرہ یا کچھ حصہ کپڑے سے چھپانا، اسی طرح ناک یا منہ میں کپڑا باندھنا محرم کے لیے جائز نہیں۔

لیکن اب حج کے دنوں میں گاڑیوں کی کثرت سے آمد و رفت کے سبب، فضا، دھول، گرد، دھواں اور مختلف نقصان دہ گیسوں سے آلودہ ہوتی ہے، جس میں سانس لینا صحت کے لیے مضر ہے، خصوصًا الرجی کے شکار مریضوں کے لیے اس طرح کی فضا بڑی پریشانیوں کی باعث بنتی ہے۔ اس لیے فضائی آلودگیوں اور سڑکوں کی دھول گرد وغیرہ کے مضر اثرات سے بچنے کے لیے چہرے پر ماسک پہنا جاتا ہے۔ سڑکوں پر مامور سیکوریٹی اہل کار یہ ماسک کثرت سے استعمال کرتے ہی تھے، اب حجاج بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں غور طلب یہ ہے کہ

مذکورہ پریشانیوں اور نقصانات سے بچنے کے لیے کیا حالت احرام میں ایک محرم کو چہرے پر ماسک لگانے کی شرعًا اجازت ہے؟ خصوصًا جب کہ وہ الرجی کا مریض ہو۔

فیصلہ (۹۳)
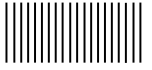
فضائی آلودگیوں سے بچنے کے لیے ماسک پہننے کا حکم؟

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم
حامداً و مصلّیا و مسلّما

﴿خلاصۂ فیصلہ﴾

صحت مند، غیر معذور محرم کو چہرے پر ماسک لگانے کی شرعًا اجازت نہیں، اور الرجی وغیرہ کا مریض پہنے تو گنہگار نہ ہوگا، اب اگر ایک دن یا ایک رات یا زائد تک پہنا تو دم دے، یا چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں یا اس کی قیمت دے، دم صرف حرم میں ہی دے سکتا ہے، ایک صاع گیہوں کا وزن ۲ر کلو ۷۰۴ر گرام ہے۔ (مرتب غفرلہ)

سوال(۱): دھول، دھواں اور مضر فضائی آلودگیوں سے بچنے کے لیے کیا حالتِ احرام میں ایک محرم کو چہرے پر ماسک لگانے کی شرعًا اجازت ہے؟ خصوصًا جب کہ وہ الرجی کا مریض ہو؟

جواب (۱): صحت مند، غیر معذور محرم کے لیے اس کی اجازت نہیں، معذور (الرجی وغیرہ کے مریض) کے لیے اس کی اجازت ہے یعنی وہ ماسک پہننے سے گنہگار نہ ہوگا، لیکن کفارہ بہر حال لازم ہوگا۔

معذور کے لیے کفارے کی تفصیل یہ ہے:

ماسک جو کم از کم ایک چوتھائی چہرے کو چھپا لیتا ہے اگر معذور نے اسے ایک دن، یا ایک رات

یعنی چار پہر یا زائد تک پہنا تو وہ دم دے، یا دم کے بدلے چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں یا اس کی قیمت دے، ہر مسکین کو نصف صاع، یا تین روزے رکھ لے۔

دم کے لیے حرم متعیّن ہے، صدقہ اور روزہ حرم، غیر حرم کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ پورے اوقاتِ احرام میں ایک عذر کی وجہ سے بار بار پہننے کی صورت میں ایک ہی کفارہ ہوگا۔ لیکن اگر اتارتے وقت یہ عزم ہو کہ پھر نہ پہنے گا مگر پہن لیا تو جتنی بار ایسا کرے گا اتنے کفارے لازم ہوں گے۔

● فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

في كل موضع إذا فعل مختارا يلزمه الدم كاللبس والحلق والتطيب والقلم، إذا فعل ذلك بعلة أوضرورة فعليه أيُّ الكفارات شاء، كذا في شرح الطحاوي. وذلك إما النُّسُك أو الصدقة أو الصوم، فإن اختار النُّسُك ذبح في الحرم، كذا في المحيط. و إن ذبح في غير الحرم لايجوز عن الذبح إلّا إذا تصدّق بلحمه على ستّة مساكين على كل واحد منهم قيمة نصف صاع من الحنطة، كذا في شرح الطحاوي. وإن اختار الصوم صام ثلاثة أيام في أي مكان شاء، كذا في المحيط، إن شاء تابع وإن شاء فرّق، كذا في شرح الطحاوي. وإن اختار الصدقة تصدق بثلاثة أصوع حنطة على ستّة مساكين لكل مسكين نصف صاع، و الأفضل أن يتصدّق على فقراء مكة ولو تصدّق على غير فقراء مكة جاز. كذا في المحيط. اهـ(۱)

(۱) الفتاوى الهندية، ج: ۱، ص: ۲٦۹، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، مسائل تتعلق بالفصول السابقة [الأول، والثاني، و الثالث]، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

حالت احرام میں خوشبودار اشیا کے استعمال کا حکم

☆-سوال نامہ

☆-فیصلے

سوال نامہ

حالت احرام میں خوشبودار اشیا کے استعمال کا حکم؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَمُصَلِّیًا ومُسَلِّمًا

(۱) کیا محرم کے لیے شرعًا اس بات کی اجازت ہے کہ وہ نظافت وطہارت کے لیے خوشبودار صابن، شیمپو، پاوڈر وغیرہ کا استعمال کرے؟

(۲) خوشبودار ٹوتھ پیسٹ کا کیا حکم ہے؟

(۳) محرم کے لیے ٹشو پیپر استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۴) احرام باندھنے کے بعد طیّارہ، ایئرپورٹ، بس اور مسجد حرام کی خوشبوؤں سے بچنے کے لیے محرم کیا کرے، اگر ان مقامات کی خوشبوؤں سے اس کا کپڑا یا بدن کا کوئی حصہ قصدًا یا بلا قصد خوشبودار ہو گیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

فیصلہ(۹۴)

حالتِ احرام میں خوشبودار اشیا کے استعمال کا حکم

سوال(۱) : کیا محرم کے لیے شرعًا اس بات کی اجازت ہے کہ وہ نظافت وطہارت کے لیے خوشبودار صابن، شیمپو، پاؤڈر استعمال کرے؟

جواب(۱) : محرم کے لیے مذکورہ خوشبودار چیزوں کا استعمال ناجائز ہے۔

ان چیزوں کو اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ ان کے اجزا کو پہلے پکایا جاتا ہے اس کے بعد جب ان کی حرارت کم ہوکر ۴۰ر ڈگری تک آجاتی ہے تب ان میں خوشبو ڈالی جاتی ہے اور اس طرح کرنے سے خوشبو کو مستهلَك قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ چیزیں اُن اشیا کے حکم میں ہوں گی جن کے کثیر اجزا میں قلیل خوشبو ملادی جائے۔ بحالت احرام ایسی چیزوں کے استعمال پر صدقہ ہے۔

سوال(۲) : خوشبودار ٹوتھ پیسٹ کا کیا حکم ہے؟

جواب(۲) : خوشبودار چیزوں کو بدن پر لگانے اور منہ سے گزارنے کے درمیان فرق ہے۔ مثال کے طور پر: ظاہر بدن پر استعمال ہونے والی خوشبودار چیزوں میں خوشبو خواہ غالب ہو یا مغلوب ہر صورت میں کفارہ واجب ہے۔ اگر خوشبو غالب ہے تو دم، ورنہ صدقہ۔

اس کے برخلاف کھانے اور پینے کی چیزوں میں خوشبو کے غلبہ کا اعتبار ہے۔ اگر خوشبو غالب ہے تو کفارہ، اور مغلوب ہے تو کوئی کفارہ نہیں۔ لہٰذا ٹوتھ پیسٹ اور دوسرے خوشبودار منجن کا وہی حکم ہوگا جو پان کے ساتھ خوشبودار تمبا کو استعمال کرنے کا ہے۔

- فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولو ادّهن بدهن فإن كان الدهن مطيبا كدهن البنفسج وسائر الأدهان التي فيها الطيب فعليه دم إذا بلغ عضوا كاملا ، وإن كان غير مطيب بأن ادّهن بزيت وشيرج فعليه دم في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، كذا في البدائع.[1]

---

(۱) الفتاوى الهندية، ج: ١، ص: ٢٦٦، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

● اسی میں ہے:

ولو غسل المحرم بأشنان فيه طيب فإن كان من رآه سماه أشنانا كان عليه الصدقة ، وإن كان سماه طيبا كان عليه الدم ، كذا في فتاوى قاضي خان في فصل ما يجب بلبس المخيط.[1]

● بدائع الصنائع میں ہے:

قالوا : في الملح يجعل فيه الزعفران، إن كان الزعفران غالبا فعليه الكفارة؛ لأنّ الملح يصير تبعا له فلا يخرجه عن حكم الطيب، وإن كان الملح غالبا فلا كفارة عليه؛ لأنه ليس فيه معنى الطيب.اھ[2]

● فتاویٰ رضویہ میں ہے:

تمباکو کے قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی جب تو اس کا کھانا مطلقاً جائز ہے۔ اگرچہ خوشبو دیتی ہو، ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں اور نظر جانب خوشبو نہ ہو بلکہ حسب عادت دیگر منافعِ تمباکو کی طرف ہو تو کچھ حرج نہیں۔

اور اگر بے پکائے خوشبو وغیرہ اس میں شامل ہو اور خوشبو دے رہا ہو جب بھی کفارہ کچھ نہیں البتہ کراہت ضرور ہے۔[3]

● لباب و شرح لباب میں ہے:

الطيب إذا خلطه بطعام قد طبخ فلا شيء عليه اتفاقا سواء يوجد ريحه أو لا؛ لأنه بالخلط و الطبخ يصير مستهلكًا فلا يعتبر وجوده أصلاً .

و إن خالطه بما يؤكل بلا طبخ كالزعفران بالملح، فالعبرة بالغلبة، فإن كان الغالب الملح أي أجزاؤه ، لاطعمه ولونه فلاشيء عليه من الجزاء غير أنه إذا كان رائحته موجودة كره أكله .اھ[4]

سوال(۳) : *محرم کے لیے ٹشو پیپر استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟*

جواب(۳): *ٹشو پیپر خشک اور تر، دو طرح کا ہوتا ہے، خشک میں خوشبو نہیں ہوتی اور عادۃً*

---

(۱) الفتاوى الهندية، ج:١، ص: ٢٦٦، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(۲) بدائع الصنائع ج: ٢، ص: ٢٨٦، كتاب الحج، فصل: و أما الذي يرجع إلى الطيب، بركات رضا، پور بندر، گجرات

(۳) فتاویٰ رضویہ ج:۴، ص:۶۸۹، باب الجنایات فی الحج، رضا اکیڈمی، ممبئی

(۴) لباب المناسك[للإمام السندي] و شرحه [للإمام ملا علي القاری] ص: ٣٤٩، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

اس سے چہرہ یا منہ بھی نہیں چھپایا جاتا اس لیے حالت احرام میں اس کا استعمال مباح ہے۔

اور اگر تر ہو تو ہرگز اسے استعمال نہ کیا جائے کہ **ایک** تو اس میں الکحل یا ایسی کسی چیز کی آمیزش ہوتی ہے جس کی وجہ سے کاغذ بھیگ تو جاتا ہے مگر سکڑ کر بیکار نہیں ہوتا۔ **دوسرے** اس میں خوشبو کی آمیزش بھی ہوتی ہے، پورے چہرے پر اس کے استعمال سے وجوبِ دم کا حکم ہوگا اور چہرے کے کچھ حصے پر ہو تو صدقہ کا حکم ہوگا۔

- فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولو مس طيبا فلزق به مقدار عضو كامل وجب الدم سواء قصد التطيب أو لم يقصد. وإن كان أقل من ذلك فصدقة.[1] والله تعالى أعلم.

سوال(۴) :احرام باندھنے کے بعد طیارہ، ایرپورٹ، بس اور مسجد حرام کی خوشبوؤں سے بچنے کے لیے محرم کیا کرے، اگر ان مقامات کی خوشبوؤں سے اس کے کپڑے یا بدن کا کوئی حصہ قصداً یا بلاقصد خوشبودار ہو گیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب(۴) :اگر صرف معطر فضا کی وجہ سے مُحرم کا بدن یا کپڑا خوشبودار ہو جائے اور اس کا مقصد بدن یا کپڑے کو معطر کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر قصداً معطر کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ اور اگر خوشبو کا جِرم لگ جائے تو حکم کی وہ تفصیل ہوگی جو خوشبو لگنے میں ہوتی ہے۔

- فتاوی ہندیہ میں ہے:

لو دخل بيتا قد أجمر فعلق بثوبه رائحة فلا شيء عليه؛ لأنه غير منتفع بعينه بخلاف ما لو استجمر ثوبه فعلق بثوبه فإن كان كثيرا فعليه دم ، وإن كان قليلا فعليه صدقة؛ لأنه منتفع بعينه ، وإن لم يعلق به شيء منه فلا شيء عليه، كذا في محيط السرخسي.[2]

- فتح القدیر میں ہے:

و لا بأس أن يجلس في حانوت عطار ، و لو دخل بيتا قد أجمر فيه فعلق بثوبه رائحة فلا شيء عليه.[3] والله تعالىٰ أعلم

---

(۱) الفتاوى الهندية ، ج: ١، ص: ٢٦٦، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب والتدهن، دار الكتب العلمية، بيروت ، لبنان

(۲) الفتاوى الهندية، ج:١، ص: ٢٦٦، كتاب المناسك، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب و التدهن، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

(۳) فتح القدير ج: ٢، ص: ٤٣٨، كتاب الحج، باب الجنايات، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان

شرکاے سیمینار

------﴿اکابر﴾------

(۱)-عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی دام ظلہ، سرپرست مجلسِ شرعی و سربراہ اعلیٰ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۲)-صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ، صدر مجلسِ شرعی و ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۳)-رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دام ظلہ، بانی و مہتمم دار القلم نئی دہلی۔
(۴)-حضرت مولانا عبد المبین نعمانی دام ظلہ، مہتمم دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو
(۵)-حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی دام ظلہ، جامعہ اکرم العلوم، لال مسجد، مراد آباد

------[اصحاب مقالات]------

(۶) مفتی محمد نظام الدین رضوی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷) مولانا قاضی فضل احمد مصباحی	جامعہ عربیہ ضیاء العلوم، بنارس
(۸) مولانا عبد الرحیم اکبری	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان
(۹) مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی	جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف
(۱۰) مولانا سلطان احمد قادری	جامعہ انوار العلوم، ہالینڈ
(۱۱) مولانا عابد رضا برکاتی مصباحی	حافظ ملت دار الافتا، پونہ
(۱۲) مولانا رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی	دار العلوم انجمن اسلامیہ، کشی نگر
(۱۳) مولانا مسیح احمد قادری مصباحی	جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور
(۱۴) مولانا عبد السلام رضوی مصباحی	جامعہ انوار العلوم، بلرام پور
(۱۵) مولانا شیر محمد خان برکاتی مصباحی	دار العلوم وارثیہ، لکھنؤ
(۱۶) مفتی رضاء الحق اشرفی مصباحی	جامع اشرف، کچھوچھا شریف، امبیڈکر نگر
(۱۷) مولانا ابرار احمد اعظمی	دار العلوم ندائے حق، جلال پور
(۱۸) مولانا انوار احمد مصباحی	مدرسہ بحر العلوم، خلیل آباد
(۱۹) مولانا قاضی فضل رسول مصباحی	دار العلوم قادریہ سراج العلوم، برگدہی
(۲۰) مولانا محمد سلیمان مصباحی	جامعہ عربیہ، سلطان پور
(۲۱) مولانا قاضی شہید عالم رضوی	جامعہ نوریہ، بریلی شریف

(۲۲) مولانا شبیر احمد مصباحی	دار العلوم قادریہ سراج العلوم، برگدہی
(۲۳) مولانا ممتاز عالم مصباحی	مدرسہ شمس العلوم، گھوسی
(۲۴) مولانا مفتی بدر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۲۵) مولانا جنید احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۲۶) مولانا منظور احمد خان عزیزی	جامعہ عربیہ سلطان پور
(۲۷) مولانا محمد صادق مصباحی	مدرسہ عربیہ سعید العلوم، کچھی پور، مہراج گنج
(۲۸) مولانا محمد رضا قادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۲۹) مولانا نور الہدیٰ مصباحی	مدرسہ عربیہ سعید العلوم، کچھی پور، مہراج گنج
(۳۰) مفتی آل مصطفیٰ مصباحی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی
(۳۱) مولانا ازہار احمد امجدی	مرکز تربیت افتا، اوجھا گنج
(۳۲) مولانا صباح الدین مصباحی	دار العلوم ربانیہ، باندہ
(۳۳) مولانا الیاس مصباحی	دار العلوم محبوب یزدانی، بسکھاری
(۳۴) مولانا محمد شہاب الدین مصباحی	جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم، فتح پور
(۳۵) مفتی محمد معین الدین اشرفی مصباحی	دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد
(۳۶) مفتی محمد معراج القادری مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۳۷) مولانا محمد انور نظامی مصباحی	مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ
(۳۸) مولانا محمد رضوان قادری مصباحی	مدرسہ نثار العلوم، اکبر پور
(۳۹) مولانا محمد مقبول مصباحی	المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور
(۴۰) مفتی محمد نسیم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۱) مولانا نثار احمد مصباحی	مدرسہ اسلامیہ برکت العلوم، نواری بازار، امبیڈکر نگر
(۴۲) مولانا محمد عارف اللہ مصباحی	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد

------[بقیہ شرکاے سیمینار]------

(۴۳) مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی	نائب ناظم، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۴) مولانا عبد الحق مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۵) مولانا مسعود احمد برکاتی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۶) مولانا محمد صدر الوریٰ قادری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۴۷) مولانا نفیس احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۸) مفتی زاہد علی سلامی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۴۹) مولانا ناظم علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۰) مولانا مبارک حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۱) مفتی ابرار احمد امجدی	مرکز تربیتِ افتا، اوجھا گنج، بستی
(۵۲) مفتی انفاس الحسن چشتی	دار العلوم صمدیہ، پھپھوند شریف
(۵۳) مولانا عبد الغفار اعظمی	مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو
(۵۴) مولانا نظام الدین قادری مصباحی	دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی
(۵۵) مولانا اختر کمال قادری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۶) مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۷) مولانا ساجد علی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۸) مولانا دستگیر عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۵۹) مولانا حبیب اختر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۰) مولانا محمد عرفان عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۱) مولانا ناصر حسین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۲) مولانا محمود علی مشاہدی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۳) مولانا محمد قاسم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۴) مولانا محمد ہارون مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۵) مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۶) مولانا ازہر الاسلام ازہری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۷) مولانا عبد اللہ ازہری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۸) مولانا ارشاد احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۶۹) مولانا محمد اشرف مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۰) مولانا محمد سعید رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۱) مولانا عبد الرحمن مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۲) مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۷۳) مولانا شہروز عالم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۴) مولانا محمد رئیس اختر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۵) مولانا محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۶) مولانا محمد محسن رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۷) مولانا محمد ذیشان مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۸) مولانا ذیشان یوسف مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۷۹) مولانا محمد آصف رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۸۰) مولانا غلام نبی مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۸۱) مولانا احمد رضا مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۸۲) مولانا محمد امیر الدین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۸۳) مولانا محمد اسلم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۸۴) مولانا وقار احمد عزیزی	بھیونڈی
(۸۵) مولانا محمد ابراہیم مصباحی	باباغلام شاہ بادشاہ یونیورسیٹی کشمیر
(۸۶) مولانا غلام حسین مصباحی	مبارک پور
(۸۷) مولانا ریاض احمد مصباحی	خلیل آباد، بستی
(۸۸) مولانا محمد طفیل مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی
(۸۹) مولانا ارشاد احمد مصباحی	گھوسی
(۹۰) مولانا نعیم اختر مصباحی	مبارک پور
(۹۱) مفتی ضیاء المصطفیٰ مصباحی	مرکزی دار القراءت، ٹاٹا نگر جمشید پور
(۹۲) مولانا عارف نعمانی مصباحی	چریاکوٹ
(۹۳) مولانا محمود احمد مصباحی	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی
(۹۴) مولانا ضیا محمد مصباحی	باندہ
(۹۵) مولانا زبیر مصباحی	الہ آباد
(۹۶) مولانا احمد رضا مصباحی	المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور

(۹۷) مولانا رفیق عالم رضوی مصباحی	مدرسہ فیض النبی، ہزاری باغ، جھارکھنڈ
(۹۸) مولانا محمد عصام الدین برکاتی	مبارک پور
(۹۹) مولانا محمد محبوب مصباحی	مبارک پور
(۱۰۰) مولانا ارباب علی صدیقی	جامعہ صدیقیہ، سوجا شریف، راجستھان
(۱۰۱) مولانا شمشیر عالم مصباحی	المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور
(۱۰۲) مولانا عمر فاروق	الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ، سکٹھی، مبارک پور
(۱۰۳) مولانا عبد الحلیم مصباحی	بستی
(۱۰۴) حافظ وحید الحق	مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد، مئو
(۱۰۵) مولانا محبوب عزیزی	ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۶) مولانا انوار احمد مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۷) مولانا فیاض احمد	گھوسی
(۱۰۸) مولانا محمد اعظم مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۰۹) مولانا رفیع القدر مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۰) قاری نور الحق مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۱) مولانا قاری عبد الرحمن مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۲) قاری امین الدین مصباحی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۳) قاری عبد القیوم برکاتی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۱۱۴) مولانا قاری ابوذر قادری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

------[غیر ملکی مندوبین و شرکاے سیمینار]------

(۱۱۵) مولانا ناظم عدالت	جامعہ انوار العلوم، ہالینڈ
(۱۱۶) مولانا حمید الحق مصباحی	زمبابوے
(۱۱۷) مولانا قاری محمد نظام الدین قادری	افریقہ
★ مولانا سلطان احمد مصباحی	جامعہ انوار العلوم، ہالینڈ

☆☆☆☆☆

ماخذ و مصادر

اسماے کتب	اسماے مصنفین	سنہ وفات ہجری
قرآنِ کریم	(خداے حیّ وقیوم کا کلام اور پوری شریعت اسلامیہ کا ماخذ و سرچشمہ)	

تفاسیر و اصول

اسماے کتب	اسماے مصنفین	سنہ وفات ہجری
الجامع لأحکام القرآن	امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الرازی	۳۷۰ھ
تفسیرات احمدیہ	علامہ شیخ احمد بن ابوسعید ملاجیون جون پوری امیٹھوی	۱۱۳۰ھ
الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ

کتب حدیث:

اسماے کتب	اسماے مصنفین	سنہ وفات ہجری
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ
صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۲ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجّاج قشیری	۲۶۱ھ
سنن بیہقی	علامہ ابوبکر احمد بن حسین بن علی	۴۵۸ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳ھ
جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
مشکاۃ المصابیح	علامہ شیخ ولی الدین عراقی	۷۴۲ھ
سنن أبي داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	۲۷۵ھ
سنن الدارمی	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	۲۵۵ھ
مصنف ابن أبي شیبہ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
جامع الأحادیث	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
طبرانی اوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ
طبرانی أصغر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ
تاریخ مدینۃ دمشق	علامہ علی بن حسن معروف بہ ابن عساکر	۵۷۱ھ

کتب عقائد:

الروضۃ البھیۃ	علامہ حسن بن عبدالحسن المشہور بأبي عذبہ	۱۱۷۲ھ
حاشیہ چلپی علی شرح العقائد		
المعتقد المنتقد	علامہ فضل رسول قادری بدایونی	۱۲۸۹ھ
حاشیۃ العطار	شیخ حسن بن محمد بن محمود العطار الشافعی	۱۲۵۰ھ
شرح العقائد النسفیۃ	امام سعد الدین تفتازانی	۷۹۲ھ
نسیم الریاض	احمد محمد عمر خفاجی مصری	۱۰۶۹ھ
اِیثار الحق	ابن الوزیر عزّ الدین الیمنی	۱۲۵۰ھ

شروحِ حدیث:

المنہاج	امام ابوزکریا نووی شافعی	۶۷۶ھ
عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد عینی	۸۵۵ھ
فتح الباری	علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی قاری حنفی	۱۰۱۴ھ

کتب فقہ:

المبسوط	علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی	۴۸۳ھ
فتح القدیر	امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد	۸۶۱ھ
بحر الرائق	علامہ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم	۹۷۰ھ
حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن یونس شلبی حنفی	۱۰۱۰ھ
الجوہرۃ النیّرۃ	علامہ ابوبکر بن علی بن محمد بن أبي المفاخر	۵۶۵ھ
تبیین الحقائق	علامہ فخر الدین عثمانی بن علی زیلعی	۷۴۳ھ
الِاختیار لتعلیل المختار	ابوالفضل مجد الدین عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی	۶۸۳ھ
ہدایہ	حضرت شیخ الاِسلام مولانا برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، حنفی	۵۹۳ھ
عنایہ	علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی	۷۸۶ھ

در مختار	علامہ علاء الدین حصکفی	۱۰۸۸ھ
ردالمحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
النہر الفائق	علامہ سراج الدین عمرو بن نجیم مصری	۱۰۰۵ھ
فتاویٰ قاضی خان	علامہ حسن بن منصور قاضی خاں	۵۹۲ھ
فتاویٰ بزازیہ	علامہ محمد بن محمد بن شہاب بن بزار	۸۲۷ھ
مجمع الأنہر	شیخ عبد اللہ بن محمد بن سلیمان	۱۰۷۸ھ
الأشباہ والنظائر	علامہ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم	۹۷۰ھ
بدائع الصنائع	علامہ علاء الدین بن أبي بکر مسعود کاسانی	۵۸۷ھ
فتاویٰ ہندیہ	علامہ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ	۱۱۶۱ھ
محیط برہانی	علامہ برہان الدین محمود بن تاج الدین احمد بن عبد العزیز	۶۱۶ھ
فتاویٰ رضویہ	مجدد اعظم امام احمد رضا قادری، برکاتی	۱۳۴۰ھ
جدّ الممتار	مجدد اعظم امام احمد رضا قادری، برکاتی	۱۳۴۰ھ
الملفوظ	مجدد اعظم امام احمد رضا قادری، برکاتی	۱۳۴۰ھ
بہارِ شریعت	صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی رضوی	۱۳۶۷ھ
فتاویٰ امجدیہ	صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی رضوی	۱۳۶۷ھ
فتاوی حامدیہ	حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری	۰۰۰۰
فتاوی مصطفویہ	مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری	۱۴۰۲ھ
فتاوی مفتی اعظم	مفتی اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری	۱۴۰۲ھ
حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی	۱۲۳۱ھ
الصارم الربانی	حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری	۰۰۰۰
احکام شریعت	مجدد اعظم امام احمد رضا قادری	۱۴۴۰ھ
شرح الوقایہ	صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود بن محمود	۷۴۷ھ
تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی	۴۵۰ھ
شرح السیر الکبیر	محمد بن أبي سہل سرخسی	۴۸۳ھ
تنویر الابصار	علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد تمر تاشی	۱۰۰۴ھ

مجمع الضمانات	ابو محمد غانم بن محمد بغدادی حنفی	۱۰۳۰
تکملۃ البحر الرائق	محمد بن حسین بن علی طوری	۱۱۳۸ھ
عمدۃ الرعایۃ	محمد عبد الحیّ بن عبد الحلیم لکھنوی	۱۳۰۴ھ
عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی	۳۷۵ھ
حاشیۃ الہدایہ	امام امیر کاتب بن امیر اتقانی حنفی	۷۵۸ھ

کتب فقہ شافعی:

المجموع شرح المھذب	امام ابو زکریا محی الدین ابن شرف نووی	۶۷۶ھ
المحصول للرازی	امام فخر الدین رازی	۶۰۶ھ
الفقہ والمتفقّہ	حافظ ابو بکر احمد علی بن خطیب بغدادی	۴۶۳ھ
الفتاوی الحدیثیہ	امام ابن حجر ہیتمی شافعی	۹۷۳ھ
البریقہ شرح الطریقہ	ابو سعید خادمی قونوی	۱۱۷۶ھ

رسائل رضویہ

الطراز المعلم	مجدد اعظم امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۴۰ھ
الکشف شافیا حکم فونو جرافیا	//	//
الجود الحلو فی اَرکان الوضوء	مجدد اعظم امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۴۰ھ
اعتقاد الاَحباب	//	//
رد الرفضہ	//	//
قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار	//	//
المبین ختم النبیین	//	//
الشہابی علی خداع الوھابی	//	//
مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید	//	//
اِعلام الاَعلام باَن ھندوستان دار الاِسلام	//	//
دوام العیش فی الاَئمۃ من قریش	//	//
اَطائب الصیب علی اَرض الطیب	//	//

الزلال الأنقی من بحر سبقۃ الأتقی	//	//
الإعلام بحال البخور فی الصیام	//	//
تفاسیر الأحکام لفدیۃ الصلاۃ والصیام	//	//
کفل الفقیہ الفاھم فی أحکام قرطاس الدراھم	//	//

کتب اصولِ فقہ

المستصفی من علم الأصول	حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالی	۵۰۵ھ
مسلم الثبوت	علامہ محبّ اللہ بہاری	۱۱۱۹ھ
فواتح الرحموت	علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین الکنوی	۱۲۲۵ھ
نور الأنوار	علامہ احمد بن ابوسعید معروف بہ ملا جیون	۹۱۱ھ
قمر الأقمار	علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی	۱۲۸۵ھ
تحریر الأصول	امام ابن الہمام کمال الدین حنفی	۶۸۱ھ
اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد	علامہ نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲۹۷ھ
قواطع الادلّۃ فی الأصول	ابوالمظفر منصور بن محمد سمعانی	۴۸۹ھ
التقریر والتحبیر	ابن امیر الحاج محمد بن محمد	۸۷۹ھ

کتب فقہ حنبلی

المغنی	ابن قدامہ حنبلی	۶۲۰ھ

طبعیات والٰہیات ولغات وتصوف

علم التشریح عند المسلمین	محمد علی البار	
تاج التوقیت		
التحفۃ الشاھیۃ	امام قطب الدین شیرازی شافعی	۷۱۰ھ
حاشیہ شرح چغمینی	امام عبد العلی برجندی حنفی	۹۳۵ھ
کتاب التعریفات	سید شریف جرجانی	۸۱۶ھ
الإبریز من کلام سیدی عبد العزیز	شیخ حافظ احمد بن مبارک سجلماسی	۱۱۵۶ھ

☆.-.☆.-.☆

ضمیمہ یادِ رفتگاں

کتاب مکمل ہونے کے بعد یہ تین شرکاے سیمینار فوت ہوئے
اس لیے ان کا ذکر ضمیمہ میں شامل کیا گیا۔ (مرتّب غفر لہ)

(۱۵) حافظ و قاری الحاج عبدالغفار رضوی برکاتی (عرف نوری بابا)

۱۹۴۲ء ــــــــ ۲۰۲۰ء

مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ہم درد اور بہی خواہ، صوفی صفت انسان، بہترین اخلاق و کردار کے حامل، وجیہ و پرکشش شخصیت کے مالک عالی جناب الحاج حافظ و قاری مولوی عبدالغفار نوری رضوی برکاتی عرف نوری بابا کی ذات سرزمین اندور میں علمی و تعلیمی شمع کو روشن کرنے کے لیے مشہور و معروف تھی۔ مدھیہ پردیش کے کئی ایک اہم تعلیمی اداروں کی تعمیر و ترقی میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے۔ دار العلوم نوری اندور اور اسلامیہ کریمہ اسکول و کالج کے ذریعہ جو علمی شمع روشن کی وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

آپ کی ولادت یکم جنوری ۱۹۴۲ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالوف دس ساؤتھ ہاتھی پالا شہر اندور میں پائی۔ آپ نے عصری علوم میں اعلیٰ تعلیم کی جانب رخ کیا۔ اور ایم کام (M.com) کی ڈگری حاصل کی۔ تاج دار اہل سنت، مُرشدِ برحق، حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خان قدس سرہ کے ایما پر دینیات کی جانب متوجہ ہوئے اور حفظ و قراءت کی تعلیم مکمل کی۔ آپ ہی کے حکم پر تقریبا ۵۰ سالوں سے ہفتہ وار نوری محفل کا انعقاد کرتے تھے جس میں نوری بابا بذات خود وعظ فرماتے تھے۔ آپ سرکار مفتی اعظم ہند کے مرید و خلیفہ تھے اور ان سے عشق کی حد تک عقیدت و محبت فرماتے تھے۔ یہ آپ کا فیضان نظر تھا کہ نوری بابا نے ۱۹۷۳ء میں دارالعلوم نوری قائم کیا۔ اس ادارہ کی بنیاد مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خان نوری اور برہانِ ملت حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری رحمہا اللہ کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی۔ جو آج دین و سنیت کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ نوری بابا

اور حبیب العلما مولانا حبیب یار خاں (اللہ انھیں غریق رحمت فرمائے) نے جامعہ اشرفیہ کے ایک اہم علمی و فقہی شعبہ مجلس شرعی کے سترہویں سالانہ سہ روزہ کل ہند فقہی سیمینار کا انعقاد اسی دارالعلوم میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ کیا تھا۔ علما و فقہا کا جس والہانہ اور پر تپاک انداز میں خیر مقدم کیا، نیز میزبانی اور ضیافت کا انتظام کیا، اس کی یادیں آج بھی تازہ ہیں۔مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ اس کے لئے ہمیشہ ممنون و شکر گزار اور دعا گو رہے گی۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے بھی بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ آپ کو اس خانقاہ کے عظیم شیخ طریقت احسن العلما حضرت مولانا سید حیدر حسن میاں برکاتی رحمہ اللہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ یہ خلافت حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ نے مشہور زمانہ شاہ بانو کیس کے سب سے اہم فرد شاہ بانو سے توبہ کرانے میں اہم کردار ادا کرنے کی خوشی میں دیا تھا۔ اس کے علاوہ خانقاہ برکاتیہ کے پانچ اور مشایخ سے مختلف سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ شہر اندور و مضافات میں دعوت و تبلیغ کے فرائض تاحیات انجام دیتے رہے۔افسوس وقت اجل آ پہنچا اور آپ ۲۶ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۱/ اپریل ۲۰۲۰ء کو داغ مفارقت دے گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون.

(۱۶) حضرت مولانا قاری ابوالحسن مصباحی

۱۹۵۴ء ــــــــــ ۲۰۲۰ء

آپ جامعہ اشرفیہ کے شعبہ قراءت کے کہنہ مشق استاذ تھے۔ علم قراءت کے ماہرین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے تلامذہ کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ جو ملک و بیرون ملک میں دین و سنیت کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے مختلف سیمیناروں میں آپ نے شرکت فرمائی۔ حضرت قاری صاحب قصبہ بڑہل گنج ضلع گورکھپور کے رہنے والے تھے۔لیکن عرصہ دراز سے قصبہ مبارک پور میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء کو بڑہل گنج ضلع گورکھپور میں آپ کی ولادت با سعادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم و تربیت بڑہل گنج کے مکتب میں ہوئی ۔۱۹۶۳ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۲ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔قراءت حفص کی

تعلیم حضرت قاری عبدالحکیم صاحب بلرام پوری سے حاصل کی۔ جو ان دنوں اسی ادارہ میں درس و تدریس پر مامور تھے۔ فراغت کے بعد چند ماہ جامع مسجد رتسر ضلع بلیا میں امامت کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۷۳ء میں حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ نے قراءت سبعہ و عشرہ کی تعلیم کے لیے مدرسہ تجوید الفرقان لکھنؤ بھیجا۔ جہاں آپ نے علم قراءت کے جید اساتذہ حضرت مولانا قاری محب الدین احمد اور حضرت مولانا قاری احمد ضیا علیہما الرحمہ سے فن قراءت کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ ۲۴ نومبر ۱۹۷۳ کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے الجامعۃ الاشرفیہ کے شعبہ قراءت میں تدریسی خدمت پر مامور کیا۔ ایک عرصہ تک آپ مفوضہ ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔ ۲۰۱۵ میں ریٹائرڈ ہو گئے۔ شب ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۸ مئی ۲۰۲۰ء کو آپ کا احمد آباد میں شام ۷:۳۰ بجے انتقال ہوگیا۔ اِنّا للہ وَ اِنّا اِلَیْہِ راجِعُوْن۔ قاری صاحب اپنی اہلیہ اور تین بچوں کے ہمراہ ۱۸ / مارچ کو شاہ عالم احمد آباد اپنی بڑی لڑکی کے گھر پہنچے تھے ۲۷ / اپریل کو واپسی کا ٹکٹ تھا، لاک ڈاون کی وجہ سے سب لوگ وہیں پھنسے رہے، اور وہیں پر مختصر علالت کے بعد وصال فرما گئے۔ تجہیز و تکفین دوسرے روز احمد آباد میں ہوئی۔

(۱۷) حضرت مولانا **معین الحق** علیمی مصباحی

۱۹۵۹ء ــــــــــ ۲۰۲۰ء

میرے دیرینہ رفیق حضرت مولانا معین الحق علیمی مصباحی مرحوم ایک باصلاحیت باعمل اور خوش اخلاق عالم تھے۔ بڑے مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ ارباب جامعہ اشرفیہ سے ان کے گھرانے کا دیرینہ تعلق رہا ہے۔ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ہم درد و بہی خواہ تھے۔ آپ اس کے سیمینار میں بنفس نفیس شریک بھی رہے۔ آپ کی ولادت ۱۵ مارچ ۱۹۵۹ء کو مقام جمداشاہی ضلع بستی میں ہوئی۔ آپ نے ایک ایسے متدین شخص کے گھر آنکھ کھولی۔ جنھوں نے دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی جیسے ادارہ کی بنیاد رکھی۔ وہ ذات گرامی ہے آپ کے والد ماجد محترم جناب شمس الحق علیمی مرحوم کی۔ جناب شمس الحق علیمی مرحوم ایک کامیاب تاجر تھے۔ ممبئی میں تجارت سے پوری زندگی

وابستہ رہے۔ حضرت مولانا معین الحق علیمی مرحوم نے ابتدائی تعلیم گاوں کے مکتب اور ممبئ کے مشہور و معروف ادارہ دارالعلوم محمدیہ سے حاصل کی ۱۹۷۳ء میں جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوئے ۱۹۷۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔۔پیشہ تو اپنا تجارت کا اختیار کیا۔لیکن پوری زندگی دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی کی خدمت میں گزاری۔بڑے عظیم ہیں وہ لوگ جنھیں اللہ نے علم دین کی خدمت کی سعادت نصیب فرمائی۔اور انھوں نے اپنی پوری زندگی خدمت علم دین اور نشر و اشاعت علم دین میں گزار دی۔مولانا بڑے کریم تھے،لوگ آپ کے پاس جاتے تو موصوف سب کا خیال فرماتے تھے۔کئی ایک انھوں نے دینی و علمی کام کئے اور کرائے۔ان کی یہ خدمات ان شاءاللہ تعالی یادگار رہیں گی۔اللہ عزوجل مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے ۔آپ کو اپنے رضوان و غفران سے نوازے اور اپنی جوار رحمت میں خاص مقام عطافرمائے۔آمین

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

محمد نظام الدین رضوی
ناظم مجلس شرعی وصدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

مجلس شرعی سے متعلق علماے کرام کے گراں قدر تاثرات

(۱) خواجۂ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

طوفان کر رہا تھا مرے عزم کا طواف   دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے

حضرات! ایک عرصہ کے بعد مجلس شرعی کے سیمینار میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور ہر طرح سے سیمینار کی کامیابی پر دل باغ باغ ہو گیا۔ ہمارے علما کی جد وجہد اور انتھک محنت قابل داد ہے جن کے اخلاص، فقہی عرفان اور حتی الوسع تحقیق اور پوری دلچسپی کے ساتھ مذاکرات میں حصہ لینے کی برکت سے نہ صرف اس سیمینار کے سارے مسائل حل ہو گئے بلکہ پچھلے تمام سیمیناروں کے طے شدہ معلق امور بھی آپ حضرات کی توثیق کے ساتھ فیصلے کے طور پر نوٹ ہو گئے، حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب جو فقہی جزئیات پر کافی عبور رکھتے ہیں کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے تو فوراً اس پر جزئیات پیش کر دیتے ہیں، کل جب کرایہ فروخت کے مسئلے پر انھوں نے فرمایا کہ ”مسئلہ مشکل ہے پوری حاضر دماغی کے ساتھ اس مسئلے کے طریق کار کو سمجھ کر اس کی شرعی حیثیت متعیّن کریں اور حکم کی تنقیح فرمائیں۔ خداے پاک کی مدد شامل حال رہی تو ہم لوگ صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔“ یہ سن کر میں پریشان سا تھا مگر بفضلہ تعالیٰ یہ مسئلہ بھی فیصل ہو گیا، اشرفیہ ہمارا علمی تاج محل ہے، خدا اسے سلامت رکھے۔ آمین [۱]

(۲) شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ:

”ایک مرتبہ الجامعۃ الاشرفیہ کے وسیع ہال میں انھوں [حافظ ملت علیہ الرحمہ] نے ارشاد فرمایا تھا: ”اس ادارے کے جو علما و اساتذہ ہیں میں ان پر فخر کر سکتا ہوں۔“ آج میں بھی انھی کی اقتدا اور انھی کی پیروی میں فخر کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے یہ نوجوان علما جس طرح منزل کی طرف رواں دواں ہیں، ایک وقت یہ منزلِ مقصود تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ میں نے جب سوال نامے کو پڑھا تو سمجھ گیا کہ اپنی جماعت کے علما و فضلا اس بلندی پر پہنچنا چاہتے ہیں جس پر دوسری جماعت کے علما نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ لہٰذا حافظ ملت کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ ہم ان علما پر فخر کر سکتے ہیں اسی طرح میں بھی ان علما پر فخر کر رہا ہوں۔ عزیز ملت نے سیمینار کو جس دریا دلی، محبت اور خلوص و لگن کے ساتھ دار العلوم اشرفیہ سے لے کر ممبئی تک آراستہ کیا ہے یہ بھی قابل مبارک باد ہے۔ اور پھر میں صدر العلماء محب مکرم حضرت مولانا محمد احمد مصباحی صاحب کے کمالاتِ علمیہ کا قائل ہوں کہ جس اعلیٰ نظام کے ساتھ تعلیم کو بلندی پر یہ پہنچا رہے ہیں اور اس مجلس کو انھوں نے جس انداز کے ساتھ چلایا ہے وہ قابل ستائش ہے اور مجلس کا ناظم جیسی شخصیت کو مقرر کیا گیا ہے وہ ناظم بھی الحمد للہ بہت ہی باکمال ہیں۔ ہمارے صدر العلماء کہ جن کی باتیں سنو تو جی چاہتا ہے سنتے ہی

---

(۱) ماہ نامہ اشرفیہ، ستمبر ۲۰۰۴ء، تاثر بموقع دسواں فقہی سیمینار۔

رہو، اتنے فصیح و بلیغ اور باصلاحیت لوگ اشرفیہ میں رہتے ہیں جن کے فضل و کمال کا سوتا ہمیشہ جاری رہتا ہے۔"[۱]

(۳) حضرت مولانا مفتی شبیر حسن رضوی مصباحی علیہ الرحمہ [سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی فیض آباد]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلي علی رسولہ الکریم، أمّا بعد!

مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ کی جانب سے دسواں فقہی سیمینار منعقدہ ۱۴/ ۱۵/ ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ مطابق ۳/ ۴/ ۵/ جولائی ۲۰۱۴ء بہت ہی حسن و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ خدا کے فضل و کرم سے سیمینار میں رکھے گئے مسائل دینیہ شرعیہ پر بحث و تمحیص بہت عمدہ رہی، اور بحث و مباحثہ کے بعد متعلقہ مسائل کا حل بھی بحمدہ تعالیٰ علمائے کرام و مفتیان عظام کے اتفاق رائے سے نکل آیا۔

مجلس شرعی کے منتظمین نے جس حسن نظم کے ساتھ سارے امور کو انجام دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اس میں حضرت صدر المدرسین صاحب زید مجدہ الجامعۃ الاشرفیہ و مجی مفتی محمد نظام الدین صاحب زید علمہ کا نمایاں کردار رہا، فقیر کو امید قوی ہے کہ یوں ہی ان شاء اللہ تعالیٰ حسن نظم و انتظام کے ساتھ آئندہ پیش آنے والے مسائل دینیہ شرعیہ ضروریہ سے متعلق مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ کی جانب سے فقہی سیمینار کا انعقاد ہوتا رہے گا، اور حضرات مفتیان کرام و علمائے عظام اپنی خداداد ذہنی و فکری صلاحیتوں کو بروے کار لاتے ہوئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتے رہیں گے، اور عامۃ المسلمین کے لیے عمل کی راہیں ہموار ہوتی رہیں گی۔[۲]

(۴) مفتی حبیب یار خان علیہ الرحمہ :

"یہ سیمینار بظاہر سہ روزہ اور چہار روزہ ہوتا ہے، لیکن غور کیا جائے تو یہ پورے سال پر محیط ہوتا ہے، سوال نامے مرتب کیے جاتے ہیں، انھیں جاری کیا جاتا ہے۔ اس پر علما، محققین، مفتیان کرام ہفتوں، مہینوں محنتیں کرتے ہیں، اور مطالعہ و تحقیق کے بعد پھر اس کا جواب تحریر کرکے مجلس شرعی کو روانہ کرتے ہیں۔ مجلس کو موصول ہونے کے بعد ان تمام مقالات کی تلخیص کی جاتی ہے، پھر سیمینار منعقد ہوتا ہے۔ اتنے عرصے کی محنتوں کے لیے صرف تین دن اور تین دنوں میں صرف چھ نشستیں ہوتی ہیں۔ یقیناً یہ انتہائی قیمتی وقت ہوتا ہے اور ان وقتوں میں کام بھی بڑا قیمتی اور نفع بخش ہوتا ہے۔ اور یہ کام ان علمائے کرام کی کاوشوں اور کوششوں سے ہوتا ہے۔ پھر یہ علمائے کرام ان نادر تحقیقات کے علاوہ بھی دینی خدمات میں مصروف ہیں، کوئی دار العلوم چلا رہا ہے، کوئی ناظم ہے، کوئی بانی ہے، کوئی شیخ الحدیث ہے، تو کوئی مدرس ہے، اور ان تمام مصروفیات کے باوجود ان حضرات کا اس خدمت میں شریک ہونا، پھر اپنا قیمتی وقت عنایت فرمایا، سفر کی زحمتیں برداشت کرکے یہاں تشریف لانا اتنی عظیم خدمات ہیں کہ ان کے مقابلے میں ان کی جو خدمت اور ضیافت ہے وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی، شایان شان خدمت تو دور کی بات ہے۔"[۳]

---

(۱) ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، جون ۲۰۰۵ء، بموقع گیارہواں فقہی سیمینار، ممبئی

(۲) ماہ نامہ اشرفیہ، ستمبر ۲۰۰۴ء، خصوصی شمارہ

(۳) ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اپریل ۲۰۱۰ء، بموقع سترہویں فقہی سیمینار، اندور

فہرست

اسماے طلبہ درجۂ فضیلت (سال اول) ۴۱-۱۴۴۰ھ / ۲۰-۲۰۱۹ء

جنھوں نے اس کتاب کی طباعت اور نشر و اشاعت میں حصہ لیا

☆ احتشام احمد — امبیڈکر نگر
☆ محمد عادل — مرادآباد
☆ محمد ندیم انصاری — جون پور
☆ محمد ذیشان — مرادآباد
☆ محمد ابوذر غفاری — پرولیا
☆ محمد زبیر سلامی — سنبھل
☆ حسام الدین — پرولیا
☆ شبیر احمد — جموں و کشمیر
☆ محمد عامر — رام پور
☆ محمد یوسف رضا — اورنگ آباد
☆ صدام حسین — سیتاپور
☆ محمد فاروق — بستی
☆ محمد ابوبکر — بیر بھوم
☆ محمد ذوالنورین — سیتامڑھی
☆ علی احمد — ویشالی
☆ ابوالحسن خرقانی — سنت کبیر نگر
☆ محمد عرفان رضا — گریڈیہ
☆ جاوید اختر — ہوڑہ
☆ رحیم الدین — بہرائچ
☆ غریب نواز — پورنیہ
☆ معین الدین — مرادآباد
☆ محمد طارق جمیل — بانکا
☆ عاشق علی — لکھیم پور کھیری
☆ احمد علی — مدھوبنی
☆ محمد شیر علی — ۳۶ گڑھ
☆ محمد عاصم نعمانی — گوپال گنج
☆ خالد رضا — ہزاری باغ
☆ توفیق احمد — اتر دیناج پور
☆ محمد عامر — مرادآباد
☆ محمد شبیہ انور — پورنیہ
☆ محمد اقبال حسین — بلرام پور
☆ عبدالرحمٰن — گونڈہ
☆ شرف الدین — امیٹھی
☆ دارالسلام — اتر دیناج پور
☆ محمد عارف — ممبئی
☆ منظر الحق — اتر دیناج پور
☆ نظمی خاں — رام پور
☆ محمد اقلیم رضا — سنت کبیر نگر
☆ محمد شہر الحق — اتر دیناج پور
☆ محمد عقیل رضا — چترا
☆ محمد جاوید اختر — گڑھوا
☆ محمد ناطق — سنت کبیر نگر

☆ احمد حسن دیوریا
☆ صدام حسین پرتاپ گڑھ
☆ محمد خواجہ اکرام ہزاری باغ
☆ توصیف احمد کشی نگر
☆ عبدالرقیب انصاری دیوگھر
☆ صبدر حسین جموں وکشمیر
☆ محمد رضوان عارف سیتامڑھی
☆ محمد محفوظ گیا
☆ محمد آزاد گجرات
☆ محمد عمر سدھارتھ نگر
☆ محمد ساجد علی سیتامڑھی
☆ محمد نعمان رضا دمکا
☆ فتاوت صدام حسین گجرات
☆ محمد حسیب بہرائچ شریف
☆ محمد شبیر گڑھوا
☆ محمد امتیاز احمد پورنیہ
☆ محمد گلزار کٹیہار
☆ محمد گل فراز احمد بھاگل پور
☆ محمد حسنین رضا گریڈیہ
☆ محمد شمیم رضا پلاموں
☆ محمد حسیب بھدوہی
☆ محمد عرفان احمد کوڈرما
☆ عادل احمد بارہ بنکی
☆ آزاد علی بہرائچ
☆ محمد سلیم الدین کوڈرما

☆ محمد فضل الرحمٰن مبارک پور
☆ نام علی مرادآباد
☆ محمد عمران خان جموئی
☆ محمد جنید انصاری ویشالی
☆ محمد کبیر الدین کشن گنج
☆ مسیح الدین بلرام پور
☆ ضیاء المصطفیٰ ممبئی
☆ محمد نثار احمد مہراج گنج
☆ محمد سلیمان مہراج گنج
☆ اظہار الحق اتردیناج پور
☆ سید مظفر حسن گونڈہ
☆ انصار عالم سدھارتھ نگر
☆ عبدالحکیم سنت کبیر نگر
☆ اصغر علی گوپال گنج
☆ سیف علی پٹنہ
☆ محمد یونس رضا بانکا
☆ محمد اخلاق رضا سیتامڑھی
☆ محمد مجاہد راجستھان
☆ سرفراز علی وارانسی
☆ محمد مقصود عالم مدھے پورہ
☆ رضوان حسین اتردیناج پور
☆ محمد عظیم الدین نیپال
☆ صنور عالم کٹیہار
☆ فیض النبی سدھارتھ نگر
☆ محمد صفدر علی کشی نگر

☆	احمد رضا	اتر دیناج پور
☆	محمد ذیشان فریدی	جون پور
☆	عابد رضا	گونڈہ
☆	عبد الرحمن	مئو
☆	محمد شاداب رضا	پورنیہ
☆	وانیاوالاثمیر بھائی	گجرات
☆	محمد توصیف رضا	لکھیم پور کھیری
☆	عبد القادر	مراد آباد
☆	ذاکر حسین صدیقی	سدھارتھ نگر
☆	محمد مصباح الدین احمد خان آسام	
☆	عارف رضا	کشی نگر
☆	محمد بلال انصاری	سیوان
☆	محمد سرتاج	ہزاری باغ
☆	محمد مختار احمد	ہزاری باغ
☆	محمد معراج یوسفی	ویشالی
☆	محمد جمال احمد	گریڈیہ
☆	محمد مومن علی	اتر دیناج پور
☆	محمد جمال الحق	پورنیہ
☆	حسن رضا	جمشید پور
☆	محمد امجد صدیقی	اورنگ آباد
☆	ساجد عالم	اتر دیناج پور
☆	محمد مشاہد رضا	سیتامڑھی
☆	محمد تنویر رضا	گڈا
☆	محمد ذوالفقار علی	کشن گنج
☆	محمد زرقانی	گجرات

☆	ابرار احمد	سنت کبیر نگر
☆	محمد منہاج عالم	بھاگل پور
☆	قائم علی	راجستھان
☆	بلال احمد	سنت کبیر نگر
☆	محمد اسلم رضا	دیوگھر
☆	محمد ارشد رضا	نیپال
☆	شکیل احمد	بلرام پور
☆	محمد ضیاء الحق	دھنباد
☆	محمد مظفر حسن	گریڈیہ
☆	محمد شمس الہدیٰ	اڑیسہ
☆	محمد شاداب	شراوستی
☆	محمد آصف	سیتامڑھی
☆	محمد جنید	بستی
☆	ضیاء الحق	بنارس
☆	اشفاق عالم	کشن گنج
☆	محمد حنیف رضا	مظفر پور
☆	محمد انصاری	بلیا
☆	محمد اشفاق	فیض آباد
☆	غلام رضا	سیتامڑھی
☆	محمد منظر حسین	کٹیہار
☆	گلزار علی	اتر دیناج پور
☆	فیاض احمد	دربھنگہ
☆	محمد ظفیر عالم	سیتامڑھی
☆	محمد سلمان	سنت کبیر نگر
☆	محمد شکور ابن احمد دین	جمّوو کشمیر

☆ محمد عثمان غنی کشن گنج
☆ عبدالسلام امبیڈکر نگر
☆ شاہ خالد سدھارتھ نگر
☆ راشد علی مغربی چمپارن
☆ محمد اسحاق امیٹھی
☆ محمد افضل حسین گریڈیہ
☆ محمد عادل جہاں ارریا
☆ سہراب سیتامڑھی
☆ محمد زبیر عالم چھپرا
☆ محمد اسلم رضا ہزاری باغ
☆ سید افضال عالم ایم. پی
☆ صدام حسین امیٹھی
☆ شہباز عالم دمکا
☆ محمد عمران احمد فیض آباد
☆ محمد ارمان رضا کولکاتا
☆ محمد ابراہیم رضا اورنگ آباد
☆ دین محمد سیتامڑھی
☆ محمد ساجد اعظم گڑھ
☆ محمد آصف رضا ہگلی
☆ محمد مختار عالم اتردیناج پور
☆ محمد محمود اشرف سیتامڑھی
☆ محمد شاہد پورنیہ
☆ محمد شفیق بستی
☆ سید محمد فرحان الٰہ آباد
☆ نورالحسن بلرام پور

☆ محمد یونس کولکاتا
☆ شمس عالم مہراج گنج
☆ صدام حسین ایسٹ چمپارن
☆ مسعود رضا کان پور دیہات
☆ شکیل احمد نیپال
☆ محمد نعیم الحق جام تاڑا
☆ محمد فیضان مبارک پور
☆ نور سعید عالم کشن گنج
☆ نعیم انور مبارک پور
☆ محمد کونین عالم گڑھوا
☆ محمد صدام حسین ۳۶ گڑھ
☆ محمد رستم علی وارانسی
☆ محمد احمد خاں گونڈہ
☆ محمد شاداب رعنا ارول
☆ محمد سعید ادھم سنگھ نگر
☆ محمد طاہر حسین کھگڑیا
☆ محمد توحید عالم اڑیسہ
☆ نعیم گجرات
☆ محمد ساجد عالم کٹیہار
☆ محمد عاشق وارانسی
☆ محمد رضوان گڈا
☆ محمد حیدر پرواز اتردیناج پور
☆ محمد اختیار خاں ایم. پی
☆ محمد دلدار حسین دھنباد
☆ مشاق احمد اتردیناج پور

☆ شیخ وسیم مہاراشٹر
☆ نورالحق گونڈہ
☆ محمد قاسم رضا جموں وکشمیر
☆ بدرالدجیٰ مئو
☆ محمد آفتاب عالم دیوگھر
☆ محمد رئیس مہراج گنج
☆ وسیم مکرانی ایم.پی
☆ اظہرالدین پیلی بھیت
☆ محمد ممتاز احمد گریدیہ
☆ میر عمران اتردیناج پور
☆ سہیل اختر پورنیہ
☆ محمد نسیم اختر کٹیہار
☆ محمد فیضان ارشد پورنیہ
☆ محمد الطاف رضا گریڈیہ
☆ اویس قرنی کٹیہار
☆ محمد اکمل شاہ سلطان پور
☆ محمد اسد رضا مدھوبنی
☆ محمد مسجد رضا مدھوبنی
☆ محمد رضا رام گڑھ
☆ محمد عالم گیر انصاری بیربھوم
☆ عبدالحکیم دربھنگہ
☆ غلام محی الدین بلرام پور
☆ محمد سرفراز عالم کشن گنج
☆ نور محمد دیوگھر
☆ اوصاف احمد اعظم گڑھ

☆ سلیم حسین شاہ جہاں پور
☆ محمد احتشام بیگوسرائے
☆ محمد خورشید عالم ایم.پی
☆ محمد حسن رضا پورنیہ
☆ محمد اختر نعمان کشن گنج
☆ نعمان رضا عطاری مرادآباد
☆ محمد سلمان رضا راجستھان
☆ محمد قمر رضا نیپال
☆ محمد انس رحمٰن ہالینڈ
☆ محمد حاشر بنارس
☆ محمد عقیل گجرات
☆ ابوعبیدہ بستی
☆ راشد علی راجستھان

★★★

خدائے کریم ان طلبہ کو عالم دین، عالم باعمل، عالم بافیض بنائے اور ان کے فیضانِ علمی کو عام و تام فرمائے۔ آمین

(محمد نظام الدین رضوی)